پریشن قاہرہ

(ایک ناول)





آپریشن قاہرہ

میجر اسد کو قاہرہ سے بغداد پہنچنے کے فوراً ہی بعد ایک خوب صورت لڑکی کا قیدی بننا پڑا۔ قید کے دوران اسے ایک خطرناک اسرائیلی منصوبے کا علم ہوا۔ اس منصوبے کو ناکام بنانا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ عرب افواج کو ایک خوفناک تباہی کا شکار ہونے سے نہ روک سکا۔ کیونکہ بغداد اسرائیلی جاسوسوں کا ہیڈ کوارٹر بنا ہوا تھا۔ جب وہ واپس قاہرہ پہنچا تو اس کا باس کرنل عاصم اسے ایک اور پُرخطر مُہم پر بھیجنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس مہم کے دوران میجر اسد پر انکشاف ہوا کہ اسرائیلی جاسوس مصری فوج میں بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔

اسی مصنف کے قلم سے

میجر اسد کے ہی سلسلے کے زیر طبع ناول

- آپریشن الفتح
- آپریشن ماسکو
- آپریشن بیروت

مُصنف غلام اکبر

آپریشن قاہرہ

تعبیر پبلیکیشنز ۔ ۲۴ گارڈی چیمبرز تھارنٹن روڈ لاہور

طابع : خلیل اختر

مطبع : جے ایچ پرنٹرز

۴۲ گارڈی چیمبرز تھارنٹن روڈ لاہور

[redacted] : [redacted]

اپنا تعارف

سب سے پہلے میں اپنا تعارف کرانا چاہتا ہوں۔ مجھے غلام اکبر کہتے ہیں۔ چند اخبارات اور چند جرائد کا مدیر رہ چکا ہوں۔ "قائدِ عوام" کے دور میں مجھے اس پیشے سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑی۔ میرا خیال ہے کہ صحافت کا پیشہ مجھ جیسے نالائق اور کوتاہ اندیش لوگوں کو ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ لیاقت اور دور اندیشی کا تقاضہ یہی ہے کہ حاکمِ وقت کے مزاج کے مطابق دانشورانہ باتیں کہنے کا فن آتا ہو۔ جب "قائدِ عوام" کا طوطی بول رہا تھا تو بے شمار صحافیوں نے اس فن پر عبور حاصل کیا۔ جو ناکام ہوتے ان پر زنداں کے دروازے کھلے تھے۔ مثلاً صلاح الدین، الطاف قریشی، ضیاشاہد اور مجیب الرحمان شامی وغیرہ۔

میں نے ان سے بہرحال زیادہ عقلمندی کا ثبوت دیا اور پسپائی اختیار کر کے ایڈورٹائزنگ کی دنیا میں چلا گیا۔

آج کل مجھ پر کتابیں لکھنے اور شائع کرنے کا جنون سوار ہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ میں ادیب بننا چاہتا ہوں۔ ادیب بڑے آدمی ہوتے ہیں اور بڑی باتیں کرتے ہیں۔ میں ایک چھوٹا آدمی ہوں اور چھوٹی باتیں کرتا ہوں۔

میجر اسد کا تعارف

میجر اسد کو میں ایک حقیقی کردار اس لیئے نہیں کہوں گا کہ مصری حکومت کو بھی اس کے وجود کا علم نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے تمام کارناموں کا تعلق ایک حقیقی دنیا سے ہے۔ جسے آپ مشرقِ وسطیٰ کہتے ہیں۔

مجھے مشرقِ وسطیٰ سے بڑی محبت ہے کیوں کہ میرے "ایمان" نے اسی خطے میں جنم لیا تھا۔ برسوں سے میرا ایمان وہاں اپنے دشمنوں سے بقا کی جنگ لڑ رہا ہے۔ میجر اسد اسی جنگ کا ایک کردار ہے۔ ۱۹۶۸ء میں جب میں نے مصور نامی ایک جریدہ جاری کیا تو یہ کردار میری سوچوں سے نکل کر اس جریدے کے صفحات پر بکھر گیا۔ مجھے یاد ہے کہ ہزاروں قارئین محض اسی کردار کی خاطر مصور خریدتے تھے۔

میں نے میجر اسد کے کارنامے شاہد سلیم کے قلمی نام سے قلمبند کئے تھے اب میں اس قلمی نام کی ضرورت محسوس نہیں کرتا، کیونکہ صحافت کا پیشہ چھوڑنے کے بعد اپنے حقیقی نام پر میرا اعتماد خاصا بڑھ گیا ہے۔ ویسے بھی شاہد سلیم کے نام سے کچھ اور اہل قلم بھی استفادہ کرنے لگے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس نام سے اب میری کوئی وابستگی نہیں رہنی چاہیئے۔

آخر میں عرض کروں گا کہ آپریشن قاہرہ بنیادی طور پر ایک سیاسی ناول ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس میں ہر قسم کے انسانی جذبات آپ کو ملیں گے۔ مثلاً محبت، نفرت، مہم جوئی، مار دھاڑ، غداری۔ حب الوطنی اور جاسوسی وغیرہ وغیرہ۔

تعاقب اور مقابلہ

"پستول پھینک دو میجر اسد میں
مشین گن کا استعمال جانتی ہوں"

اس نے کار کا رُخ اچانک مغرب کی طرف موڑ دیا اور کچھ دیر بعد آئینہ میں غور سے دیکھا۔ شبے نے اب یقین کی صُورت اختیار کر لی۔ اس کا تعاقب ہو رہا تھا۔ سیاہ رنگ کی امپالا شیورلیٹ کی رفتار آہستہ آہستہ تیز ہوتی جا رہی تھی اور دونوں کاروں کے درمیان فاصلہ بتدریج کم ہو رہا تھا۔

اسد نے ایکسلیریٹر پر پاؤں دبایا۔ سپیڈو میٹر پر سُوئی ساٹھ سے ستّر اور اسّی تک پہنچ گئی۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ سڑک صاف تھی اور گڑھے وغیرہ نہیں تھے۔ ورنہ عراق کی کسی سڑک پر آج تک اس نے اتنی رفتار کے ساتھ کار چلانے کی جرأت نہیں کی تھی۔

کوئی دس میل تک اسد کی کار اسّی میل کی رفتار سے چلتی رہی۔ تعاقب میں آنے والی سیاہ کار اب صرف چار یا پانچ فرلانگ کے فاصلے پر تھی۔ آگے چل کر پہاڑی سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ راستہ بڑا خطرناک تھا۔ ایک سال پہلے ایک مہم کے سلسلے میں وہ اس راستے سے گزرا تھا اور بیس فٹ چوڑی سڑک پر وہ

تین بار کئی ہزار فٹ کی گہرائی میں گرنے سے بال بال بچا تھا۔ اس وقت وہ محض تفریح طبع کے لئے گاڑی تیز چلا رہا تھا۔ لیکن آج اس کے پیچھے ایک پُر اسرار سیاہ امپالا شیورلیٹ تھی جس میں تین ایسے افراد تھے جن کے عزائم یقیناً نیک نہ تھے۔ گاڑی سنہرے بالوں والی ایک خوبصورت لڑکی چلا رہی تھی۔ ایک لمبا تڑنگا نوجوان اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اور عقبی سیٹ پر سیاہ گھنی مونچھوں اور لمبوترے چہرے والا ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ ان تینوں پر اسد کی نظر اس وقت پڑی تھی جب وہ بغداد سے نکل کر چوراہے سے اپنی کار جنوب کی طرف موڑنا چاہتا تھا اس وقت اسے یہ سیاہ امپالا شیورلیٹ نظر آئی تھی۔ سب سے پہلے اس کی نظر بند شیشے میں سے جھانکتے ہوئے لمبوترے چہرے پر پڑی تھی۔ گھنی مونچھوں والا یہ مکروہ چہرہ دیکھ کر اس نے بُرا سا منہ بنایا تھا۔ لیکن پھر اس کی نظر سنہرے بالوں پر پڑی تھی۔ اور پھر اس چہرے پر جو ضرورت سے کچھ زیادہ ہی حسین تھا۔ ایک لمحے کے لئے اس نے فراموش کر دیا تھا کہ دو آنکھیں اسے بڑے غضب ناک انداز سے گھور رہی ہیں۔ اگر لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار نہ ہوتی تو وہ بھی اس لمبے تڑنگے نوجوان کو کھا جانے والی نظروں سے گھور کر دیکھتا۔ لڑکی کی مسکراہٹ کے جواب میں وہ بھی مسکرا دیا تھا۔

اس وقت ان کی کار سڑک سے چند گز کے فاصلے پر کھڑی تھی۔ شاید وہ کسی کا انتظار کر رہے تھے۔ ٹریفک سگنل پاتے ہی اسد نے اپنی کار کا رُخ منزلِ مقصود کی طرف موڑ دیا تھا اور یہ شبہ اسے کوئی دس بارہ میل بعد ہوا تھا کہ اس کا تعاقب ہو رہا ہے۔

اسد کے لئے یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہ جیمس بانڈ تو نہ تھا لیکن مصر کی سیکریٹ سروس میں پانچ سالہ ملازمت کے دوران اسے کئی بار اپنے مشن کی تکمیل کے لئے جان کی بازی لگانی پڑی تھی۔ بعض اوقات وہ سوچا کرتا تھا کہ اگر اس نے سیکریٹ سروس میں شمولیت اختیار نہ کی ہوتی تو آج اس کا شمار قاہرہ کے امیر ترین تاجروں میں ہوتا۔ اس کے باپ نے اچھی خاصی جائداد چھوڑی تھی۔ اس جائداد میں تین لاکھ پونڈ کی وہ رقم شامل نہ تھی جو اس کے باپ نے بیروت کے بنکوں میں اس وقت منتقل کی تھی جب صدر ناصر نے اپنے انقلابی پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی طرف ابتدائی قدم اٹھائے تھے۔

اسد اگر چاہتا تو بڑے آرام کی زندگی گزار سکتا تھا لیکن اتفاقات نے اسے سیکریٹ سروس کے دفتر پہنچا دیا اور جب وہ انٹرویو دے کر نکلا تو اس کے کانوں میں کرنل عاصم کے یہ الفاظ گونج رہے تھے:

"مصر کو تم جیسے نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ اسرائیلی جاسوسوں نے پورے مشرقِ وسطیٰ میں اپنے جال پھیلا رکھے ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں ایسے جوانوں کی ضرورت ہے جو بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین بھی ہوں۔"

اسد نے ایک طویل سانس لی اور آئینہ میں جھانک کر دیکھا۔ سیاہ شیورلیٹ پوری رفتار کیساتھ بڑھ رہی تھی۔ پہاڑی سلسلہ شروع ہونے والا تھا۔ اسد نے ایک ہاتھ سے سٹیرنگ تھامتے ہوئے دوسرا جیب میں ڈالا۔ پستول پکڑ کر اسے سکون سا محسوس ہوا۔

وہ موڑ قریب آگیا جہاں سے چڑھائی شروع ہوتی تھی۔ اسد نے رفتار کم کئے بغیر پوری مہارت سے کار موڑی۔ آگے چل کر دوسرا موڑ تھا۔ یہاں بھی اس نے رفتار کم نہ کی۔ کوئی دس منٹ تک وہ اس خطرناک راستے کے نشیب و فراز طے کرتا رہا۔ پھر سامنے سے وہ چشمہ نظر آیا جہاں رک کر پچھلے سال اس نے پانی پیا تھا۔

اسد کے ذہن نے اچانک ایک خطرناک فیصلہ کیا۔ اگلے موڑ سے ذرا آگے جاکر اس نے کار کی رفتار کم کردی اور اسے ایک چٹان کے عقب میں جا کھڑا کیا۔ وہ بڑی پھرتی کے ساتھ دروازہ کھولکر باہر نکلا اور لمبی لمبی چھلانگیں لگاتا ہوا دو چٹانوں کے درمیان جا بیٹھا۔ یہاں سے سڑک کا فاصلہ بمشکل بیس گز تھا۔ پستول جیب سے نکال کر اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ سڑک کی طرف دیکھا۔ دُور سے اسے وہ سیاہ کار آتی دکھائی دی۔

اس نے اپنا سر نیچے جھکا لیا۔ کار دائیں طرف مڑی اور پھر اسے ٹائروں کے سڑک پر گھسیٹے جانے کی آواز سنائی دی۔ انھوں نے بریک اچانک اور پورے زور سے لگائی تھی۔ اسد دم بخود ہو کر چٹان کی آڑ سے جھانکنے لگا۔ پہلے لمبا تڑنگا نوجوان نکلا اور اس کے فوراً بعد سیاہ گھنی مونچھوں اور لمبوترے چہرے والا آدمی۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔ دونوں کی نظریں چاروں طرف دوڑیں اور پھر اوپر کی طرف اٹھیں۔

ٹھیک اسی لمحے نشانہ باندھ کر اسد نے فائر کیا۔ گولی ملبوتر سے چہرے والے آدمی کے سینے میں لگی۔اس کی چیخ بھی نہ نکل سکی اور وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح نیچے آرہا۔ لمبا تڑنگا نوجوان مشین گن لینے کے لئے لپکا۔ اسد نے یکے بعد دیگرے دو فائر کئے۔ وہ گھبرا کر پیچھے کی طرف بھاگا۔ اسد نے دو فائر اور کئے۔ ایک گولی بھاگتے ہوئے نوجوان کی ٹانگ میں لگی اور دوسرا نشانہ خطا گیا۔

اب پستول میں صرف ایک گولی تھی۔ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اسد اچھل کر بائیں طرف لپکا۔ اس کا شکار زخمی ٹانگ کی پروا کئے بغیر سامنے کی چٹان کے پیچھے سے ہو کر ان دو چٹانوں کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں اسے پناہ مل سکتی تھی۔ اچانک اس نے پلٹ کر اسد کی طرف گولی چلائی۔ اسد نے ایک دم ایک بڑے سے پتھر کی آڑ لے لی اور جلدی سے پستول میں گولیاں بھریں۔ نشانہ باندھنے کے لئے اس نے اپنا ہاتھ باہر نکالا ہی تھا کہ یکے بعد دیگرے دو فائر ہوئے۔ اس نے فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ گولیاں پتھر کے سامنے والے حصے سے ٹکرائیں۔ چند لمحوں تک خاموشی طاری رہی۔ پھر اسد اچھل کر سامنے والے پتھر کی آڑ میں آ گیا۔ ایک اور فائر ہوا لیکن گولی اسد کے بازو کے قریب سے گزر گئی۔

اس نے اپنا کوٹ اتارا اور ایک ہاتھ میں پکڑ کر پستول سے ٹھیک اس جگہ کا نشانہ باندھا جہاں سے فائر ہو رہے تھے۔ پھر اس نے بڑی پھرتی سے کوٹ باہر کی طرف لہرا کر واپس کھینچ لیا۔ چٹان کی اوٹ سے ہاتھ نکلا، فائر ہوا اور اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ پیچھے ہٹاتا اسد کی گولی اس کی کلائی کو چیر چکی تھی۔ ریوالور اچھل کر دور جا گرا اور اسی لمحے اسد نے ایک لمبی جست لگائی اور بجلی کی سی تیزی کے ساتھ لپک کر اسے اپنے پستول کی زد میں لے لیا۔

"ٹانگ اور کلائی کے بعد صرف دل باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم اس کی دھڑکن بند کرانا پسند نہیں کرو گے۔" اس نے اپنی فاتحانہ مسکراہٹ کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرتے ہوئے کہا۔ بھاری بھرکم جسم والا یہ لمبا تڑنگا نوجوان خاصا سخت جان معلوم ہوتا تھا۔ اس کی پتلون خون سے لت پت ہو چکی تھی۔ کلائی سے بھی خون بری طرح بہہ رہا تھا لیکن اس کی آنکھوں سے خوف کی بجائے غصہ ٹپک رہا تھا۔ وہ بڑے غضب ناک انداز سے اسد کو گھور رہا تھا۔

"تمھیں میرے نشانے کی داد ضرور دینی چاہیئے۔" اسد مسکرا کر بولا۔ "لیکن اس سے پہلے ہمارا باقاعدہ تعارف ہو جانا چاہیئے تاکہ ہم ایک دوسرے کے لئے اجنبی نہ رہیں۔"

وہ خاموشی سے اسد کو گھورتا رہا۔ چند لمحوں کے بعد اسد نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "شکل و صورت سے تم خالص عرب لگتے ہو لیکن تم عرب ہوتے تو اپنا تعارف کرانے میں شرم محسوس نہ کرتے۔"

وہ اچانک غرایا۔ "مسٹر اسد تم نے میرے ایک دوست کو قتل کیا ہے۔ میرا یہ دوست بغداد کے کئی با اثر لوگوں کا دوست بھی تھا اگر تمھیں یہ خوش فہمی ہے کہ مصری سیکرٹ سروس تمھیں قانون کے پھندے سے بچالے گی تو میں تمھیں قابلِ رحم سمجھتا ہوں۔"

"میرے رحم دل دوست مجھے خوشی ہے کہ مَیں تمھارے لئے اجنبی نہیں۔ شاید تم میرے بارے میں اتنا کچھ جانتے ہو کہ......"

اسد اپنا جملہ پورا نہ کر سکا۔

"مسٹر اسد ہماری گفت گو بڑے خوشگوار ماحول میں ہونی چاہیئے۔ اس سے پہلے کہ آپ پستول پھینکیں، مَیں آپ کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ میرے لئے مشین گن کا استعمال نئی بات نہیں۔"

آواز میں جس قدر مٹھاس تھی لہجہ اتنا ہی کرخت تھا۔ ایک لمحہ کے لئے پستول پر اسد کی گرفت سخت ہوئی پھر اس نے ٹھنڈی سانس لی اور پستول پھینک دیا۔ لمبا تڑنگا نوجوان لنگڑاتا ہوا آگے بڑھا اور اپنے ریوالور کے ساتھ اسد کا پستول بھی اٹھا لیا۔

عقب سے وہی میٹھی آواز بلند ہوئی۔ اس دفعہ لہجے میں کرختگی کی بجائے طنز تھی۔

"مسٹر اسد تمھارا نشانہ یقیناً بہت اچھا ہے لیکن خوش فہمی کے معاملے میں تم دوسرے عربوں سے مختلف نہیں۔"

اسد نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ مشین گن تانے کچھ اس خود اعتمادی کے ساتھ کھڑی تھی کہ اسد دل ہی دل میں داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے سنہرے بال ہوا میں اڑ رہے تھے۔ وہ واقعی بہت خوبصورت تھی۔ اسد نے ایسا متناسب جسم بیروت کی نائٹ کلبوں میں بھی نہیں دیکھا تھا۔

"اگر میرے کانوں نے دھوکا نہیں دیا تو غالباً آپ کہہ رہی تھیں کہ ہماری گفتگو بڑے خوشگوار ماحول میں ہونی چاہیئے۔ مشین گن کی نالی یقیناً خوشگوار نہیں ہو سکتی۔"

لڑکی نے قہقہہ لگایا اور مشین گن کا رخ نیچے کی طرف موڑ دیا۔ ٹھیک اسی لمحے اس کے سر پر بڑی شدید ضرب پڑی۔ وہ لڑکھڑایا۔ آنکھوں کے سامنے ایک دم اندھیرا چھا گیا اور پھر اسے محسوس ہوا کہ وہ تاریکیوں میں ڈوب رہا ہے۔

اسد نے آنکھیں کھولیں۔ سر ابھی تک دکھ رہا تھا لیکن تاریکیاں دور ہو چکی تھیں۔ اس نے سر کو زور سے جنبش دی۔ پھر آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

پہلے تو اسے کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اس خوبصورت کمرے میں اور اس آرام دہ بستر پر کیسے پہنچا۔ لیکن جب اس نے حافظہ پر زور دیا تو اس کی آنکھوں کے سامنے سے سنہرے بال اور مشین گن کی نالی گھوم گئی۔

وہ قید میں تھا۔ اسد نے کمرے کے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ دیواریں لکڑی کی بنی ہوئی تھیں۔ کھڑکی یا دروازے کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ کمرے کی سجاوٹ دیکھنے کے قابل تھی۔ ایک کونے میں انتہائی خوش نما صوفہ سیٹ پڑا تھا۔ قریب ہی ریڈیو گرام تھا۔ دائیں جانب ریفریجریٹر نظر آ رہا تھا۔ کمرے میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی اور وہ اس خوبصورت کمرے میں ایک قیدی تھا۔

ٹھنڈی سانس لے کر اسد نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظر ڈالی۔ پونے گیارہ بج رہے تھے۔ اگر یہ رات کے پونے گیارہ تھے تو اسے یہاں پہنچے تقریباً بارہ گھنٹے ہو چکے تھے۔ بارہ گھنٹے! اسد بے چین ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور سگریٹوں کے لئے پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈالا لیکن سگریٹ تو کوٹ کی جیب میں تھے اور کوٹ..........

اسد کی نظر خود بخود سامنے کی دیوار پر پڑی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی اور اس نے آگے بڑھ کر نفاست سے ٹنگے ہوئے کوٹ کی جیبیں ٹٹولیں۔ سگریٹ کیس اور لائیٹر کے سوا باقی ہر چیز غائب تھی۔

اس کا پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور کاغذ کا وہ ٹکڑا بھی غائب تھا جس پر بظاہر تو الٹی سیدھی بے معنی لکیریں تھیں لیکن اصل میں اردن اور شام کی سرحدوں پر اسرائیلی فوجوں کے اہم مراکز کی نشان دہی کی گئی تھی۔

کیا وہ اسرائیلی ایجنٹوں کی قید میں تھا؟ وہ یقیناً اُس کے متعلق بہت ساری معلومات رکھتے تھے۔ لیکن بغداد میں قیام کے دوران ان سے اس کی مڈبھیڑ کیوں نہ ہوئی تھی؟ اسے بغداد اس لیے بھیجا گیا تھا کہ عراقی سیکریٹ سروس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکے۔ کرنل عاصم کو شبہ تھا کہ بغداد اسرائیلی جاسوسوں کی سرگرمیوں کا مرکز بنتا جا رہا ہے۔ اور اسرائیل کے کچھ ایجنٹ عراقی سیکریٹ سروس میں شامل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اسد نے بغداد آتے ہی سب سے پہلے میجر مختار سے رابطہ قائم کیا تھا۔ میجر اس کا پرانا دوست تھا۔ انھوں نے بعض مہموں میں ایک ساتھ کام کیا تھا۔ اسد نے اپنے مشن کا مقصد بیان کیا تو میجر مختار خوب دل کھول کر ہنسا۔ "میرے عزیز دوست! ہم آنکھیں بند کر کے کام نہیں کرتے۔ اگر میں تمھیں یہ بتاؤں کہ یہاں کچھ لوگوں کو مصری سیکریٹ سروس میں اسرائیلی ایجنٹوں کی موجودگی کا شبہ ہے تو تمھاری کیفیت کیا ہو گی؟"

بغداد میں دس روزہ قیام کے دوران اسد کو کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جس سے کرنل عاصم کے شبہات کو وہ حق بجانب ثابت کر سکتا۔ اس دوران اسے ایک فائدہ ضرور ہوا اور وہ یہ کہ اس کا رابطہ پہلی بار حریت پسند تنظیم الفتح سے قائم ہوا۔ الفتح کے جس نمائندے سے اسد کی ملاقات ہوئی وہ فلسطین کے ایک مہاجر خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا نام منصور تھا۔ منصور کو عرب حکومتوں سے بڑے گلے شکوے تھے لیکن سب سے زیادہ وہ محاذِ آزادیٔ فلسطین کی قیادت سے بدظن تھا۔

"ہمیں سیاسی شعبدہ بازیوں کی ضرورت نہیں۔" منصور نے بڑے ہی تلخ لہجے میں کہا تھا۔ "ہماری سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ الفتح کو زیادہ سے زیادہ سرمایہ اور ہتھیار فراہم کیے جائیں۔ اسرائیل سے عرب حکومتیں یا محاذِ آزادی کے قائد نہیں صرف الفتح نمٹ سکتی ہے۔"

اسد نے منصور سے اسرائیلی فوجوں کی نقل و حرکت کے بارے میں بڑی معلومات حاصل کی تھیں۔

منصور دو بار اسرائیل کے اندر جا کر توڑ پھوڑ کی کارروائیوں میں حصہ لے چکا تھا اور اس کا کہنا تھا کہ اسرائیلی اردن پر بہت بڑے حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

"اگر تم میری آواز اپنی حکومت تک پہنچا سکو تو یہ ضرور کہنا کہ خلیج عقبہ کی ناکہ بندی کے بعد اسرائیلی جارحیت کا خطرہ شدید سے شدید تر ہو گیا ہے۔ یہودی اردن پر قبضہ کرنے کے اس سے بہتر موقع کا انتظار نہیں کریں گے۔"

منصور کے جذبات ایک محب وطن عرب کے جذبات تھے۔ لیکن اسد اسے کیسے بتاتا کہ آج کے دور میں جنگیں جذبات سے نہیں لڑی جاتیں۔ خلیج عقبہ کی ناکہ بندی کے بعد مشرق وسطیٰ میں کشیدگی یقیناً انتہا کو پہنچ گئی تھی لیکن اپنی اپنی بین الاقوامی ذمہ داریوں کے پیش نظر نہ تو اسرائیل اور نہ ہی عرب ممالک باقاعدہ جنگ کا خطرہ مول لے سکتے تھے۔

اسد سگریٹ سلگا کر بڑی بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اسے قید ہوئے بارہ گھنٹے ہو چکے تھے۔ یہ رات اس نے عمان میں گزارنے کا پروگرام بنایا تھا۔ وہ اردن کے حکام اور عوام کے خیالات اور جذبات کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ بڑے عرصے کے بعد عمان جا رہا تھا۔ شاہ حسین کے غیر متوقع دورۂ قاہرہ کے بعد مصر اور اردن کے تعلقات میں بڑی خوشگوار تبدیلی آ چکی تھی۔ اس نے وائرلیس کے ذریعہ اردن کی انٹیلی جنس سروس کو اپنے پروگرام کی اطلاع دے دی تھی۔ منصور نے الفتح کی عمان شاخ کو بھی اس کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔ الفتح کے نمائندوں سے اسکی ملاقات "مفرق" میں ہونی تھی جہاں سے وہ عمان تک اس کا ساتھ دیتے۔

لیکن اب وہ نامعلوم افراد کا قیدی تھا اس نے سگریٹ کا طویل کش لیا تو اسے بھوک کا احساس ہوا اس نے سگریٹ کا ایک اور کش لیا اور ریفریجریٹر کی طرف بڑھا۔ سینڈوچ اور ٹیبل گرڈ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی وہ پلیٹ نکال ہی رہا تھا کہ عقب سے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ ایکدم پلٹا۔

سیاہ نائٹ گون میں ملبوس وہی لڑکی کھڑی مسکرا رہی تھی۔ اس کے سنہرے بال شانوں پر

بکھرے ہوئے تھے اور وہ اس قدر خوبصورت دکھائی دے رہی تھی کہ اسد دم بخود ہو کر رہ گیا۔
چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ بڑے میٹھے اور بڑے دھیمے لہجے میں بولی۔
"امید ہے کہ یہاں کا ماحول آپ کو خوشگوار لگا ہوگا۔"

اسد نے جواب دینے سے پہلے پلیٹ میں سے ایک سینڈوچ اٹھایا۔ بھوک کا احساس شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا تھا۔

"پہلے آپ مجھے یہ بتایئے کہ میں بغداد میں ہوں یا تل ابیب میں؟"

لڑکی ایک دم ہنس پڑی۔

"آپ ہمارے مہمان ہیں۔" وہ قدرے توقف کے بعد بولی۔ "گو آپ نے ہمارے ایک آدمی کو قتل اور دوسرے کو زخمی کر دیا ہے لیکن ہم اپنے مہمانوں کو قانون کے حوالے نہیں کرتے۔"

اسد نے غور سے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"اگر یہ تل ابیب نہیں تو مجھے اپنے آپ کو قانون کے حوالے کرنے میں کوئی اعتراض نہیں۔"

لڑکی کے چہرے پر اچانک سنجیدگی طاری ہو گئی۔ وہ اس کے قریب آکر کھڑی ہو گئی۔

"آپ مجھے دوست تصور کریں، میں آپ کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچنے دوں گی۔ وہ آپ کو مار ڈالنا چاہتے تھے لیکن بخدا آپ کی جان بچانے کے لئے مجھے ان سے باقاعدہ لڑائی مول لینی پڑی۔" وہ اس کے اس قدر قریب آگئی کہ اس کے جسم سے اٹھنے والی مہک بھی وہ آسانی سے سونگھ سکتا تھا۔ وہ دل میں ہنسا۔

"آپ کیا چاہتی ہیں؟" چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اسد نے پوچھا۔

"میں آپ کی زندگی چاہتی ہوں۔" وہ اور قریب آکر بولی۔ "میں نہیں چاہتی کہ وہ آپ کو اس شبہ میں قتل کر دیں کہ آپ الفتح کے لئے بغداد سے کوئی خاص پیغام لے کر جا رہے ہیں۔"

اسد اس کی ذہانت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

"میں آپ کا شکرگزار ہوں۔" اسد نے پلیٹ پر سے آخری سینڈوچ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ کے لئے باقاعدہ کھانے کا انتظام نہ کر سکی۔" وہ مسکرا کر بولی۔ اس کے ایک ہاتھ نے آگے بڑھ کر اسد کا ہاتھ تھام لیا۔ "مجھے یقین نہ تھا کہ آپ کلوروفارم کے اثر سے اتنی جلد نکل آئیں گے پھر بھی میں نے احتیاطاً کچھ سینڈوچ بنوا کر یہاں رکھ دیئے تھے تاکہ آپ کو جب بھی ہوش آئے کھانے کے لئے کچھ مل سکے۔"

اسد کے ہاتھ پر لڑکی کی گرفت ایک لمحہ کے لئے مضبوط ہوئی، پھر وہ اچانک شب بخیر کہہ کر مڑی اور دروازے سے باہر نکل گئی، دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

پُراسرار بنیکر

"کرنل یعقوب سے کبھی میری ملاقات نہیں ہوئی"

سیاہ چشمے نے اس کی آنکھیں چھپا رکھی تھیں۔ لیکن ناک اور جبڑوں کی ساخت نے مختار کی توجہ فوراً اپنی طرف مبذول کر لی۔ وہ چلتے چلتے ایک دم رک گیا۔ یہ چہرہ اس کے لئے اجنبی نہ تھا۔ لیکن ذہن پر پورا زور ڈالنے کے باوجود وہ یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اس نے اسے کہاں اور کن حالات میں دیکھا تھا۔ وہ بنک کے گیٹ کے پاس کھڑا اخبار پڑھ رہا تھا۔ اخبار پڑھتے پڑھتے اس نے نظریں اٹھا کر مختار کی طرف دیکھا اور فوراً اپنا منہ موڑ لیا۔

مختار کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہوئی۔ اور پھر ایک دم اس کے ذہن نے تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ یہ موٹے موٹے ہونٹ یہ چپٹی ناک اور بڑے بڑے کان اس نے یقیناً پہلے بھی دیکھے تھے۔ اور جس انداز سے اس نے مختار کو دیکھ کر فوراً اپنا منہ موڑ لیا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بھی اسے پہچانتا ہے۔

مختار کو یہ شخص نہ جانے کیوں بڑا پراسرار سا لگا۔

اس کے ذہن میں کئی سوالات اُبھرے اور اس کے قدم ایک دم آگے بڑھے۔

"معاف کیجئے، آپ حسن تو نہیں؟"

وہ ایک دم چونک پڑا اور اخبار سے نظر ہٹا کر مختار کی طرف دیکھا۔

"جی...... جی...... میرا...... میرا نام مسعود ہے۔ آپ پہچاننے میں غلطی کر رہے ہیں۔"

اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ مختار نے کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ میرے ایک پرانے دوست سے اتنی مشابہت رکھتے ہیں کہ میرے قدم آپ کو دیکھ کر خود بخود رک گئے۔"

"بعض اوقات ایسا ہو ہی جاتا ہے۔" اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار ظاہر ہوئے۔

"کیا آپ کسی کا انتظار کر رہے ہیں؟" مختار نے دوستانہ لب و لہجے میں پوچھا۔

"میری بہن ایک چیک کیش کرانے اندر گئی ہوئی ہے۔ پتہ نہیں کیوں دیر کر دی اس نے۔ میں خود جا کر دیکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ بنک کے دروازے کی طرف مڑا اور مختار کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

مختار زیر لب مسکرایا۔ پھر وہ بڑی پھرتی سے سڑک پار کر کے بھاگتا بھاگتا اپنی کار تک پہنچا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ اس وقت اسے وزارت دفاع کے دفتر میں ایک انتہائی اہم اجلاس میں شرکت کرنی تھی۔ یہ محض اتفاق تھا کہ بنک کی عمارت کے سامنے سے گزرتے گزرتے اسے ایک قریبی دفتر میں ضروری کام یاد آ گیا تھا اور وہ کار کھڑی کر کے اس طرف جا رہا تھا کہ اس کی نظر اس شخص پر پڑی۔

کار میں بیٹھ کر مختار نے ایک بار پھر اپنے ذہن پر زور ڈالا۔ اچانک اسے کرنل یعقوب کی وہ دعوت یاد آ گئی جو پچھلے ماہ انھوں نے اپنی انگریز بیوی کی سالگرہ کے موقع پر دی تھی۔ اس دعوت میں کرنل یعقوب نے لبنان سے آئے ہوئے ایک معزز مہمان کا تعارف اپنے دوستوں سے کرایا تھا۔ گنجے سر اور گول مٹول چہرے والا یہ معزز مہمان بیروت کا ایک بینکر تھا جس نے حال ہی میں فلسطینی مہاجروں کے فنڈ میں پچاس ہزار پونڈ کا عطیہ دیا تھا۔ اس معزز مہمان کے ساتھ سنہرے

بالوں والی ایک انتہائی خوبصورت لڑکی اور موٹے موٹے ہونٹوں چپٹی ناک اور بڑے بڑے کانوں والا ایک انتہائی بھدا مرد بھی تھا۔

مختار نے کار سٹارٹ کی اور اسے گھما کر سڑک پر لے آیا۔ پھر بنک کے گیٹ پر نظر دوڑاتے ہوئے وہ تقریباً ڈیڑھ سو گز آگے نکل گیا۔ یہاں اس نے بائیں طرف کا سگنل دیکر کار روکی۔ اور جب راستہ صاف ہوا تو بڑی تیزی سے گلی میں گھس گیا۔ کار کھڑی کر کے وہ باہر نکلا اور گلی کے کونے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔

یہاں سے وہ بنک کا گیٹ بآسانی دیکھ سکتا تھا۔ کوئی دو منٹ بعد وہی شخص سنہرے بالوں والی ایک لڑکی کے ساتھ برآمد ہوا۔ ایک لمحے کے لئے دونوں رکے اور چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ پھر مرد نے لڑکی سے کچھ کہا۔ لڑکی نے اپنے ہاتھ میں گہرے سرخ رنگ کا ایک بکس تھام رکھا تھا۔ وہ اس نے مرد کو پکڑا دیا اور خود سڑک پار کر کے اس طرف چل دی جہاں کاریں کھڑی تھیں۔ سیاہ رنگ کی ایک امپالا شیورلیٹ کے قریب آ کر لڑکی نے دور سے مرد کو کوئی اشارہ کیا۔ مرد نے اشارے کا جواب دیا اور لڑکی کار میں بیٹھ گئی۔ چند لمحوں کے بعد کار فراٹے بھرتی ہوئی مختار کے سامنے سے گزر گئی۔ مختار نے ٹھنڈی سانس لی اور اس کی نظریں سیاہ چشمے والے شخص کا تعاقب کرنے لگیں وہ تیزی سے سڑک پار کر کے ہلکے آسمانی رنگ کی ایک کار کے پاس پہنچ چکا تھا۔ مختار نے جیب سے نوٹ بک نکال کر سیاہ امپالا شیورلیٹ کا نمبر درج کیا اور پھر تیزی سے اپنی کار کی طرف لپکا۔ چند منٹ بعد وہ بڑی احتیاط اور ہوشیاری کیساتھ ہلکے آسمانی رنگ کی کار کا تعاقب کر رہا تھا۔

سڑک پر ٹریفک زیادہ نہ تھی۔ اس لئے مختار کو تعاقب کرنے میں زیادہ دقت پیش نہ آئی ۔۔ لیکن اسے خدشہ تھا کہ کہیں سیاہ چشمے والے شخص کو شبہ نہ ہو جائے کہ اس کا تعاقب ہو رہا ہے۔ مختار نے دونوں کاروں میں اتنا فاصلہ رکھا تھا کہ اسے پہچانا نہ جا سکے۔

کوئی دس منٹ بعد ہلکے آسمانی رنگ کی کار ایک شاندار عمارت کے سامنے رکی۔ یہ عمارت ایک مشہور بین الاقوامی ثقافتی تنظیم نے حال ہی میں تعمیر کروائی تھی۔ اس کی تعمیر کے لئے خصوصی طور سے وزارت داخلہ سے اجازت لی گئی تھی۔

مختار نے اپنی کار کافی دُور روک لی تھی اور خود جلدی سے سیٹ پر نیم دراز ہو گیا تھا چند لمحوں کے بعد اس نے شیشے میں سے دیکھا۔ وہ سرخ رنگ کا بکس تھامے ہوئے عمارت کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ جب وہ اندر چلا گیا تو مختار نے اپنی کار آگے بڑھائی اور عمارت سے چند گز کے فاصلے پر واقع ریستوران کے سامنے روک لی۔ وہ بڑی پھرتی سے نکلا اور ریستوران میں گھس گیا۔ کاؤنٹر کی بجائے وہ سیدھا مینیجر کے کمرے کی طرف بھاگا۔

مینیجر تیس تینتیس سال کا ایک خوش اخلاق نوجوان تھا۔ اسے بات سمجھانے میں صرف ایک منٹ لگا۔ وہ ٹیلی فون مختار کے حوالے کر کے خود باہر نکل گیا۔ مختار نے اطمینان کا سانس لیا اور جلدی سے کرنل زبیر کا پرائیویٹ نمبر ڈائل کیا۔

"کرنل! مجھے اس وقت وزارتِ دفاع کے دفتر میں ہونا چاہیے تھا لیکن اتفاق سے میری مڈبھیڑ ایک ایسے آدمی سے ہو گئی ہے جو مجھے خاصا خطرناک نظر آتا ہے۔"

پھر مختار نے مختصراً پوری رپورٹ دی۔

"اب تم کیا چاہتے ہو؟" کرنل زبیر نے پوچھا۔

"کرنل یعقوب سے فوراً رابطہ قائم کیا جائے اور اس سے پوچھا جائے کہ بیروت کے بینکر سے اس کی ملاقات کیسے ہوئی۔ سیاہ امپالا شیورلیٹ کا سراغ لگایا جائے کہ وہ کس کی ملکیت ہے۔ بیروت کے بینکر کی نگرانی فوراً شروع کر دی جائے۔ اور سپیشل پولیس کا ایک دستہ یہاں بھیج دیا جائے۔ میں عمارت میں داخل ہو رہا ہوں۔ سیاہ چشمے اور چپٹی ناک والا آدمی باہر نکلے تو اسے حراست میں لے لیا جائے۔"

مختار ریسیور رکھنا چاہتا تھا کہ کرنل زبیر نے کہا: "میجر... ایک بات بتانا بھول گیا۔ عمان سے اطلاع آئی ہے کہ میجر اسد وہاں نہیں پہنچا۔ اس نے سرحد بھی عبور نہیں کی۔ میں بہت پریشان ہوں۔ میں نے مصری سیکرٹ سروس کو اسد کی پُراسرار گمشدگی کی اطلاع دے دی ہے۔"

استقبالیہ میں داخل ہوتے ہی مختار کی نظر سیاہ چشمے اور چپٹی ناک والے آدمی پر پڑی۔ وہ ادھیڑ عمر کی ایک امریکی عورت کے ساتھ اندر سے باہر نکلا تھا۔ دونوں کی نگاہیں ملیں، اور مختار نے دیکھا

کہ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوئے۔

"ہیلو مسٹر مسعود۔" وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھا۔ "کتنا عجیب اتفاق ہے کہ ایک گھنٹے کے اندر اندر ہماری دوسری ملاقات ہو رہی ہے۔"

"جی۔۔۔۔" اس نے گھبرا کر امریکی عورت کی طرف دیکھا، پھر فوراً اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔ "واقعی بڑا دلچسپ اتفاق ہے۔ غالباً آپ بھی میری طرح کسی کتاب کے سلسلے میں یہاں آئے ہیں۔" "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہاں دنیا کی ہر کتاب مل سکتی ہے۔ اگر کتاب لائبریری میں موجود نہ ہو تو بھی آپ کے لئے دنیا کے کسی بھی کونے سے منگوائی جا سکتی ہے۔ کیوں مسز جیکسن میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

امریکی عورت نے گھور کر مختار کو دیکھا۔ اور پھر عجیب سے بے ڈھنگے انداز میں ہنستے ہوئے کہا "لوگوں کے علمی اور ثقافتی ذوق کی تسکین ہمارا فرض ہے۔ کیا آپ کو بھی کوئی کتاب۔۔۔۔"

"جی نہیں۔ شکریہ۔" مختار بات کاٹ کر بولا۔ "میں شیخ داؤد سے ملنے آیا تھا۔ کرنل یعقوب نے ان کے لئے ایک پیغام بھیجا ہے۔"

مختار نے امریکی عورت کی آنکھوں میں اچانک چمک پیدا ہوتے دیکھی۔ سیاہ چشمے والا آدمی بھی ایک دم چونکا۔

"اندر تشریف لے آیئے۔" امریکی عورت قدرے توقف کے بعد بولی۔ "شیخ داؤد ایک ضروری کام سے باہر گئے ہیں۔ آنے ہی والے ہوں گے۔ میں ان کی سیکرٹری ہوں۔"

"اچھا تو مسز جیکسن میں رخصت چاہتا ہوں۔ اگر آپ ایک ہفتے کے اندر کتاب منگوا سکیں تو بڑی عنایت ہوگی۔" یہ کہہ کر سیاہ چشمے والے آدمی نے اپنے دونوں ہاتھ مصافحے کے لئے مختار کی طرف بڑھائے۔ "ہو سکتا ہے کہ ہماری ملاقاتیں اسی طرح ہوتی رہیں۔"

مختار نے مسکراتے ہوئے مصافحہ کیا اور کہا:

"ضرور ضرور۔۔۔۔ مجھے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوگی۔"

اس کے جانے کے بعد مختار امریکی عورت کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ اندر باقاعدہ دفتر لگا

ہوا تھا۔

یہ ہمارا ماس کنٹیکٹ ونگ Mass Contact Wing ہے۔ یہاں ہر روز ہزاروں خطوط آتے ہیں اور ہر خط کا جواب دیا جاتا ہے۔" مسز جیکسن نے کہا۔

"آپ کی تنظیم کے سرپرست بڑے امیر لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ اتنی شان دار عمارت اور اس کے اندر اتنا خوبصورت دفتر۔۔۔۔ !!" مختار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"علم اور ثقافت کے سرپرستوں کی دنیا میں کمی نہیں مسٹر۔۔۔۔۔ مسٹر۔۔۔۔۔"

"مجھے مختار کہتے ہیں"

وہ ایک خوبصورت کمرے میں داخل ہوئے۔ مختار کی نظریں قیمتی قالین اور شان دار صوفوں سے گزر کر سامنے دیوار پر ٹنگی ہوئی تصویر پر جم گئیں۔

یہ شیخ داؤد کی تصویر تھی۔ مختار نے کئی بار اخباروں میں یہ تصویر دیکھی تھی۔

شیخ داؤد کا شمار بغداد کے کامیاب ترین وکلا میں تھا۔ اس کی فرم کے دفاتر بیروت اور قاہرہ میں بھی تھے۔ بین الاقوامی ثقافتی تنظیم سے اس کا تعلق پرانا تھا لیکن جب سے وہ اس کا صدر منتخب ہوا ہوا تھا تنظیم کے ساتھ اس کی ذات کو بھی خاصی پبلسٹی ملنے لگی تھی۔

"آپ تشریف رکھیں۔ میں جاکر معلوم کرتی ہوں کہ شیخ صاحب کتنی دیر میں تشریف لا رہے ہیں۔" مسز جیکسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مختار کو زیادہ دیر انتظار کی زحمت نہیں کرنا پڑی۔ کوئی پانچ منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور دبلے پتلے جسم والا ایک پستہ قد آدمی داخل ہوا۔ اس کے چہرے سے ذہانت برس رہی تھی۔

"فرمایئے مسٹر مختار! مسز جیکسن کہہ رہی ہیں کہ آپ میرے لئے کوئی پیغام لائے ہیں؟"

مختار نے جھوٹ بغیر سوچے سمجھے بولا تھا اور اب اسے نبھانا مشکل تھا۔

"میں کرنل یعقوب کا ایک پرانا دوست ہوں۔" مختار نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے قانونی مشورے کی ضرورت تھی۔ کرنل نے مجھے آپ سے ملنے کا مشورہ دیا۔"

"مسٹر مختار! کرنل یعقوب سے میری کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ اور اگر آپ کو قانونی مشورے کی ضرورت

ہے تو میری فرم کے دفتر میں تشریف لائیے۔ میں پانچ چھ روز تک سخت مصروف ہوں۔ آپ مجھ سے ۱۶ جون یا اس کے بعد کسی بھی وقت ملاقات کر سکتے ہیں۔"

مختار کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دروازہ ایک دم کھلا اور مسز جیکسن انتہائی گھبراہٹ کے عالم میں داخل ہوئی۔

"شیخ صاحب! آپ کے چھوٹے صاحبزادے کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ آپ فوراً گھر پہنچیے۔"

شیخ داؤد کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمودار ہوئے۔ مختار نے ٹھنڈی سانس لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"انشاء اللہ آپ سے ضرور ملوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ میرا مسئلہ آپ اور صرف آپ حل کر سکتے ہیں۔"

یہ کہہ کر مختار کمرے سے باہر نکل گیا۔

سیاہ چشمے والا آدمی، سنہرے بالوں والی لڑکی، فلسطینی مہاجروں کے فنڈ میں پچاس ہزار پونڈ کا عطیہ دینے والا لبنانی بنیکر، شہر کا سب سے بڑا وکیل، اور بین الاقوامی ثقافتی تنظیم کا صدر، وزارتِ دفاع کے شعبۂ جاسوسی کا ایک اہم افسر...... یہ سب کردار مختار کے تصور میں ابھرے۔ پھر اسے وہ سرخ بکس یاد آیا جو سیاہ چشمے والا آدمی بنک سے یہاں لایا تھا۔ اور جب وہ یہاں سے باہر جا رہا تھا تو اس کے ہاتھ خالی تھے۔ مختار نے اس شخص کے سامنے کرنل یعقوب کا نام لیا تھا تو وہ کیسے چونکا تھا۔ کیا یہ سارے کردار ایک ہی سلسلے کی کڑیاں تھے؟ کیا اسد کی پُراسرار گمشدگی بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی؟

استقبالیہ سے گزر کر مختار باہر نکلا تو اس کی نگاہوں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ ایک کونے میں کھڑے ہوئے دو لمبے تڑنگے نوجوانوں کو دیکھ کر مختار کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ یہ سپیشل پولیس کے آدمی تھے۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا مختار اپنی کار کی طرف بڑھا۔ سپیشل پولیس کا ایک آدمی ٹہلتا ٹہلتا اس کے قریب آیا۔

"ہم نے اسے پکڑ لیا ہے۔" اس نے دوسری طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کے سے لہجے میں بتایا۔

"تھوڑی ہی دیر میں ایک پستہ قد دبلا پتلا آدمی نکلے گا۔ اس کا نام شیخ داؤد ہے۔ اس کا تعاقب اس

طرح کرنا ہے کہ اسے شبہ نہ ہو۔ جب وہ کہیں رکے تو سیکریٹ سروس میں اطلاع دے کر مزید ہدایات حاصل کرنا۔" یہ کہہ کر مختار نے اپنی کار سٹارٹ کردی۔

قید میں آج اسد کا تیسرا دن تھا۔ سنہرے بالوں والوں لڑکی دو مرتبہ اس سے ملنے آچکی تھی۔ اس کی خوش اخلاقی دیکھ کر اسد حیران تھا۔ اسے توقع تھی کہ اس سے پوچھ گچھ کی جائے گی لیکن یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ان کا قیدی نہیں بلکہ مہمان تھا۔ وہ کون تھے؟ یہ بات اس کے لئے ایک راز تھی۔ ابھی تک اس لڑکی کے علاوہ اسد کی کسی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی

اسد کے دل میں طرح طرح کے اندیشے جنم لے رہے تھے۔ اگر وہ اسرائیلی جاسوسوں کی قید میں تھا تو وہ یقیناً کسی انتہائی خطرناک منصوبے پر عمل کر رہے تھے۔ ریڈیو پر وہ خبریں باقاعدگی کے ساتھ سنتا۔ خلیج عقبہ کی ناکہ بندی کے بعد عرب ممالک اور اسرائیل کی فوجوں کے تصادم کا خطرہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اردن اور اسرائیل کی سرحد پر جھڑپیں بھی ہو چکی تھیں۔ "کیا اسرائیلی جاسوس عرب ممالک کے فوجی منصوبوں کا سراغ لگانے میں مصروف ہیں؟ کیا کرنل عاصم کا یہ شبہ درست ہے کہ اسرائیلی ایجنٹ عراق کی سیکریٹ سروس میں شامل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو چکے ہیں؟ اور کیا ان کی پہنچ اہم فوجی رازوں تک ہو چکی ہے؟" یہ اور اس قسم کے کئی سوال اسد کے ذہن میں ابھر رہے تھے اور پھر اچانک اسے میجر مختار کے یہ الفاظ یاد آئے۔ "یہاں لوگوں کا خیال ہے کہ اسرائیلی ایجنٹوں کی رسائی مصری سیکریٹ سروس تک ہو چکی ہے۔"

یہ بات صحیح ہو سکتی تھی۔ فوجی نقطہ نگاہ سے اسرائیل کو عراق سے زیادہ شام اردن اور مصر سے دلچسپی تھی۔ کیوں کہ ان ممالک کی سرحدیں اسرائیل سے ملتی تھیں۔

آج جون کی چار تاریخ تھی۔ یہ کمرہ اپنی تمام تر خوبصورتی کے باوجود اسے زہر لگنے لگا تھا۔ اس کی مہم جو زندگی نے کبھی اتنا آرام نہیں دیکھا تھا لیکن اس آرام سے اسے وحشت ہو رہی تھی۔ فرار کی

کوشش اس لیئے بے کار تھی کہ سنہرے بالوں والی لڑکی نے کہہ دیا تھا۔" اس کمرے میں ہوا بھی پراسرار طریقے سے آتی جاتی ہے۔ صرف ایک دروازہ ہے جو باہر سے کھلتا ہے اور باہر مشین گنوں سے مسلح دو نوجوان رات دن کمرے کی حفاظت کرتے ہیں۔ آپ کے ذہن میں کوئی خطرناک خیال آیا تو مجھے بڑا رنج ہوگا۔"

ایک طویل ٹھنڈی سانس لے کر اسد ریڈیو کی طرف بڑھا۔ خبروں کا وقت ہو رہا تھا۔ سوئچ آن کر کے وہ سامنے آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

خبریں مشرقِ وسطیٰ کی صورتِ حال کے بارے میں تھیں۔ کشیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔ اسرائیل کے خلاف کئی عرب ممالک مصر کی حمایت کا اعلان کر چکے تھے۔ عراق کی فوجیں اردن روانہ کی جا چکی تھیں۔

اسد نے سگریٹ سلگایا اور سوچنے لگا کہ اب عرب متحد ہو گئے ہیں اور اسرائیل کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح آمادہ اور تیار ہیں۔ کیا اب بھی اسرائیل جنگ کا خطرہ مول لینے کی کوشش کرے گا؟

وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ریڈیو کی ایک خبر نے اسے چونکا دیا۔" کل محکمہ دفاع کے ایک اعلیٰ افسر کرنل یعقوب کو پُراسرار حالات میں قتل کر دیا گیا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں مردہ پائے گئے۔ نامعلوم قاتلوں نے ان کے سینہ اور سر پر چار گولیاں چلائیں۔ سپیشل پولیس نے قتل کی تحقیقات شروع کر دی ہے۔"

"کرنل یعقوب!" اسد ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ یہ نام اس کے لئے نیا نہیں تھا۔ کرنل یعقوب عراقی وزارتِ دفاع کے شعبہ جاسوسی میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا۔

اچانک اسے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور وہ ایک دم پلٹ پڑا۔ وہی سنہرے بال، وہی حسین چہرہ، وہی متناسب جسم، وہی دلکش مسکراہٹ اور وہی پُراسرار لڑکی اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے نیلے رنگ کا انتہائی چست لباس پہن رکھا تھا جس سے اس کے جسم کے نشیب و فراز پوری رعنائیوں کے ساتھ جھانک رہے تھے۔

"مسٹر اسد! آپ پریشان نظر آ رہے ہیں۔" وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی۔

"مجھے آپ کے حسنِ اخلاق نے پریشان کر دیا ہے۔" اسد مسکرا کر بولا۔" کیا اسرائیل کے سب لوگ اتنے ہی مہمان نواز ہوتے ہیں؟"

لڑکی نے قہقہہ لگایا۔ "آپ کے خیال میں مَیں اسرائیلی ہوں؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ آپ کون ہیں لیکن مجھے قید میں رکھنے کی ضرورت اسرائیلیوں کے علاوہ اور کس کو ہو سکتی ہے؟"

"آپ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ آپ قید میں ہیں" وہ قریب آ کر بولی۔ "کیا آپ کو یہاں کوئی تکلیف ہے؟"

"پھر مجھے کیوں بند کیا گیا ہے؟" وہ جھنجھلا کر بولا۔

چند لمحوں کے لئے وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھتی رہی پھر اچانک اس کے حسین چہرے پر سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"مسٹر اسد! وہ آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ میں نے آپ کی جان بچائی ہے۔ میں ان کے لئے کام ضرور کرتی ہوں۔ لیکن میرے اپنے احساسات بھی ہیں۔ میں مشین گن تھام کر بھی اپنے آپ کو عورت محسوس کرتی ہوں

آج ہمارا مشن مکمل ہو گیا ہے ہم رات کو کسی بھی وقت یہاں سے چلے جائیں گے آپ ابھی تک یہ بات تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ میں آپ کی دوست ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ کو کیسے یہ احساس دلاؤں کہ آپ کے بارے میں میرے جذبات بالکل ویسے ہی ہیں۔ جیسے کسی بھی عورت کے اس مرد کے بارے میں ہو سکتے ہیں۔ جسے وہ اپنے دل کے قریب محسوس کرے ۔ وہ آپ سے پوچھ گچھ کے لئے آنے والے ہیں، لیکن اس سے پہلے میں ...... میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے جذبات ...."

وہ اچانک پیچھے مڑی۔ دروازے کے قریب اس نے دیوار پر ہاتھ رکھا اور دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ اسد کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ لیکن جب وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی تو اس کے ذہن نے فیصلہ کر لیا۔

"اگر یہ جال ہے تو میں اس ضرور پھنسوں گا۔ شاید سنہرے بالوں والی یہ خوبصورت لڑکی خود ہی اپنے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس جائے۔"

فرار

اس کا نام ایڈنا تھا اور اس کا دادا اسپین سے لبنان آکر آباد ہو گیا تھا۔

"مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میری رگوں میں ہسپانوی باپ اور عرب ماں کا خون دوڑ رہا ہے"۔ اس نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

"حیرت ہے کہ ہسپانوی باپ اور عرب ماں کی بیٹی اسرائیل کے لئے کیوں کام کر رہی ہے"۔ اسد نے اس کے سنہرے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

وہ ہنسنے لگی۔ "وادی نیل کے نوجوان، یہ رات بڑی حسین ہے اور یہ لمحات جو ہم نے ایک ساتھ گزارے ہیں مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے۔ میں نہیں چاہتی کہ ایسے دلکش رومانی ماحول میں تم سیاسی بحث چھیڑ کر بدمزگی پیدا کرد۔ آج کی رات نہ تم عرب ہو اور نہ میں اسرائیلی، آج کی رات ہم دونوں انسان ہیں"۔

اسد نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں خمار تھا۔ آج رات وہ واقعی دو انسان تھے سنہرے بالوں والی یہ حسین لڑکی، جس کی رگوں

"جنگ تو ہم پہلا بم گرانے سے پہلے ہی جیت چکے ہوں گے"

میں ہسپانوی باپ اور عرب ماں کا خون دوڑ رہا تھا ، جو اسرائیل کے صیہونی خوابوں کی تکمیل کے لئے کام کررہی تھی ، وہ کیوں اسے اپنی آنکھوں کے سرخ ڈوروں میں جکڑنے کی کوشش کر رہی تھی ؛ وہ کیوں ایک دشمن ملک کے جاسوس پر اپنے خوبصورت جسم کی رعنائیاں نچھاور کررہی تھی ؟

"وادیٔ نیل کے نوجوان تم کیا سوچ رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ مجھے عمان جانے سے کیوں روکا گیا؟ مجھے قید میں کیوں رکھا جا رہا ہے؟ مجھے قتل کیوں نہیں کردیا گیا؟ مجھ سے کیا پوچھ گچھ ہونے والی ہے؟ اور ایک خوبصورت لڑکی کو کیوں میری خدمت پر مامور کیا گیا ہے ؟"

"میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ وہ تمھیں قتل کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے انھیں اس ارادے سے باز رکھا"

"لیکن کیوں — تمھیں مجھ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے ؟"

ایڈنا چند لمحوں تک چپ چاپ اس کی آنکھوں میں جھانکتی رہی۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر اٹھی۔

"تمھیں اس لیے پکڑا گیا کہ انھیں شبہ تھا کہ تم کسی اہم مشن پر عمان جا رہے ہو۔ بغداد میں تمھاری آمد ان کے لئے پراسرار تھی۔ تم نے یہاں الفتح کے نمائندوں سے رابطہ قائم کیا۔ تمھاری نقل و حرکت کی نگرانی ہوتی رہی۔ جب تم نے اچانک بغداد سے جانے کا فیصلہ کیا تو ہمیں حکم ملا کہ تمھیں پکڑ لیا جائے۔ ہم نے اس حکم کی تعمیل کی اور انھیں تمھارے پکڑے جانے کی اطلاع دی۔ میرا خیال تھا کہ وہ آکر تم سے پوچھ گچھ کریں گے۔ لیکن جب انھوں نے ہمیں ہدایت دی کہ تمھیں قتل کردیا جائے تو مجھے تمہارے ساتھ ہمدردی ہوگئی۔ میں نے انھیں بتایا کہ تمھیں قتل کرنے سے ہمیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بالخصوص اس صورت میں جبکہ ہمارا مشن پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ تمھیں زندہ چھوڑ دینا ان کیلئے خطرناک ہوگا لیکن میں نے ان کا فیصلہ تبدیل کرانے کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا۔ تمھیں میرا شکر گزار ہونا چاہیئے۔"

"میں یقیناً تمھارا شکر گزار ہوتا اگر مجھے تم یہ نہ بتا چکی ہوتیں کہ وہ مجھ سے پوچھ گچھ کے لئے آنے والے

ہیں۔ اور شاید مجھے ختم کرنے کا فیصلہ بھی کرلیں۔"

"یہ تمھارے رویہ پر منحصر ہے۔ اگر تم نے ان کے سوالوں کے تسلی بخش جواب دیئے تو وہ تمھیں زندہ چھوڑ جائیں گے تاکہ تم اپنے دوست میجر مختار کو ہماری مہمان نوازی کا قائل کرسکو۔ ورنہ ......"

"ورنہ کیا؟" اس نے وہاں سے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ورنہ تم اپنے ملک کی تباہی کی خبر سننے سے بچ جاؤ گے۔ لیکن مجھے تمھاری موت کا بڑا افسوس ہوگا۔"

اسد نے قہقہہ لگایا۔ "کیا اسرائیل کو واقعی یہ خوش فہمی ہے کہ وہ مصر کو تباہ کرسکتا ہے؟"

وہ اُٹھ کر اپنا لباس ٹھیک کررہی تھی۔

"صبح، اس وقت سے ٹھیک چار گھنٹے بعد اسرائیل کے طیارے مصر اور دوسرے عرب ممالک کے ہوائی اڈوں پر آگ اور تباہی کی بارش کررہے ہونگے اور اسرائیلی فوجیں صحرائے سینا میں داخل ہوچکی ہوں گی۔" یہ کہہ کر ایڈنا تیزی سے اسد کی طرف پلٹی۔

"یہ جنگ نہیں ہوگی دادی نیل کے نوجوان، یہ مذاق ہوگا۔ جنگ تو ہم پہلا بم گرانے سے پہلے ہی جیت چکے ہوں گے۔"

اسد کے سر پر جیسے ہتھوڑا پڑا۔ وہ پاگلوں کی طرح ایڈنا پر جھپٹا اور اپنے پنجے اس کے شانوں پر گاڑ دیئے۔

"عورت پر ہاتھ اٹھانا بزدلی ہے لیکن اگر تم نے میرے ساتھ تعاون نہ کیا تو میں تمھارا گلا گھونٹ دونگا۔"

ایڈنا نے قہقہہ لگایا۔ "اگر تمھارا خیال ہے کہ تم یہاں سے فرار ہوسکتے ہو تو یہ تمھاری خوش فہمی ہے۔ دروازے سے باہر دو مشین گنیں تمھیں اپنی خوش فہمی کا احساس دلادیں گی۔ ہم ٹھیک چار بجے یہاں سے روانہ ہوجائیں گے۔ اور اس سے پہلے ......"

اسد پر جیسے وحشت طاری ہوگئی۔ اس نے ایڈنا کا گلا دبوچ لیا۔ پہلی بار سنہرے بالوں والی اس حسین لڑکی کی آنکھوں میں دہشت کے آثار نمودار ہوئے۔

"مجھے چھوڑ دو ..... ورنہ ....."

اسد نے پورے زور سے اس کا گلا دبایا۔

ایڈنا نے چیخنا چاہا لیکن آواز اس کے حلق سے نہ نکل سکی۔ چند ہی لمحوں میں وہ بے حس و حرکت فرش پر آ رہی۔ اس کی خوبصورت آنکھیں باہر نکلی آ رہی تھیں۔ اسد کے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے جھک کر ایڈنا کے سینہ پر ہاتھ رکھا۔ دل آہستہ آہستہ دھڑک رہا تھا۔ وہ مری نہیں تھی۔ اسد نے اسے دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھایا اور جا کر بستر پر لٹا دیا۔ بستر کی چادر پھاڑ کر اس نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور پھر تولیا لپیٹ کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔

پھر وہ بڑی پھرتی سے دروازے کی طرف لپکا۔ اگرچہ دروازہ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اندازے سے اس نے لکڑی کی دیوار پر ہاتھ پھیرا۔ دیوار کی سطح ملائم اور بالکل صاف تھی۔ کوئی پانچ منٹ تک اس نے وہ جگہ تلاش کرنے کی ناکام کوشش کی جس پر ایڈنا نے ہاتھ رکھا تھا تو دروازہ بند ہو گیا تھا۔ اس نے قریب ہو کر غور سے لکڑی کی سطح کا جائزہ لیا۔ اچانک اسے ایک انتہائی چھوٹا گول سا دائرہ نظر آیا۔ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ اس دائرے پر اپنی انگلی رکھی اور زور سے دبایا۔ دروازے کو سرکتا دیکھ کر وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

ایک لمحے کے لئے اس نے بستر پر بندھی ہوئی بے ہوش ایڈنا کا جائزہ لیا پھر اس نے دروازے سے جھانک کر باہر دیکھا کوئی بیس فٹ تک چھ فٹ سے بھی کم چوڑا کاریڈار تھا۔ جس کے دوسرے کونے سے دو مخالف سمتوں کو راستے نکلتے تھے۔

اسد کا دل دھڑک رہا تھا۔ اس نے اپنے ذہن اور جسم کی تمام قوتیں سمیٹیں۔ وہ باہر نکلنے ہی والا تھا کہ اسے ایک پاؤں نظر آیا۔ وہ ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔

چند لمحے وہ بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر اس نے دوبارہ جھانک کر باہر دیکھا۔ دو آدمی آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ انھوں نے مشین گنیں تھام رکھی تھیں۔ اچانک اسد کو ایک دلچسپ ترکیب سوجھی اس نے پیچھے ہٹ کر اپنے حلق سے دردناک نسوانی چیخ نکالی حسب توقع کاریڈار میں کسی کے بھاگنے کی آواز سنائی دی۔ اسد نے انگلی دروازہ کھولنے اور بند کرنے والے

بٹن پر رکھی اور سانس روک کر کھڑا ہو گیا۔

بھاگنے کی آواز بالکل قریب آگئی۔ اسد کا دل زور سے دھڑکا۔ پھر ایک دم ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اسد نے تیزی سے بٹن دبایا اور اس سے پہلے کہ وہ آدمی پلٹتا اسد کا بھرپور ہاتھ اس کی گردن پر پڑا اور وہ کوئی آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو گیا۔

اسد نے لپک کر مشین گن تھام لی۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔ لیکن اسد نے فوراً ہی اسے سرکتے دیکھا۔ وہ اچھل کر ایک کونے میں ہو گیا اور مشین گن تان لی۔

"کیا ہے؟" دوسرا آدمی اس تیزی سے اندر داخل ہوا کہ اس نے اپنے ساتھی کو بے حس و حرکت پڑے ہوئے بھی نہ دیکھا۔ اسد نے دونوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ دروازہ کھلا تھا اس لئے گولیوں کی آواز گونجی۔ اسد تیزی سے باہر کی طرف بھاگا۔ کاریڈار سے گزر کر وہ بغیر کچھ سوچے بائیں جانب مڑ گیا کوئی دس گز کے فاصلے پر سیڑھیاں تھیں۔ وہ بجلی کی طرح اوپر چڑھا۔ سیڑھیوں کے کئی موڑ تھے اور اگر بلب نہ جل رہے ہوتے تو وہاں تاریکی ہی تاریکی ہوتی۔

"تو مجھے تہہ خانے میں قید کیا گیا تھا۔" اس نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے سوچا۔ اس کا خیال درست نکلا۔ یہ واقعی تہہ خانہ تھا اور جہاں سیڑھیاں ختم ہوتی تھیں وہاں ایک دروازہ تھا۔ دھڑکتے دل کے ساتھ اسد نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو وہ فوراً کھل گیا۔ باہر نکلنے سے پہلے اس نے مشین گن کو مضبوطی سے تھام لیا۔

"آخر تم آ ہی گئیں۔ ہمارا خیال تھا کہ ......" اسد اچھل کر باہر نکلا اور اس سے پہلے کہ کھڑے ہوئے دونوں آدمیوں کے حواس بحال ہوتے، مشین گن کی گولیاں ان کے جسم کو چیر چکی تھیں۔ ان میں سے صرف ایک چیخ سکا۔ یہ کسی بہت بڑی عمارت کا عقبی حصہ تھا۔ اسد نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی، صرف دائیں جانب کا راستہ کھلا تھا۔ وہ پوری رفتار کے ساتھ اس طرف بھاگا۔ عمارت پر تاریکی ہی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں اوپر سے اسے گولیوں کا نشانہ نہ بنایا جائے۔

تقریباً ۳۰ گز بھاگنے کے بعد وہ اس موڑ پر پہنچ گیا جہاں سے اسے لان اور باہر جانے کا راستہ صاف

نظر آرہا تھا۔ وہ اللہ کا نام لے کر اس طرف لپکا۔ گیٹ کے قریب سرخ رنگ کی کرسلر دیکھ کر اسکی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اسی لمحے اسے اوپر سے روشنیاں جلتی نظر آئیں۔ کار کا دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا اور ادھیڑ عمر کا ایک آدمی ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ اسد نے پورے زور سے اسے باہر گھسیٹا۔ وہ ہڑبڑایا لیکن دو ہی گولیوں نے اسے ڈھیر کر دیا۔ دور سے اب مختلف قسم کی آوازیں آنے لگی تھیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ سب گھبرائے ہوئے تھے۔ ایک عورت چیخ چیخ کر انگریزی زبان میں کہہ رہی تھی "بھاگو، وہ گیٹ کھول رہا ہے۔۔۔۔ بھاگو۔۔۔۔ گولی مارو اسے"

اسد گیٹ کھول کر کار کی طرف بھاگا۔ اس نے انجن سٹارٹ کیا ہی تھا کہ ایک گولی سامنے کے شیشے کو چکنا چور کرتی ہوئی نکل گئی۔ اسد نے پوری مہارت سے کار کو بیک کیا۔ دوسری گولی پچھلی سیٹ کے کے دائیں دروازے کو لگی۔ اسد نے پورے زور سے سٹیرنگ وہیل گھمایا اور ایکسیلریٹر پر اپنا پاؤں دبا دیا۔ گولیاں سنسناتی ہوئی آئیں لیکن اس کے قریب سے گزر گئیں۔ چند لمحے بعد وہ گولیوں کی زد سے باہر نکل چکا تھا۔

چار بج چکے تھے۔ رات کا آخری پہر تھا۔ لیکن نیند میجر مختار کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ دو بجے گھر پہنچا تھا۔ اس نے بیروت کے پراسرار لبنانی بنیکر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن ڈیڑھ بجے کے قریب اسے جو آخری اطلاع موصول ہوئی تھی اسکے مطابق وہ بیمار تھا اور ڈاکٹر کسی کو اس سے ملنے جلنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ اس کا نام فواد تھا اور لبنان کی خفیہ پولیس اس کے بارے میں صرف اتنا جانتی تھی کہ اس نے حال ہی میں فلسطین کے حریت پسندوں کی مالی امداد کی تھی۔

میجر مختار عام حالات میں پریشان نہ ہوتا لیکن مشرق وسطیٰ میں خطرناک صورتِ حال کے پیش نظر گذشتہ تین روز کے واقعات اس کے اعصاب پر بوجھ بن چکے تھے۔ بھدے ہونٹوں، چپٹی ناک اور بڑے بڑے کانوں والے پراسرار شخص نے گرفتاری کے بعد زہر کھا کر خودکشی کر لی تھی اور سگریٹ سروس

کا کوئی آدمی اس سے پوچھ گچھ نہ کر سکا تھا۔ مختار نے کرنل زبیر سے احتجاج کیا تھا کہ گرفتاری کے فوراً بعد اس کی جامہ تلاشی لے کر زہر کیوں برآمد نہیں کیا گیا تھا۔؟

شیخ داؤد ثقافتی تنظیم کی عمارت سے بڑے پراسرار حالات میں غائب ہوا تھا اور سپیشل پولیس کے آدمی اس کا تعاقب نہیں کر سکے تھے۔ گذشتہ تین روز سے اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔

سیاہ رنگ کی امپالا کار کا نمبر جعلی تھا۔ کیوں کہ دفتری ریکارڈ کے مطابق یہ نمبر گہرے پیلے رنگ کی ایک فیٹ کار کا تھا جس کا مالک محکمہ تعمیرات کا ایک اعلیٰ افسر تھا۔ شیخ داؤد کے روپوش ہونے کے ٹھیک بارہ گھنٹے بعد سیاہ رنگ کی امپالا شیور لیٹ بغداد کے شمالی علاقے میں پائی گئی۔ لیکن اس عالم میں کہ جل کر ناقابلِ شناخت ہو چکی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگائی گئی ہے۔

مختار نے کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کی لیکن فوراً ہی اسے کرنل یعقوب کا خیال آیا۔ کرنل یعقوب نے لبنانی بینکر کے بارے میں صرف اتنا بتایا تھا کہ اس سے اس کی ملاقات ایک پرائیویٹ کلب میں ہوئی تھی اور یہ ملاقات دوستی کا پیش خیمہ بن گئی۔

نہ جانے کیوں مختار کے ذہن میں کرنل یعقوب کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے تھے وہ اپنے شبہات کا اظہار کرنل زبیر پر کرنے سے پہلے خود کرنل یعقوب سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں جب اس نے کرنل زبیر سے بات کی تو اس نے بے زاری کے سے لہجے میں کہا تھا۔ "کرنل یعقوب اس کیس میں زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ میں اس سے دو مرتبہ مل چکا ہوں اور وہ سارے معاملے میں ہم سے بھی زیادہ بے خبر ہے۔"

لیکن مختار کو یقین نہ آتا تھا کہ کرنل یعقوب واقعی اتنا بے خبر تھا جتنا وہ ظاہر کرتا تھا۔ "میں آج رات کرنل یعقوب سے ضرور ملوں گا۔" اس نے کرنل زبیر سے کہا تھا۔ "مجھے یقین ہے کہ اس ملاقات سے میں مفید معلومات حاصل کر سکوں گا۔"

اس رات اس سے پہلے کہ مختار کرنل یعقوب سے ملتا وہ اپنی خواب گاہ میں مردہ پایا گیا۔ اس کے سینہ اور سر پر چار گولیاں چلائی گئی تھیں۔

کرنل یعقوب کا قتل پورے محکمہ دفاع کے لئے بم کا دھماکہ تھا۔ حکومت بہت پریشان تھی، کمانڈر انچیف نے سیکریٹ سروس، اسپیشل پولیس اور محکمہ دفاع کے شعبہ جاسوسی کو حکم دیا تھا کہ جس قدر جلد ہو سکے اس پُراسرار قتل کا سُراغ لگایا جائے۔ عام تھیوری یہ تھی کہ کرنل یعقوب کے قتل میں فوج ہی کے کسی گروپ کا ہاتھ ہے کیوں کہ حکومت کی رائے میں کرنل یعقوب نے فوج کے دائیں بازو کے انتہا پسند سازشی عناصر کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر لی تھیں۔ کرنل زبیر بھی اسی تھیوری پر چل رہا تھا۔ لیکن مختار کے نزدیک کرنل یعقوب کا قتل، بھدّے ہونٹوں اور چپٹی ناک والے شخص کی خودکشی، شیخ داؤد کی روپوشی اور جعلی نمبر والی سیاہ امپالا شیورلیٹ کا جل کر تباہ ہونا سب ہی واقعات ایک ہی سلسلے کی کڑیاں تھے۔ یہ سلسلہ کیا تھا؟ کہاں سے شروع ہوتا تھا؟ اور کہاں ختم ہوتا تھا؟ اس کے دوسرے کردار کون تھے؟ یہ سوالات بار بار مختار کے ذہن میں ابھرتے اور اسے وہ مشن یاد آتا جو میجر اسد کو بغداد لایا تھا۔

میجر اسد کا خیال آتے ہی مختار کے ذہن پر ہتھوڑے سے برسنے لگتے۔ کیا میجر اسد کو اس لئے اغوا تو نہیں کیا گیا تھا کہ اسے اپنے مشن میں تھوڑی بہت کامیابی ہوئی تھی؟ کیا انھوں نے میجر اسد کو قتل تو نہیں کر دیا تھا؟

اس امکان کے بارے میں مختار سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اسد اس کا بہت ہی عزیز دوست تھا۔ انھوں نے کئی مہموں میں ایک دوسرے کے ساتھ کام کیا تھا اور ایک دوسرے کی جان بچائی تھی۔ اسد ذہین اور بہادر ہی نہیں انتہا درجے کا قوم پرست بھی تھا۔ وہ سیکریٹ سروس میں بھی اسی لئے شامل ہوا تھا کہ اسے ان ہواؤں سے نفرت تھی جو اسرائیل سے آتی تھیں۔ مصری سیکریٹ سروس اسد کو صرف ایسی مہموں کے لئے منتخب کرتی تھی جن میں اس کے حریف اسرائیلی ہوتے۔ ایسی مہموں میں وہ جان کی بازی لگا دیتا۔

نیند میجر مختار کی پلکوں پہ آہستہ آہستہ حاوی ہونے لگی تھی۔ اس نے ٹھنڈی سانس لیکر آنکھیں بند کر لیں۔ ابھی وہ عالمِ غنودگی میں ہی تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ وہ ایک دم اٹھ بیٹھا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی

دوبارہ بجی۔ وہ جلدی سے اس طرف لپکا۔

"ہیلو"۔ اس نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"مختار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" یہ آواز جانی پہچانی تھی۔ مختار کا دل خوشی سے اچھلا۔

"اسد تم؟" اس نے جھٹ سے کہا۔ "تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟"

"یہ وقت باتیں کرنے کا نہیں۔" اسد بڑی تیزی سے بول رہا تھا "ایک ایک منٹ قیمتی ہے۔ میں بغداد ریستوران کے ٹیلی فون بوتھ سے بول رہا ہوں۔ پوری طرح تیار ہو کر پہنچو۔ آج ہمیں وقت کا مقابلہ کرنا ہے۔ فوراً پہنچو۔ کرنل زبیر کو فون کر دو کہ ہم دونوں بیس منٹ میں اس کے پاس پہنچ رہے ہیں۔"

میجر مختار نے اپنے مصری رفیق کار کی پوری داستان غور سے سنی۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ جب اسد ساری باتیں بتا چکا تو میجر مختار نے کرنل یعقوب کے قتل کی تفصیلات اسد کو بتائیں۔

"میری رائے میں اس پورے ڈرامے کا مرکزی کردار بیروت کا گنجا بینکر ہے جو بڑی فراخدلی کے ساتھ فلسطینی حریت پسندوں کی امداد کر رہا ہے۔" مختار نے کار کی رفتار ذرا اور تیز کرتے ہوئے کہا۔

اسد گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"مختار" وہ چند لمحوں کے توقف کے بعد بولا۔ "یہ گتھی ہم بعد میں سلجھا لیں گے۔ ہمیں سب سے پہلے تمام عرب حکومتوں کو اچانک ہوائی حملوں کے اسرائیلی منصوبے سے آگاہ کرنا ہے۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ میرے خیال میں کرنل زبیر کے ساتھ ہم وزارتِ دفاع کے دفتر چلیں۔ میں فوری طور پر قاہرہ سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔"

مختار نے کار کی رفتار اور بڑھا دی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ کرنل زبیر کی کوٹھی میں داخل ہو رہے

تھے۔ کرنل زبیر نے مسکرا کر دونوں کا خیر مقدم کیا۔ میجر مختار نے محسوس کیا کہ اس کا باس خلافِ معمول کچھ مضطرب سا نظر آ رہا ہے۔ کرنل زبیر سیکریٹ سروس کے ان افسروں میں نہیں تھا جو ہر وقت اپنی پیشانی پر شکنیں ڈالے رہتے تھے۔ کرنل زبیر سنگین سے سنگین صورتِ حال میں بھی اپنی زندہ دلی برقرار رکھتا تھا۔ لیکن آج اس کے چہرے پر اضطراب اور پریشانی کے آثار تھے۔ ایک بات جو مختار کو بہت ہی عجیب لگی، وہ یہ تھی کہ کرنل شب خوابی کے لباس میں نہیں تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ باہر نکلنے ہی والا ہے۔

"کیوں کیا بات ہے؟" کرنل زبیر نے مختار سے مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھے میجر اسد کے بچ نکلنے کی بہت خوشی ہے۔ لیکن اس وقت مجھے پریشان کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟"

مختار کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اسد بول پڑا۔

"کرنل! آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں کہیں سے بچ نکلا ہوں؟"

ایک لمحے کے لئے کرنل نے اسد کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ پھر اس نے بڑا بھرپور قہقہہ لگایا۔

"اگر تم کسی مصیبت میں نہ پھنسے ہوتے تو مصری سیکریٹ سروس کو تمھاری سرگرمیوں کا علم ہوتا۔" کرنل نے کہا۔

اسد نے معنی خیز نظروں سے میجر مختار کی طرف دیکھا۔

"کرنل!" تھوڑے سے توقف کے بعد اس نے کہا۔ "آپ نے ٹھیک اندازہ لگایا۔ لیکن آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟ آپ باقاعدہ سفری لباس میں ہیں۔"

کرنل کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہوئیں۔ پھر وہ مسکرایا اور مختار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"مختار نے ٹیلیفون پر مجھ سے یہی کہا تھا کہ تم لوگ بیس منٹ کے اندر پہنچ رہے ہو۔ میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے بہت ہی ضروری کام ہو اور ہمیں فوری طور پہ باہر جانا پڑے۔ اس لئے بیس منٹ کے اندر پوری طرح تیار ہو گیا۔"

"کرنل یعقوب کے قاتلوں کا سراغ مل گیا ہے۔" اسد نے اچانک کہا۔ "وہ اس وقت بغداد میں ہی ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو انھیں گرفتار کیا جا سکتا ہے۔"

کرنل زبیر مسکرایا۔ اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ کرنل ٹیلیفون کی طرف لپکا۔ لیکن اس سے پہلے اسد کا ہاتھ ریسیور پر پڑ چکا تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ یہ ٹیلیفون مصری سفارت خانے سے آیا ہے۔ میں نے انھیں کہہ دیا تھا کہ ہم آپ کے پاس ہوں گے۔ اگر کوئی ضروری پیغام ہو تو ہم سے یہاں رابطہ قائم کریں۔" یہ کہہ کر اسد نے ریسیور اٹھایا۔ اس آنکھیں کرنل زبیر پر جمی ہوئی تھیں۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز "ہیلو۔۔۔ہیلو ہیلو" کہہ رہی تھی۔

"جی۔۔۔۔ کیا بات ہے؟" اسد نے بڑی آہستگی سے کہا۔

"کرنل وقت بہت کم ہے ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے وہی نسوانی آواز آئی۔ اسد نے فوراً ریسیور رکھ دیا اور مڑ کر مختار سے کہا۔

"مصری سفیر نے میرا پیغام قاہرہ پہنچا دیا ہے۔"

"کیا؟" میجر مختار کے لہجے میں حیرت تھی۔

اسد نے کرنل زبیر کی طرف دیکھا جو اسے مسلسل گھورے جا رہا تھا۔

"کرنل آپ میرے ساتھ چلیں گے؟ ہم کرنل یعقوب کے قاتلوں کو گرفتار کرنے جا رہے ہیں۔"

کرنل کچھ سوچ کر بولا۔ "پہلے میں ساری بات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ میں آپ کو راستے میں بتا دوں گا۔" اسد نے کہا۔ "آپ میرے ساتھ چلیں گے اور مختار جا کر وزارت دفاع کو آنے والے خطرے سے آگاہ کرے گا۔"

"خطرہ؟" کرنل زبیر نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔ "کیسا خطرہ؟"

"یہ بھی میں آپ کو راستے میں بتا دوں گا۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔"

میجر مختار کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسد نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "کرنل زبیر اور میں

اس مشن کے لئے کافی ہیں. تمہیں فوراً وزارتِ دفاع کے دفتر پہنچنا چاہیئے۔"

"مجھے یقین ہے کہ آپ دونوں کوئی سنگین خطرہ مول نہیں لیں گے۔"

"فکر نہ کرو ہم میں سے ایک ضرور زندہ واپس آئے گا۔" اسد نے مسکرا کر کہا۔ اور پھر کرنل زبیر سے مخاطب ہوا۔ "کیوں کرنل؟"

کرنل زبیر نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔ ایک دم چونکا اور اسد کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"مجھے تم سے پورا اتفاق ہے۔"

غدّار

ایڈنا نے
یکے بعد دیگرے
دو فائر کیے اور ....

کرنل زبیر نے اپنی گاڑی گیٹ سے باہر نکالی اور سڑک کی طرف موڑ دی۔ اسد کو پہلی مرتبہ احساس ہوا کہ وہ نہتا ہے۔ مشین گن اس نے کار میں ہی چھوڑ دی تھی اور کار بغداد ریستوران کے سامنے کھڑی تھی۔

"کرنل آپ کو معلوم ہو گا کہ میں بغداد کس مشن پر آیا تھا؟" تھوڑی دیر کے بعد اسد نے کہا۔

"تمھاری حکومت کو شبہ تھا کہ بغداد اسرائیلی جاسوسوں کی پناہ گاہ بنا ہوا ہے۔" کرنل زبیر نے ہنستے ہوئے کہا۔ اس کی ہنسی میں طنز تھی۔ "امید ہے کہ تم نے اپنی حکومت کا یہ شبہ دُور کر دیا ہو گا؟"

اسد نے پہلو بدلا اور کرنل کی طرف دیکھا۔ وہ بڑے اطمینان سے کار چلا رہا تھا۔

"اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ کرنل یعقوب اپنے ملک سے غداری کر رہا تھا تو آپ کا ردِ عمل کیا ہو گا؟"

"بس پھر تو یہ قہقہہ لگاؤں گا۔"

"اور اگر میں آپ سے یہ بھی کہوں کہ کرنل یعقوب کو اس لیے قتل کیا گیا کہ اس کی غداری کا راز فاش

ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا تو......"

"تو میں مصری سیکرٹ سروس سے درخواست کروں گا کہ میجر اسد کو ذہنی آرام کے لئے کسی پُر فضا مقام پہ بھیج دیا جائے۔"

اسد مسکرایا۔ اس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"کرنل! آپ نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ ہمیں کہاں جانا ہے؟"

کرنل نے مسکراتے ہوئے اسد کی طرف دیکھا۔ "تم نے بتانے کی زحمت بھی تو نہیں کی۔"

'اگلے چوراہے پہ دائیں جانب مڑ جائیے۔" یہ کہہ کر اسد نے گھڑی پہ نظر ڈالی۔ ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔ رات گزر چکی تھی۔

جب کرنل نے کار کا رخ دائیں جانب موڑا تو اسد کا دل دھڑک رہا تھا۔ اسے ایڈنا کے یہ الفاظ بار بار یاد آ رہے تھے۔

"ٹھیک چار گھنٹے بعد اسرائیلی طیارے مصر اور دوسرے عرب ممالک پہ آگ اور تباہی کی بارش کر رہے ہوں گے۔"

اس نے بے چینی سے پہلو بدلا اور کرنل زبیر کی طرف دیکھا۔ وہ بڑے اطمینان کے ساتھ کار چلا رہا تھا۔

"کرنل! اگر اس وقت ہم پہ بموں کی بارش ہونے لگے تو ہم کیا کریں گے؟"

کرنل نے سر گھما کر اسد کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پہ ایک عجیب سی پُر اسرار مسکراہٹ تھی لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

کار بڑی تیزی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ اسد نے اپنے اعصاب کو مضبوط بناتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ہر طرف سناٹا طاری تھا۔

"کار روک لیجئے کرنل۔" اس نے اچانک کہا۔ کوئی سو گز کے فاصلے پہ وہی پُر شکوہ عمارت نظر آ رہی تھی جہاں سے فرار ہو کر وہ بغداد ریستوران پہنچا تھا۔

کرنل نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا۔

"مسٹر اسد تم ہی نے کہا تھا کہ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ میں سو گز پیدل چلنے کے لئے تیار نہیں۔"

اس سے پہلے کہ اسد کچھ سوچتا۔ اسے اپنی پسلیوں میں نالی چبھتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اسد نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور اپنا سر سیٹ کی پشت پر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے بدترین اندیشے صحیح ثابت ہو رہے تھے۔ کار کا دروازہ کھلا۔ ادھیڑ عمر کا ایک انتہائی بدصورت آدمی مشین گن تھامے کھڑا تھا۔ اسد کے جسم میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔ وہ اپنی تمام قوتیں سمیٹتا ہوا باہر نکلا۔ قریب ہی ایک اور آدمی پستول تانے کھڑا تھا۔

چند لمحوں کے بعد کرنل زبیر کار سے باہر نکلا اور اسد کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر اسد کہ تمہارا استقبال مشین گن سے کیا جا رہا ہے۔ یہ لوگ تم سے کم ذہین نہیں۔ ٹیلیفون پر تم اپنی آواز اگر بدل لیتے تو شاید انہیں شبہ نہ ہوتا۔"

اسد کے ہونٹوں پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"کرنل تمہیں سفری لباس میں دیکھ کر ہی میں ٹھٹکا تھا اور جب تم نے میرے بچ نکلنے پر خوشی کا اظہار کیا تو میرے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ تمہیں میرے بچ نکلنے کا کیسے علم ہوا۔ لیکن اس کے باوجود میں تمہیں لے کر یہاں آیا ہوں۔ تمہیں میری ذہانت کے ساتھ ساتھ میری جرائت کو بھی سراہنا چاہیئے۔"

"تم خطرناک حد تک جرائت مند نہ ہوتے تو شاید ہم تمہیں زندہ چھوڑ دیتے۔"

یہ کہہ کر کرنل اس شخص کی طرف مڑا جس نے پستول تھام رکھا تھا۔ "اسے اوپر والے کمرے میں لے چلو۔ میں تھوڑی دیر میں وہاں پہنچتا ہوں۔"

پستول والے آدمی نے آگے بڑھ کر اسد کی جامہ تلاشی لی۔ اسد نے حقارت سے کرنل کی طرف دیکھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ بھوکے شیر کی طرح اس غدار پر جھپٹ پڑے لیکن مشین گن کی نالی دیکھ کر اس کے جسم میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔

چند منٹ بعد وہ ایک کشادہ کمرے میں آرام کرسی پر بیٹھا میجر مختار کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ مشین گن کی نالی زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔

اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور کرنل زبیر مسکراتا ہوا داخل ہوا۔ اس کے عقب میں ایڈنا تھی۔ اس کے سنہرے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر عجیب سی اداسی تھی۔ دونوں کی آنکھیں ملیں۔ ایڈنا نے اپنا منہ موڑ لیا۔

"مسٹر اسد! ایڈنا کی خواہش ہے کہ تمھاری موت اس کے ہاتھوں واقع ہو۔" کرنل نے قدرے توقف کے بعد کہا۔

"مرنے سے پہلے میں تم سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ غداری کی تمھیں کتنی بڑی قیمت ادا کی گئی ہے؟" اسد نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

کرنل نے قہقہہ لگایا۔ "ہر آدمی کی قیمت ہوتی ہے مسٹر اسد۔ کیا مصری سیکریٹ سروس تمھیں تمھاری قیمت ادا نہیں کرتی؟"

اسد کرسی سے اٹھا لیکن مشین گن کا رخ تیزی سے اپنی طرف مڑتے دیکھ کر بیٹھ گیا۔

"کرنل" اس نے ایڈنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر تمھیں اس بات کی خوشی ہے کہ تمھارا مشن کامیاب ہو گیا ہے تو مجھے تم پر رحم آتا ہے۔ اسرائیلی منصوبے کی تفصیلات اس وقت تک تمام عرب ممالک تک پہنچ چکی ہوں گی۔"

"بشرطیکہ میجر مختار وزارتِ دفاع کے دفتر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہو۔" کرنل زبیر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "میرے احمق دوست! وزارتِ دفاع کے دفتر پہنچنے سے پہلے ٹنک والے موڑ سے ضرور گزرنا پڑتا ہے اور جیسے ہی مجھے تمھارے فرار ہونے کی اطلاع ملی میں نے وہاں دو آدمی متعین کر دیئے تھے۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ مشین گن کی گولیوں کا نشانہ تمھاری بجائے بچارے مختار کو بننا پڑا۔"

اسد کا خون کھول اٹھا۔ ایک لمحے کے لئے اس نے کرنل کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ پھر اس

کی نظریں ایڈنا پر پڑیں جس کے ہاتھ میں اب پستول تھا۔ اس کے بعد اس نے اس آدمی کی جانب دیکھا جو مشین گن اٹھائے بُت بنا کھڑا تھا۔ مشین گن کا رُخ اسد کی ٹانگوں کی طرف تھا۔ اسد نے اپنی تمام قوتیں سمیٹ کر اللہ کو یاد کیا۔ پھر اس کا جسم پورے زور سے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اچھلا۔

عام حالات میں شاید اسد کبھی موت سے کھیلنے کی جرأت نہ کرتا لیکن اس وقت اسے اپنی زندگی کی فکر نہ تھی۔ تقریباً ۲۵ منٹ بعد اسرائیلی منصوبے کے مطابق عرب ممالک کے فوجی اڈوں پر تباہی برسنے والی تھی۔ جب اس نے پوری قوت سے اپنے جسم کو اوپر کی طرف اچھالا، اس وقت اس کے ذہن میں صرف ایک دعا تھی کہ خدایا! مجھے اپنا فرض مکمل کرنے کے لئے زندگی کے صرف چند اور لمحات عطا کر دے۔ اسد کچھ ایسی تیزی کے ساتھ اُچھلا تھا کہ مشین گن کا رُخ اس کی طرف نہ مڑ سکا اور اس سے پہلے کہ وہ آدمی اس غیر متوقع صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کیلئے اپنے حواس پر قابو پاتا، اسد مشین گن کی زد سے نکل کر اپنے بدحواس حریف کو بازوؤں کے شکنجے میں کس چکا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا کہ کرنل زبیر ایک لمحے کے لئے بے یقینی کے سے عالم میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ اسد مشین گن کا رخ اس کی طرف گھمانے کی کوشش کر رہا ہے تو وہ ایک دم پورے زور سے چیخا۔

"دیکھ کیا رہی ہو، گولی چلاؤ۔"

اسد نے مشین گن کی نالی گھمانے کے لئے پورا زور لگا دیا۔ لیکن وہ آدمی اس کی آہنی گرفت مں زخمی جانور کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اچانک اسد نے ایڈنا کو پستول اوپر اٹھاتے دیکھا۔ اسے جھرجھری سی آگئی اور اس نے اپنا سر چھپانے کی کوشش کی۔

فائر ہوا۔ ایک خوفناک چیخ کمرے میں گونجی۔ اسد کی آنکھیں ایک لمحے کے لئے خود بخود بند ہوئیں۔ اس کی گرفت بھی اُسی لمحے ذرا کمزور پڑی اور وہ آدمی اچھل کر اس کے شکنجے سے نکل گیا۔

"جیکب!!!" ایڈنا کی ترش آواز کمرے میں گونجی۔ "گولی مت چلانا۔"

مشین گن کا رخ اسد کی طرف مڑتے مڑتے رہ گیا اور اس نے بے یقینی کے عالم میں کرنل زبیر

کی طرف دیکھا جو دونوں ہاتھوں سے سینہ تھامے نیچے فرش پر لڑھک چکا تھا۔ کرنل کی پھٹی پھٹی آنکھیں ایڈنا پر جمی ہوئی تھیں۔

"کرنل! ہمارا مشن مکمل ہو چکا ہے۔ ہمیں آخری ہدایت یہ ملی تھی کہ روانگی سے پہلے ان تمام لوگوں کا صفایا کر دیا جائے جو آئندہ ہمارے کسی کام نہ آسکیں گے۔"

کرنل زبیر نے کراہتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ایڈنا نے یکے بعد دیگرے دو فائر کئے۔ عراقی سیکریٹ سروس کے زندہ دل فسرِ اعلیٰ نے جھرجھری لی اور اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ اسد نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور ایڈنا کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

"مسٹر اسد! تمھاری وجہ سے ہمارا پورا پروگرام متاثر ہوا ہے۔ لیکن میں تمھیں صرف اس لئے زندہ چھوڑے جا رہی ہوں کہ میری عرب ماں نے ہمیشہ مجھے بہادروں کی قدر کرنے کا سبق دیا۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ تم اپنے مشن میں ناکام ہو گئے ہو اس وقت سے ٹھیک بائیس منٹ بعد بغداد، دمشق، قاہرہ، عمان اور ہر اس مقام پر جہاں عربوں کے فوجی اڈے ہیں، اسرائیلی بمبار آگ برسا رہے ہوں گے۔ اور تم...... شاید تم سے پھر کہیں ملاقات ہو۔"

ایڈنا نے مسکرا کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا۔ اس سے پہلے کہ اسد اپنی جگہ سے ہٹتا اسے اپنے سر کے عقبی حصے پر ہتھوڑے کی سی ضرب پڑتی محسوس ہوئی وہ لڑکھڑا کر نیچے آرہا۔

میجر مختار کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہو۔ اس نے ہلنے کی کوشش کی تو اس کے منہ سے آہ نکلی۔ درد ناقابلِ برداشت تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں۔ اسے اپنے سامنے دھندسی چھائی نظر آئی۔ بڑی مشکل سے اپنا بایاں ہاتھ بڑھا کر اس نے سٹیرنگ وہیل پکڑا۔ خون شاید بہت زیادہ بہہ چکا تھا۔ اس نے آہستہ سے سر گھما کر اپنے دائیں شانے کی طرف دیکھا، خون اب بھی بہہ رہا تھا۔ ایک گولی ٹھیک بازو اور شانے کے جوڑ پر لگی تھی اور دوسری سینے سے ایک انچ ہٹ کر دائیں جانب۔ اس نے کراہتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ ہانپتے ہوئے

اس نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے ذہن پر زور ڈالا۔

اسے سب کچھ یاد آ گیا۔ کرنل زبیری کی کوٹھی سے یہاں پہنچنے میں اسے تقریباً پانچ منٹ لگے ہوں گے۔ لیکن جیسے ہی اس نے کار موڑی، سامنے سے گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ ونڈ سکرین چکنا چور ہو گئی اور شیشے کے ریزے اس کے چہرے سے آ ٹکرائے۔ اس نے پورے زور سے بریک پر اپنا پاؤں دبایا تھا۔ اسی لمحے یکے بعد دیگرے دو گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہو گئی تھیں۔

پھر اسے یاد آیا کہ وہ کیوں وزارتِ دفاع کے دفتر جا رہا تھا۔ اس نے فوراً آنکھیں کھولیں اور اپنی تمام تر قوتیں سمیٹ کر اٹھا۔ درد کا احساس تو بڑا شدید تھا لیکن جب اس نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی تو یہ احساس کچھ دب سا گیا۔

دفتر یہاں سے تقریباً ساٹھ گز کے فاصلے پر تھا۔ صبح ہو چکی تھی۔ اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی سڑک پر اکا دکا آدمی نظر آنے لگے تھے۔ اچانک اس کی نظر ایک لمبے تڑنگے نوجوان پر پڑی جو سڑک عبور کر کے فٹ پاتھ پر چلتا ہوا اس کی طرف آ رہا تھا۔ عامر کو دیکھ کر مختار کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ یہ نوجوان وزارتِ دفاع کے شعبۂ مواصلات میں کام کرتا تھا۔ اور پہلے بھی اس سے مختار کی ایک دو بار ملاقات ہو چکی تھی۔

"خدا کا شکر ہے کہ آپ سلامت ہیں۔ میں ڈیوٹی ختم کر کے دفتر سے نکلا تھا کہ آپ کی کار پر نظر پڑی۔ ونڈ سکرین کو چکنا چور دیکھ کر بھاگا آیا تو دیکھا آپ ہیں۔ میں نے پولیس اور ملٹری ہاسپٹل کے ایمرجنسی وارڈ کو مطلع ...."

"خدا کے لئے مجھے جلدی سے دفتر لے چلو، فوراً ایک لمحہ ضائع کئے بغیر...." مختار اس کی بات کاٹ کر بے صبری کے ساتھ بولا۔

"لیکن ......" وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن مختار نے پھر بات کاٹ دی۔

"میں کہہ رہا ہوں مجھے فوراً دفتر لے چلو۔ وقت بہت کم ہے۔ کمانڈر انچیف تک ایک ضروری اطلاع پہنچانی ہے۔ بہت ضروری....."

عامر نے سہارا دے کر مختار کو ایک طرف ہٹایا۔ نقاہت کی وجہ سے مختار اپنی آنکھیں بھی پوری طرح نہیں کھول پا رہا تھا۔ اس نے درد کے احساس پر قابو پاتے ہوئے سیٹ کی پشت پر ٹیک لگائی۔ عامر اس کے قریب بیٹھ کر کار سٹارٹ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"جلدی کرو عامر۔۔۔۔۔" مختار نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ پکڑتے ہوئے کہا۔ کار سٹارٹ ہوئی تو مختار نے اطمینان کا سانس لیا۔ تقریباً دو منٹ بعد عامر اور دفتر کے دو آدمی مختار کو سہارا دے کر اندر لے جا رہے تھے۔

"جلدی سے کمانڈر انچیف سے رابطہ قائم کرو۔" مختار نے کراہتے ہوئے کہا۔ وہ بڑی مشکل سے کرسی پر بیٹھنے میں کامیاب ہوا۔ درد اور نقاہت کا احساس بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا گہرا ہونے لگا تھا۔ چند لمحوں کے لئے اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ بے ہوشی کے عالم میں ایک انتہائی گہرائی کی طرف گرتا چلا جا رہا ہے۔

"میجر۔۔۔۔۔ میجر۔۔۔ کمانڈر انچیف فون پر ہیں۔۔۔ میجر۔۔۔۔۔" اسے جھنجھوڑا جا رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ عامر کا چہرہ اسے پوری طرح تو دکھائی نہ دیا۔ لیکن جب اس کے ہاتھ میں رسیور پکڑایا گیا تو ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی اور اس کا ذہن بیدار ہوا۔

"ہیلو سر۔۔۔ ہیلو۔۔۔ سر۔" اس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اسرائیل پانچ سات منٹ بعد تمام عرب ممالک پر اچانک ہوائی حملے کرنے والا ہے۔"

"کیا کہا؟" دوسری طرف سے حیرت زدہ لیکن گونج دار آواز آئی۔

"سر! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔۔۔ اسرائیل۔۔۔۔۔" مختار کی آواز لڑکھڑائی۔ وہ بڑبڑایا۔۔۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور اس کے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ٹیلی فون کا رسیور چھوٹ گیا۔

"ہیلو باس! میں ایڈنا بول رہی ہوں۔"

"میں تمھارے ٹیلیفون کا بڑی بے صبری سے انتظار کر رہا تھا۔" دوسری طرف سے انتہائی کرخت آواز آئی۔

"آپ کی ہدایت کے مطابق ہم نے کرنل زبیر کو ختم کر دیا ہے۔ ہم پانچ منٹ میں یہ مکان چھوڑتے والے ہیں۔ ٹھیک سات بجے یہ جگہ ڈائنامیٹ سے اڑ چکی ہوگی۔"

"اور وہ مصری ایجنٹ؟"

"وہ اس وقت ہمارے رحم و کرم پر ہے۔ میرے خیال میں اسے ختم کرنا ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا زندہ رہنا ہمارے لئے زیادہ مفید ثابت ہو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس خطرناک حریف کے معاملے میں کیوں رحم دلی کا ثبوت دے رہی ہو—؟ ہائی کمان اس سلسلے میں دو مرتبہ مجھ سے جواب طلبی کر چکی ہے۔"

"باس! اگر ہمارا مقصد خطرناک دشمنوں کو راستے سے ہٹانا ہے تو ہم اس وقت تمام عرب جرنیلوں کو ختم کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ لیکن میرے خیال میں ہمارا اصل مقصد عربوں کو ایک ایسا سبق دینا ہے کہ وہ پھر کبھی ہماری طرف آنکھ اٹھانے کی جرأت نہ کریں۔ میجر اسد کا زندہ رہنا ہمارے لئے واقعی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ اس اقدام کا مطلب یہی لے گا کہ ہم بغداد سے جا چکے ہیں۔ کیا عراقی سیکریٹ سروس اور وزارتِ دفاع کا اس غلط فہمی میں مبتلا رہنا ہمارے لئے مفید نہیں ہوگا؛ ہمارا مشن ابھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا۔"

"میں تمھاری ذہانت کا ہمیشہ سے معترف رہا ہوں لیکن میجر اسد کی موجودگی میں تم اور تمھارے وہ آدمی جن سے اس کی مڈبھیڑ ہو چکی ہے کھل کر کام نہیں کر سکیں گے۔"

"ہم بغداد سے میجر اسد کی روانگی کا انتظار کریں گے۔"

"میں تمھاری مصلحتوں میں دخل نہیں دینا چاہتا لیکن اگر ہائی کمان نے جواب طلبی کی تو.....؟"

"تو حسب سابق میں ان کے سامنے جواب دہ ہوں گی۔"

چند لمحوں کے لئے خاموشی طاری رہی۔ پھر دوسری طرف سے فیصلہ کن لہجے میں کہا گیا۔ "وقت بہت کم ہے۔ جو کچھ کرنا ہے فوراً کر کے وہاں سے نکل جاؤ۔"

ایڈنا نے اطمینان کا سانس لیا اور ریسیور رکھتے ہوئے اپنے سامنے کھڑے ہوئے آدمی سے کہا۔ "میجر کو ساتھ لے چلو۔ ہم اسے کسی مناسب مقام پر ڈال دیں گے۔"

سائرن کی آواز مسلسل بغداد کی فضاؤں میں گونج رہی تھی۔ گلی کوچوں، سڑکوں دکانوں گھروں غرضیکہ ہر جگہ لوگ ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ بغداد ریڈیو خبریں سناتے سناتے اچانک خاموش ہو گیا تھا۔ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سائرن کیوں بج رہا ہے اور ریڈیو ایک دم کیوں خاموش ہو گیا ہے؟ چند منٹ تک اہل بغداد ایک دوسرے کیلئے "سوالیہ نشان" بنے رہے پھر جب جیٹ طیاروں کی گڑگڑاہٹ اور گونج سنائی دی اور اس کے فوراً بعد بموں کے دھماکوں نے طیاروں کے شور کو دبا دیا تو لوگ پریشان ہو کر پناہ گاہوں کی طرف بھاگے۔ چند ہی لمحوں میں اسرائیل کے اچانک حملے کی خبر پورے بغداد کا موضوعِ گفت گو بن چکی تھی۔

ائیر فورس ہیڈ کوارٹر کے آپریشنز روم میں عراقی فضائیہ کے اعلیٰ افسر اپنے سربراہ کے متفکر چہرے پر نظریں جمائے کھڑے تھے۔ بموں کی آواز کے ساتھ ساتھ ان کے تاثرات بھی بدل رہے تھے۔

چند لمحوں کے بعد ایک نوجوان افسر جس کا تعلق "وائرلیس کمیونیکیشنز" سے تھا، تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔ سب کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ مؤدبانہ انداز سے آگے بڑھا اور کاغذ کا ایک ٹکڑا ایک افسر کی طرف بڑھایا جس نے خفیہ زبان میں مختصر پیغام پڑھ کر قدرے اطمینان کا سانس لیا۔ کمانڈر انچیف بے صبری سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تین فضائی اڈوں پر بیک وقت حملے سے ہمارے سات طیارے تباہ ہوئے ہیں۔ بروقت پیغام پہنچ جانے کی وجہ سے دو اڈوں پر کھڑے ہوئے طیارے حملے سے قبل پرواز کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن ان میں سے دو طیارے فضائی جنگ میں کام آ چکے ہیں۔ ہم نے اب تک دشمن کے دو طیارے گرائے ہیں۔"

یہ پیغام سن کر کمانڈر انچیف کے چہرے پر بے جان سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "کاش ہمیں دس

منٹ اور مل جاتے۔" اس نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ ایک لمحے کے لئے کمرے میں خاموشی طاری رہی۔ پھر فضائیہ کا ایک اعلیٰ افسر اپنے چیف سے مخاطب ہو کر بولا۔

"پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ عراقی فضائیہ اس تباہی سے بچ گئی ہے جس کا سامنا اس وقت دوسرے عرب ممالک کر رہے ہیں۔"

فضائیہ کے سربراہ نے اٹھ کر نقشہ پر نگاہ دوڑائی۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ اچانک مڑا اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور جب اس نے بولنا شروع کیا تو اس کی آواز میں ایک باہمت آدمی کا عزم تھا۔

"اگر دوسرے عرب ممالک کی فضائی قوت کو جنگ کے آغاز میں ہی مفلوج کرنے کی سازش کامیاب ہوگئی تو اسرائیل کی مکمل فضائی برتری کی راہ میں حائل ہونے کی ذمہ داری صرف عراق پر عائد ہوگی۔ ہم اپنے محدود وسائل کے باوجود یہ ذمہ داری پوری کریں گے۔ ہمارا جوابی حملہ حیفہ اور تل ابیب پر بیک وقت ہونا چاہیئے۔"

میجر اسد کو یوں محسوس ہوا جیسے خواب میں کوئی اسے جھنجھوڑ رہا ہے۔ اس نے مشکل سے اپنی آنکھیں کھولیں۔ فوجی وردی میں ملبوس دو نوجوان اس پر جھکے ہوئے تھے۔ اسد کا سر بری طرح دکھ رہا تھا۔ اس نے درد کے شدید احساس کو دبانے کے لئے اپنے سر کو زور سے ہلایا۔ کوشش کے باوجود وہ اپنے چہرے سے تکلیف کے آثار نہ مٹا سکا۔

چند لمحوں کے بعد اسے پوری طرح ہوش آیا تو ایک دم اٹھ بیٹھا۔ فوراً ہی اسے احساس ہوا کہ وہ ایک فوجی ٹرک میں ہے۔ اس نے اپنے ذہن پر زور ڈال کر سوچنے کی کوشش کی اور پھر جیسے اسے ایک دم بجلی کا جھٹکا لگا۔ اس نے جلدی سے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ سوا نو بج رہے تھے۔

"سوا نو.... میرے خدا!" اس کے منہ سے نکلا۔ پھر اس نے دونوں فوجیوں کی طرف دیکھا جو خاموشی سے اسے تکے جا رہے تھے۔ فوجی ٹرک بڑی تیزی سے سڑک پہ بھاگ رہا تھا اور اتنی ہی تیزی سے

اسد کے ذہن نے بھی کام کرنا شروع کر دیا۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں ؟ اور ہیں ......" اسد نے کچھ کہنا چاہا! مگر اچانک ایک فوجی نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہم زخمیوں کو ہسپتال پہنچا کر واپس آ رہے تھے کہ آپ پر نظر پڑی۔ آپ سڑک سے چند گز کے فاصلے پر بے سدھ پڑے تھے۔"

"زخمیوں کو ہسپتال پہنچا کر واپس آ رہے تھے ؟" اسد ایک دم بے چین ہو گیا۔ "کیوں خیریت تو ہے ؟"

اس فوجی نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا۔ پھر دونوں نے اسد پر اپنی نظریں جما دیں۔ اسد کیلئے ایک لمحے کی خاموشی بھی ناقابلِ برداشت تھی۔

"میں پوچھتا ہوں خیریت تو ہے ؟" وہ ایک دم چیخ کر بولا۔

"خیریت ......" ایک فوجی بڑبڑایا۔ کیا آپ کو علم نہیں کہ اسرائیل نے آج صبح تمام عرب ممالک پر بیک وقت حملہ کر دیا ؟"

"اوہ میرے خدا .... ! تو کیا وہ سچ کہہ رہی تھی۔" اسد کے منہ سے نکلا۔ دونوں فوجی حیرت سے اس کا منہ تکنے لگے۔ پھر انھوں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"کیا آپ اپنا تعارف کرا سکتے ہیں ؟" ایک فوجی قدرے توقف کے بعد بولا۔

"پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ جنگ کی صورتِ حال کیا ہے ؟" اسد نے بے قراری سے پوچھا۔

"ہمارا کام جنگ کی صورتِ حال معلوم کرنا نہیں ہے۔" دوسرے فوجی نے ذرا سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ بے ہوش پڑے وہاں کیا کر رہے تھے ؟"

"میں وہاں بے ہوش پڑا کیا کر رہا تھا ؟" اسد نے پوچھا۔ "یہ تو آپ بہتر بتا سکتے ہیں۔"

اس فوجی کو فوراً اپنے سوال کے احمقانہ ہونے کا احساس ہوا۔ "میرا مطلب ہے آپ کون ہیں اور بے ہوش کیسے ہوئے ؟" اس نے جھٹ سے کہا۔

"مجھے فوراً وزارتِ دفاع کے دفتر لے چلو۔" اسد نے کہا۔

"یہ ہمارے سوال کا جواب نہیں۔" اب کی بار اس فوجی کے لہجے میں کرختگی تھی۔

"اگر آپ مجھے اسرائیل کا جاسوس سمجھ رہے ہیں تو میں غلط فہمی رفع کرنے کے لئے اتنا کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں، کہ وزارت دفاع کے دفتر میں مجھے خوش آمدید کہا جائے گا۔ آپ فوراً مجھے وہاں پہنچا ئیں۔"

اسد کے پُراعتماد لہجے نے دونوں فوجیوں کو تذبذب میں ڈال دیا۔ انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر ایک فوجی ذرا نرم لہجے میں بولا۔ "کیا آپ کا تعلق وزارتِ دفاع سے ہے؟"

"ہو سکتا ہے کہ میرا تعلق سیکریٹ سروس سے ہو۔" اسد نے جواب دیا۔

دونوں فوجیوں کے چہروں پر اطمینان کے آثار نمودار ہوئے۔ ایک نے آگے بڑھ کر چھوٹی سی کھڑکی میں سے ڈرائیور کو ہدایات دیں۔ دوسرے نے اسد سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ زندہ ہیں۔ ورنہ آپ اس علاقے سے زیادہ دور نہیں تھے جہاں سب سے زیادہ شدید بمباری ہوئی۔"

اسد کے جسم میں ایک انجانے خوف کی لہر دوڑ گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایڈنا کی پُراعتماد فاتحانہ مسکراہٹ گھوم گئی۔

"اب سے ٹھیک چار گھنٹے بعد اسرائیل کے طیارے مصر، عراق اور دوسرے عرب ممالک کے ہوائی اڈوں پر آگ اور تباہی کی بارش کر رہے ہوں گے۔ اور ہماری فوجیں صحرائے سینا میں داخل ہو چکی ہوں گی۔"

اسد کے ذہن میں ایڈنا کے الفاظ گونجے۔ "یہ جنگ نہیں ہوگی وادئ نیل کے نوجوان! یہ مذاق ہوگا۔ جنگ تو پہلا بم گرنے سے پہلے ہی ہم جیت چکے ہوں گے۔"

وہ بغداد، قاہرہ، عمان، دمشق، سوئیز اور دوسرے کئی شہروں سے آگ اور دھوئیں کے بادل اُٹھتے دیکھ رہا تھا۔ تصور ہی تصور میں اس نے اسرائیل کے پہلے ہی وار میں عرب ممالک کی فضائی طاقت کو تباہ ہوتے دیکھا اور وہ لرز اُٹھا۔

پھر اسے مختار کا خیال آیا۔ کیا وہ کرنل زبیر کے دعوے کے مطابق لقمۂ اجل بن چکا تھا؟ کیا یہ نہیں

ہو سکتا تھا کہ وہ موت کے منہ سے نکل کر وزارتِ دفاع کو آنے والے طوفان سے آگاہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہو؟

اسامہ کا ذہن چیخ اٹھا۔ اس کی مٹھیاں خود بخود بھینچ گئیں۔ اچانک اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے فوجی نے پوچھا۔ "کیا آپ مصری ہیں؟"

"آپ کا اندازہ غلط نہیں۔" اسد نے مسکرا کر فسردہ سے لہجے میں جواب دیا۔ اس کا ذہن سوچنے لگا ـــــ "اس وقت مصر پر کیا بیت رہی ہو گی؟"

رات کی تاریکیاں بغداد پر چھا چکی تھیں۔ بلیک آؤٹ، مکمل اندھیرا، موت کی سی خاموشی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بغداد پر صدیوں کے بعد پہلی رات آئی تھی۔ اس رات کا کرب میجر مختار کچھ اتنی شدت کے ساتھ محسوس کر رہا تھا کہ اس کا جی اپنے زخموں کو بھول کر ہسپتال سے بھاگ جانے کو چاہتا تھا۔ جب اسے ہوش آیا تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ اسے ڈاکٹر نے بتایا کہ دو گھنٹوں کی جدوجہد کے بعد اس کے جسم سے گولیاں نکالی جا چکی تھیں۔ خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے نقاہت تو بہت تھی لیکن وہ خطرے سے باہر تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے سب سے پہلا سوال ڈاکٹر سے یہ کیا کہ مشرقِ وسطیٰ کی سنگین صورت نے زیادہ خطرناک شکل تو اختیار نہیں کی؟ ڈاکٹر کے چہرے پر فسردہ مسکراہٹ دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھنکا۔ اور جب ڈاکٹر نے جواب دینے کی بجائے نرس کو ٹرانسسٹر ریڈیو لانے کی ہدایت کی تو اس کے بدترین اندیشے یقین میں بدل گئے۔

ریڈیو بغداد سے قومی ترانے نشر ہو رہے تھے۔ خبروں میں اسرائیلی جارحیت کے خلاف عرب ممالک کی دفاعی کامیابیوں پہ زور دیا جا رہا تھا۔ ریڈیو کے "پُر اعتماد" انداز سے مختار کو کچھ سکون سا محسوس ہوا لیکن جب نرس نے اسے ایک خط لا کر دیا اور اس نے اس خط کا مضمون پڑھا تو اسے معلوم ہوا کہ عوام کے حوصلے بلند رکھنے کے لئے اصل حقیقت کو چھپایا جا رہا تھا۔

یہ خط وہ دو مرتبہ پڑھ چکا تھا۔ اس کے ذہن میں نفرت اور انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ اس

نے آہستہ سے بایاں ہاتھ بڑھا کر تکیہ کے نیچے سے وہ خط نکالا اور ایک بار پھر اس کی نظریں اسد کی جانی پہچانی تحریر پر پھسلنے لگیں۔

"میرے عزیز دوست!

مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تم خطرے سے باہر ہو۔ بغداد چھوڑنے سے پہلے میں تم سے ملنا چاہتا تھا لیکن تم بے ہوش ہو، اور میں کسی قیمت پر اپنے فرض کی پکار کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ تمام حالات تمھیں جلد ہی معلوم ہو جائیں گے۔ میں تمھیں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ اسرائیل نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر نہیں بلکہ اپنی کامیاب منصوبہ بندی اور ہمارے غداروں کی ناقابلِ معافی ضمیر فروشی کی وجہ سے یہ کامیابی حاصل کی ہے۔ مصر کی فضائیہ تباہ ہو چکی ہے۔ اردن اور شام کی فضائیہ کو مفلوج کیا جا چکا ہے۔ عراق تمھاری بدولت مکمل تباہی سے بچ گیا ہے لیکن اس وقت مختلف محاذوں پر جو جنگ ہو رہی ہے اس جنگ کا فیصلہ کرنل یعقوب اور کرنل زبیر جیسے ضمیر فروش اسرائیل کا پہلا بم گرنے سے پہلے ہی کر چکے تھے۔ اس وقت میں مصری سیکریٹ سروس کے ایجنٹ کی حیثیت سے نہیں ایک عرب قوم پرست کی حیثیت سے تم سے مخاطب ہوں۔ ہم یہ جنگ ہار چکے ہیں۔ اب ہمیں صرف اپنی شکست کو اسرائیل کی مکمل فتح میں بدلنے سے روکنا ہے۔ ہم اپنی غلطیوں، کوتاہیوں، خوش فہمیوں اور غفلتوں کا خمیازہ بھگت چکے ہیں، لیکن مکمل شکست اور مکمل تباہی ہمارا مقدر نہیں بن سکتی۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم اپنی صفوں میں سے کرنل یعقوب اور کرنل زبیر جیسے لوگوں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے اور ہم نے خاکِ عرب کے تقدس کی حفاظت کا عزم کر لیا تو قدرت ہمیں ایک اور موقع دے گی۔ رات خواہ کتنی ہی تاریک کیوں نہ ہو، ایک نئی صبح کو جنم دیتی ہے۔ آج سے ہمارا کام یہ ہے کہ اس نئی صبح کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں۔

عزیز دوست! بغداد میں اور بھی کرنل یعقوب اور کرنل زبیر ہوں گے۔ انھیں تلاش کرنا تمھارا کام ہے۔ ان دونوں کو قدرت غداری کی سزا دے چکی ہے لیکن ایسے ہی بہت سے غدار اب بھی بغداد، قاہرہ، دمشق، بیروت اور عمان میں موجود ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جن لوگوں سے ہمارا سابقہ

پڑا ہے وہ کسی بہت بڑی صیہونی تنظیم کا حصہ ہیں۔ اس تنظیم کی شاخیں کہاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں اس کی جڑیں کتنی گہری ہیں یہ مجھے معلوم نہیں، لیکن مجھے شبہ ہے کہ اس تنظیم کی پشت پناہی کرنے والوں میں کرنل یعقوب اور کرنل زبیر سے بھی زیادہ خطرناک آدمی شامل ہیں۔

میں منصور کے ہمراہ عمان روانہ ہو رہا ہوں۔ منصور کو تم جانتے ہو گے۔ اگر الفتح ایسے ہی محبِ وطن اور بہادر نوجوانوں پر مشتمل ہے تو میں تمھیں یقین دلا سکتا ہوں کہ اسرائیل کے عزائم کبھی بھی شرمندہ تکمیل نہیں ہو سکیں گے۔

میں عمان کیوں جا رہا ہوں یہ میں تمھیں فی الحال نہیں بتا سکتا۔ مصر سے مجھے صرف اتنی ہدایت ملی ہے کہ میں فوراً اردن پہنچوں اور الفتح کی صلاحیتِ کار کا جائزہ لوں۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے محاذِ جنگ پر بھی جانا پڑے۔ صورتِ حال خاصی تشویش ناک ہے۔ میں تم سے بہت جلد رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔ میری دعا ہے کہ تم بلد صحت یاب ہو کر اپنی نئی ذمہ داریاں سنبھال سکو۔ وزارتِ دفاع کے دفتر سے مجھے پتہ چلا ہے کہ تمھیں کرنل زبیر کی ذمہ داریاں سونپی جا رہی ہیں۔

______ تمھارا اسد"

شکست کے بعد

ٹیکسی مصری سیکریٹ سروس کی شکستہ عمارت کے سامنے آکر رکی۔ میجر اسد نے کرایہ ادا کیا۔ دفتر کے مسلح چوکیدار نے اسے ٹیکسی سے باہر نکلتے دیکھا تو بھاگا بھاگا آیا۔

"السلام علیکم۔" بوڑھے چوکیدار کی آواز خوشی سے لڑکھڑا رہی تھی۔ میجر اسد نے سلام کا جواب مسکرا کر دیا اور پھر بڑی گرم جوشی سے اپنے اس پرانے خیر خواہ سے مصافحہ کیا۔ وہ جب بھی کبھی مشن پر روانہ ہوتا یہ چوکیدار اسے دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتا، اور جب بھی سلامت واپس آتا وہ بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کرتا۔ باہمی خلوص اور محبت کا یہ رشتہ ایک افسر اور ایک ماتحت کے درمیان نہیں، دو انسانوں کے درمیان تھا۔ اس بوڑھے چوکیدار کا خلوص دیکھ کر میجر اسد کو اپنا باپ بھی یاد آجاتا۔

"آپ بالکل خیریت سے ہیں نا؟" چوکیدار نے پوچھا۔

"ہر سفر میں
موت میرا تعاقب
کرتی ہے"

میجر اسد افسردہ سے انداز میں مسکرایا۔ "تمھاری دعاؤں کا نتیجہ ہے۔"

جب وہ دفتر کی سیڑھیاں چڑھ کر کاریڈار میں داخل ہوا، تو اسد سوچ رہا تھا کہ ایک ماہ میں کیا سے کیا ہو گیا۔ ایک ماہ تو وہ قاہرہ سے غیر حاضر رہا تھا لیکن یہ سب کچھ چھ سات روز میں ہوا تھا۔ عرب دنیا کا تقریباً "تیس ہزار مربع میل علاقہ اسرائیل کے قبضے میں جا چکا تھا اور یہودی فوجیں نہر سویز کے کنارے اپنی "عظیم الشان" فتح کا پرچم لہرا رہی تھیں۔ صحرائے سینا پر اسرائیل قابض ہو چکا تھا۔ بیت المقدس جس کی تاریخ مسلمانوں کے خون سے لکھی گئی تھی صیہونی سامراج کے ہاتھوں عربوں کی "ذلت آمیز" شکست کی علامت بن چکا تھا۔ کیا یہ شکست واقعی ذلت آمیز تھی؟ کیا چند غداروں کا جرم تمام عربوں کا مقدر بن سکتا تھا؟ اسد کا قوم پرست ذہن اسرائیل کی فتح کو عربوں کی شکست تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ کرنل یعقوب کرنل نذیر اور ان جیسے نہ جانے کتنے ملت فروش "اسرائیلی فتح" کے معمار بنے تھے۔ لیکن عربوں کو شکست نہیں ہوئی تھی۔ اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں کا خمیازہ بھگتنے کے بعد بھی عربوں کے سامنے فتح کا راستہ کھلا تھا۔ یہ راستہ یقیناً "کٹھن تھا لیکن اسے ہموار کرنا ہر عرب قوم پرست کا فرض تھا۔

"ہیلو اسد......" میجر اسد چونک کر رک گیا۔ اس کا پرانا دوست اور ساتھی عبداللہ بھاگا بھاگا اس کی طرف آ رہا تھا۔ اسد اس وقت بڑا ہال عبور کر کے کانفرنس روم کی سمت مڑنے ہی والا تھا۔

دونوں دوست فرطِ مسرت سے ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ گئے۔ "یار تمھیں بغداد راس نہیں آیا۔ بہت دبلے ہو گئے ہو۔" عبداللہ نے مسکرا کر کہا۔

"میری فکر بعد میں کرنا۔ اپنی کہو، تمھاری آنکھوں کے گرد یہ خوبصورت حلقے کیسے پڑے ہیں؟"

"بس یار گذشتہ دس روز سے مسلسل دن رات کام ہو رہا ہے۔ باس نے فیلڈ ڈیوٹی سے نکال کر فائلوں میں الجھا دیا ہے۔ حکم یہ ہے کہ دس روز کے اندر تمام فوجی افسروں کی فائلیں تازہ ترین رپورٹ کے ساتھ مکمل ہوں۔"

"پھر تو تمھارے عیش ہو گئے۔ روز روز کی بھاگ دوڑ سے تو نجات مل گئی۔"

"نہیں دوست۔ ایکشن میں جو مزہ ہے وہ فائلیں چاٹنے میں کہاں۔ اور پھر اب تو صورتحال ہی بدل گئی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ سیکرٹ سروس چھوڑ کر پھر فوج میں چلا جاؤں۔"

"موشے دایان کو تمھارے خطرناک ارادوں کا علم ہو گیا، تو ہارٹ فیل ہو جائے گا بچارے کا۔"

"کوئی بات نہیں، امریکہ ماہرین امراضِ قلب سے بھرا پڑا ہے۔"

اسد کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اسی مانوس سریلی گھنٹی کی آواز بلند ہوئی جو کرنل عاصم خاص طور پر اسے طلب کرنے کے لئے بجاتا تھا۔

"معلوم ہوتا ہے باس کو دفتر میں میری آمد کا علم ہو گیا ہے۔ اب لنچ پر ملاقات ہو گی تم سے۔" یہ کہہ کر وہ جلدی سے مڑا، اور کانفرنس روم کی طرف بڑھ گیا۔ کرنل عاصم کا کمرہ اس کے ساتھ ہی تھا۔

کرنل عاصم بڑے انہماک کے ساتھ ایک فائل پر جھکا ہوا تھا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں دیکھ کر میجر اسد نے ٹھنڈی سانس لی۔ کرنل کی پیشانی پر شکنیں گن کر وہ اپنے اگلے مشن کی نوعیت کا اندازہ لگا رہا تھا۔

چند لمحے وہ خاموش کھڑا رہا۔ پھر کرنل کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے وہ آہستہ سے کھانسا۔ کرنل نے سر گھما کر اس کی طرف دیکھا۔ پھر اپنے مخصوص بارعب لہجے میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

اسد بیٹھ کر فائل سے کرنل کی توجہ ہٹنے کا انتظار کرنے لگا۔ اسی انتظار میں چند منٹ گزر گئے۔ کرنل جس انہماک کے ساتھ فائل کا مطالعہ کر رہا تھا اس سے اس نے یہی اندازہ لگایا کہ شاید اسے مزید ایک گھنٹہ اسی طرح خاموش بیٹھے رہنا پڑے۔ لیکن جلد ہی کرنل نے وہ فائل ایک طرف رکھ دی، اور دراز کھول کر ایک اور فائل نکال لی۔ اس فائل پر سرخ روشنائی میں "آپریشن بغداد" لکھا ہوا صاف نظر آ رہا تھا۔ یہ میجر اسد کی ہی فائل تھی۔

"میں نے تمھاری رپورٹ کا بغور مطالعہ کیا ہے۔" چند لمحوں کے بعد کرنل عاصم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرے لئے تمھارے انکشافات غیر متوقع نہیں۔ مجھے شروع سے ہی یقین

تھا کہ اسرائیل کی کوئی بین الاقوامی تنظیم عرب ممالک میں اپنا جال پھیلا چکی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکا کرنل۔" اسد نے کہا۔ اس کا لہجہ معذرتی تھا۔

"اس میں تمھارا کوئی قصور نہیں اسد۔ ہمیں ہوش ہی اس وقت آیا۔ جب کارروائی کے لئے ہمارے پاس وقت بہت کم رہ گیا تھا۔ میں نے عراقی وزارت دفاع سے جو معلومات حاصل کی ہیں وہ تمہارے لئے دلچسپی کا باعث ہوں گی۔ کرنل یعقوب کے قتل میں کرنل زبیر کا ہاتھ تھا۔ کرنل یعقوب دراصل بے گناہ تھا۔ اسرائیلی تنظیم سے اس کا رابطہ کرنل زبیر کی وساطت سے ہوا تھا۔ ابتدا میں کرنل زبیر کا خیال تھا کہ کرنل یعقوب آسانی سے قابو میں آجائے گا۔ پھر جب کرنل یعقوب نے دولت کے لالچ میں آنے کی بجائے کرنل زبیر کی سرگرمیوں کی ٹوہ لینا شروع کر دی تو کرنل زبیر کو خطرے کا احساس ہوا۔ کرنل یعقوب کو دولت کا لالچ اسی گنجے لبنانی بینکر کے ذریعے دیا گیا تھا جس کا تمھاری رپورٹ میں بھی ذکر ہے۔ اسی دوران میجر مختار کو شبہ ہو گیا کہ بغداد میں کچھ لوگ پراسرار سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ کرنل زبیر ان سرگرمیوں کا مرکزی کردار ہو سکتا ہے۔ لیکن اسے کرنل یعقوب پر شبہ ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے شبے کا ذکر کرنل زبیر سے کیا۔ کرنل زبیر نے اس کی بات ہنس کر ٹال دی لیکن وہ اس خیال سے پریشان ہو گیا کہ میجر مختار براہ راست کرنل یعقوب سے نہ رابطہ قائم کر لے۔ نتیجتہً کرنل یعقوب کو قتل کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوا تم جانتے ہو۔"

"اسد نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "میرے خدا! تو کیا کرنل یعقوب بے گناہ تھا؟"

عراقی وزارت دفاع کی رپورٹ تو یہی کہتی ہے۔ لیکن اس رپورٹ میں یہ شبہ ظاہر کیا گیا ہے کہ کرنل یعقوب کے ماتحتوں میں کچھ آدمی مشتبہ ہیں۔"

"میری رائے میں کرنل زبیر کے محکمے کی مکمل چھان بین بہت ضروری ہے۔"

"میجر مختار کو یہ ذمہ داری سپرد کی جا چکی ہے۔ وہ ابھی مکمل طور پر صحت یاب نہیں ہوا۔

اس لئے میں نے عراقی وزارتِ دفاع کو مشورہ دیا ہے کہ سیکریٹ سروس کے ہر فرد کی فائل کا مطالعہ فوراً شروع کر دیا جائے۔ اسرائیلی ایجنٹوں کو مہلت دینا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"لیکن باس! صرف بغداد ہی اسرائیلی ایجنٹوں کی سرگرمیوں کا مرکز نہیں تھا۔ میری رائے میں قاہرہ اور دمشق بھی محفوظ نہیں۔"

"تمھارا خیال درست ہے۔ میں نے اس اسرائیلی تنظیم کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی ہیں اس کا نام "اُفگر" ہے۔ یہ "آرگنائزیشن فار گریٹر اسرائیل" کا مخفف ہے۔ اس تنظیم کی شاخیں دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے نام مختلف ہیں۔ ایکمین کو اغوا کر کے تل ابیب لانے میں بھی اسی تنظیم کا ہاتھ تھا۔ اس تنظیم کا ہیڈ کوارٹر جینوا میں ہے اور اس کی ایک شاخ کا کام عرب ممالک میں تخریبی کارروائیاں اور جاسوسی کرنا ہے۔ اس شاخ کا مرکز میری معلومات کے مطابق بیروت ہے کیوں کہ وہاں کے عیسائی سرمایہ دار اسرائیل کے بارے میں عربوں کے نظریات سے اتفاق نہیں کرتے۔ بیروت کے جس بینکر نے کرنل یعقوب سے رابطہ قائم کیا تھا وہ بھی عیسائی ہے۔ اب وہ روپوش ہو چکا ہے اور لبنان کی حکومت کی درخواست پر اس کے بنک کے ڈائریکٹروں نے اسے بورڈ سے برطرف کر دیا ہے۔ اس کے حصص اور تمام مالی مفادات بھی ضبط کر لئے گئے ہیں۔ لیکن یہ بینکر محض ایک کردار تھا۔ ایسے اور بھی بہت سے کردار ہیں جو بیروت، بغداد، دمشق، قاہرہ، عمان اور نہ جانے کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔"

"اور میرا اگلا مشن ان کرداروں کو تلاش کرنا ہے۔" میجر اسد نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ تمھارا اگلا مشن اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ حکومت نے مجھے یہ فرض سونپا ہے کہ مصری فوج میں ایسے مشتبہ عناصر تلاش کئے جائیں جنھوں نے ارادتاً یا غیر ارادی طور پر اسرائیلی حملے کو کامیاب بنانے میں مدد دی۔ حکومت کو شبہ ہے کہ ایک دو جرنیل اور کئی دوسرے اعلیٰ افسر ملک سے غداری کے مجرم ہیں۔ آج کل میں تمام فوجی افسروں کی فائلیں مکمل کروا رہا ہوں۔ ہمیں اپنی رپورٹ ایک ماہ کے اندر حکومت کو پیش کرنی ہے کیوں کہ اس کے بعد شکست کے ذمہ دار افسروں پر فوجی عدالت میں

مقدمہ چلایا جائے گا۔"

کرنل عاصم خاموش ہو گیا۔ اس نے "آپریشن بغداد" کی فائل واپس دراز میں رکھ دی، اور ایک اور فائل نکالی۔ میجر اسد نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے نئی فائل کی طرف دیکھا۔

"تمھیں علم ہے کہ نائب صدر مستعفی ہو چکے ہیں اور ان کی نگرانی کی جا رہی ہے؟" قدرے توقف کے بعد کرنل عاصم نے کہا۔

"جی..... لیکن مجھے یہ نہیں معلوم کہ ان کی نگرانی کیوں کی جا رہی ہے۔" میجر اسد نے جواب دیا۔

"یہ تمھیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔ آج شام کمانڈر انچیف نے مجھے طلب کیا ہے۔ رات کو تم سے پھر ملاقات ہو گی۔ اس سے پہلے تم اس فائل کا مطالعہ کر لو۔ اس میں تمام اہم فوجی شخصیات کے بارے میں مختصر رپورٹ موجود ہے۔ تمھارا اگلا مشن اس فائل سے شروع ہوتا ہے۔ مشن کی تفصیلات میں تمھیں کمانڈر انچیف سے ملاقات کے بعد بتا دوں گا۔"

"او۔ کے باس۔ لیکن میرا خیال تھا کہ مجھ سے الفتح کے بارے میں کچھ پوچھا جائے گا۔"

"الفتح کے بارے میں تمھاری رپورٹ وزارت دفاع کے زیر مطالعہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تمھارا آئندہ مشن الفتح سے متعلق ہو۔"

ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ آج بڑے عرصے کے بعد اسد گہری نیند سویا تھا۔ خواب ہی خواب میں اسے گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ اس نے کروٹ بدل کر اس آواز کو نظر انداز کرنا چاہا۔ لیکن گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ اس نے ایک دم آنکھیں کھول دیں اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑایا۔ پھر اس نے لپک کر ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو۔" اس کی آواز میں نیند کا خمار تھا۔

"اسد! میں کرنل عاصم بول رہا ہوں۔ تم فوراً آفس پہنچو۔"

"اس وقت؟" اسد نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ سوا بارہ بجے تھے۔ ابھی تین ہی گھنٹے قبل وہ کرنل عاصم

سے ملاقات کر کے دفتر سے آیا تھا۔

"ہاں ابھی وقت۔ پوری طرح تیار ہو کر آنا"

"کیا مجھے سفر کرنا پڑے گا؟" اسد نے جمائی لیتے ہوئے پوچھا۔

"تم قاہرہ سے باہر جا رہے ہو"

"کتنی دیر میں پہنچ جاؤں؟"

"جتنی جلدی ہو سکے۔ میں تمھارے لئے گرم گرم کافی تیار رکھوں گا" کرنل عاصم نے بڑے دوستانہ لہجے میں کہا۔

"او کے باس! میں بیس منٹ کے اندر اندر پہنچ رہا ہوں" یہ کہہ کر اسد نے رسیور رکھ دیا اور نیند سے بوجھل جسم کو حرکت میں لانے کے لئے ہلکی سی ورزش کی اور باتھ روم میں گھس گیا۔

دس منٹ بعد وہ اپنی کار شارع عام کی طرف موڑ رہا تھا۔ سیکریٹ سروس کی شکستہ عمارت تک پہنچنے میں اسے کل آٹھ منٹ لگے۔ کار ایک طرف کھڑی کر کے وہ تیزی سے باہر نکلا۔ جب وہ کاریڈار عبور کر کے کانفرنس روم کی طرف مڑا تو اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔

"بارہ بج کر پینتیس منٹ!" وہ مسکرایا۔ سیکریٹ سروس میں تربیت کے دوران اسے سب سے زیادہ وقت کی اہمیت کا احساس دلایا گیا تھا۔ جب وہ تربیت مکمل کر کے باقاعدہ طور پر سیکریٹ سروس میں شامل ہوا تھا تو اسے کرنل عاصم نے کہا تھا۔

"مجھے تمھاری صلاحیتوں پر پورا اعتماد ہے۔ تمھاری انڈر ٹریننگ رپورٹ بہت اچھی ہے اس لئے میں تمھیں زیادہ مشورے دینا ضروری نہیں سمجھتا۔ صرف نپولین کا ایک جملہ دہرا رہا ہوں۔ تم کسی مشن میں ناکام بھی ہو گئے تو مجھے کوئی رنج نہیں ہو گا۔ لیکن اگر تم نے کسی مشن میں ایک منٹ بھی ضائع کیا تو سمجھ لو تم نے اپنے دشمن کو اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے ایک منٹ زیادہ کی مہلت دے دی۔"

کانفرنس روم کے دروازے کے ساتھ ہی کرنل عاصم کے کمرے کا دروازہ تھا۔ اس وقت پورے دفتر پر سناٹا طاری تھا۔ کرنل عاصم کی آواز اس سناٹے میں ایک پُر اسرار سی کیفیت پیدا کر رہی تھی۔

صاف ظاہر تھا کہ کرنل عاصم اپنے کمرے میں اکیلا نہ تھا۔

اس نے دروازے پہ ہلکی سی دستک دی۔

"آجاؤ۔" اندر سے کرنل عاصم کی بارعب آواز آئی۔

اسد دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ کرنل عاصم سڑک کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے قریب کھڑا تھا۔ اس کے سامنے ہی ایک انتہائی وجیہہ صورت نوجوان تھا۔ کرنل کی میز کے پاس غالباً کوئی خاتون بیٹھی تھی۔ اس کی پشت اسد کی طرف تھی اس لیے وہ اسے دیکھ نہ سکا۔

"اسد! حالات بڑی تیزی سے پلٹا کھا رہے ہیں۔" کرنل عاصم نے کسی تمہید کے بغیر گفت گو کا آغاز کر دیا۔ "ہمیں یقین نہیں کہ دشمن کہاں چھپا ہوا ہے اور اس کا اگلا وار کیا ہوگا۔ میں نے رات تمہیں جن مشتبہ افراد کی فہرست دی تھی اسے مکمل نہیں کہا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ جن پر ہم شبہ نہیں کر رہے وہی اصل مجرم ہوں۔ میرا دماغ چکرا گیا ہے۔ کچھ دیر پہلے مجھے حکم ملا ہے کہ بن یاسر کے جنرل آفیسر کمانڈنگ کی نگرانی فوری طور پر شروع کر دی جائے اور وہ بھی اس طرح کہ اسے اس بات کا شبہ تک نہ ہو۔ میرا مطلب تم سمجھ گئے ہو گے؟"

"تو میں بن یاسر روانہ ہو رہا ہوں۔"

"اس مشن میں تم اکیلے نہیں ہو گے۔" کرنل عاصم اچانک اس کی طرف مڑا۔ "ان سے ملو۔ یہ ہیں مسٹر سعد، انھیں پیرس سے بلایا گیا ہے۔ یہ بن یاسر کیمپ کے شعبہ مواصلات میں کام کریں گے۔"

اسد نے کنکھیوں سے اس وجیہہ صورت نوجوان کی طرف دیکھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر ایک دوستانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنے نئے رفیق کار سے مصافحہ کیا۔

"اور یہ ہیں کیپٹن عذرا العقوب، لیکن بن یاسر میں ان کا نام طاہرہ احمد ہوگا۔ یہ میجر جنرل عبد العزیز کے ذاتی عملے میں کام کریں گی۔"

اسد نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی عمر زیادہ سے زیادہ چھبیس برس ہو گی۔ اسکے چہرے پر بڑی معصومیت تھی اور اسد نے آج تک ایسی خوبصورت آنکھیں نہیں دیکھی تھیں۔

اسد نے جھک کر سلام کیا۔ وہ بدستور اپنی کرسی پر بیٹھی رہی۔ اس نے مسکرا کر اسد کا اسلام قبول کیا۔

"مجھے وہاں کیا کرنا ہوگا؟" اسد نے اچانک مڑ کر کرنل عاصم سے پوچھا۔

"تم وہاں سیکریٹ سروس کے ایجنٹ کی حیثیت سے روانہ ہو رہے ہو۔ اپنی شخصیت چھپانے کی ضرورت نہیں۔ تمھیں خود کو وہاں ایک لاابالی، لاپروا، آرام طلب اور کام سے اکتایا ہوا افسر ظاہر کرنا ہوگا۔ تمھارا کام بظاہر یہ ہوگا کہ فوجی افسروں کی فائلوں کی چھان بین کرو، اور اس کام میں تم پوری بے فکری اور اکتاہٹ کا مظاہرہ کرو گے۔ تمھارا اصل کام سعد اور طاہرہ سے رابطہ قائم رکھنا اور مجھے پوری صورتِ حال سے باخبر رکھنا ہوگا۔"

"کیا مجھے اپنے دائرۂ عمل میں کوئی فیصلہ کرنے کی اجازت ہوگی؟" اسد نے پوچھا۔

"یہ مشن معمولی نہیں، اور ہو سکتا ہے کہ تمھیں اپنے مشن کی تکمیل کے لیئے یا سعد اور طاہرہ کی حفاظت کے لیئے کسی کو قتل کرنا پڑے۔ تم اس دفعہ قتل کا خصوصی اجازت نامہ لے کر جا رہے ہو۔"

"جیمس بانڈ کبھی میرا ہیرو نہیں رہا۔" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ مجھے جیمس بانڈ بنانے پر مُصر ہیں تو میں اپنا تحریری احتجاج اس مشن کی تکمیل کے بعد پیش کروں گا۔"

"تحریری احتجاج کرنے کی مہلت شاید تمھیں نہ مل سکے، اس ماہ کے آخر میں شاید تمھیں خرطوم جانا پڑے۔" کرنل عاصم نے مسکرا کر اسد کی طرف دیکھا۔ پھر ایک دم اس کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔

"تم فوری طور پر بن یاسر روانہ ہو رہے ہو۔ تمھارے جانے کے ٹھیک تین گھنٹے بعد سعد اور طاہرہ بھی روانہ ہو جائیں گے۔"

اسد نے ایک نظر سعد پر ڈالی۔ پھر اس کی نگاہیں طاہرہ پر آجمیں۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"آپ سے عنقریب دوبارہ ملاقات ہوگی۔" یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف مڑا۔

"ٹھہرو"۔ کرنل عاصم کی آواز سن کر اس کے قدم رک گئے۔ "میں تمھیں ایک تحفہ دینا چاہتا ہوں۔"
کرنل عاصم نے آگر اپنی میز کی دراز کھولی اور اس میں ایک چھوٹی سی ٹارچ نکالی۔
"میرے خیال میں بن یا سر بہت تاریک جگہ تو نہیں"۔ اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اس ٹارچ میں تین بٹن ہیں"۔ کرنل عاصم نے اس کا فقرہ نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "سرخ بٹن دباتے سے روشنی پیدا ہوگی۔ سفید بٹن دباؤ گے تو نالی باہر نکلے گی اور سبز بٹن دباؤ گے تو گولی چلے گی۔"
"مجھے اپنے ۳۸ جانسن پر زیادہ اعتماد ہے لیکن میں اس تحفہ کو حفاظت سے رکھوں گا۔"

رات کی تاریکی میں اسد کی کار اس ویران سڑک پر پوری رفتار کے ساتھ بھاگ رہی تھی۔ ہوا میں اٹھتی ہوئی ریت سے بچنے کے لیے اس نے شیشے اٹھا رکھے تھے۔ گرمی کا احساس آہستہ آہستہ کم ہو رہا تھا۔ وہ ایک گھنٹے میں پچاس میل طے کر چکا تھا۔ اس نے سٹیرنگ ایک ہاتھ میں پکڑ کر گھڑی پر نگاہ ڈالی، دو بج کر پانچ منٹ ہوئے تھے۔ صرف چالیس یا زیادہ سے زیادہ پینتالیس منٹ کی مسافت باقی رہ گئی تھی۔ اس کے تھکے ہوئے اعصاب سکون مانگ رہے تھے لیکن گذشتہ تین چار برس سے بہت ہی کم دن ایسے آئے تھے جب اس نے اپنے اعصاب کو آرام دیا ہو۔
اچانک اسے شدید پیاس کا احساس ہوا۔ کار سڑک کے ایک طرف روک کر اس نے تھرماس میں سے پانی کے چند گھونٹ اپنے حلق میں انڈیلے اور پھر رومال سے منہ صاف کر کے ایک طویل سانس لی۔
"میری زندگی بھی کتنی عجیب ہے"۔ اس نے سوچا۔ "ایک سفر ختم ہوتا ہے تو دوسرا شروع ہو جاتا ہے اور ہر سفر میں موت میرا تعاقب کرتی ہے۔"
اس نے ونڈ سکرین سے سامنے پھیلے ہوئے ریگستان پر نظر دوڑائی۔ چاند کی مدھم روشنی میں اس نے سڑک کو ریت کے ٹیلوں میں گم ہوتے دیکھا۔ جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور ایک طویل سانس لے کر کار سٹارٹ کی۔ اپنے خیالوں میں کھویا ہوا وہ چند ہی فرلانگ آگے گیا ہو گا کہ

یکا یک اس کی نظر آئینہ پر پڑی۔ یہ دور بین آئینہ اس نے اسی مقصد کے لئے لگوایا تھا۔ اس کے لئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہ تھا کہ وہ کالا سا نقطہ جو آئینہ میں چمک رہا تھا کیا چیز ہو سکتی ہے۔ اس کے جسم میں ایک عجیب سی اعصاب کو جگا دینے والی لہر دوڑ گئی۔ اس کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔

"ہو سکتا ہے کہ یہ کار جو میرے پیچھے آ رہی ہے میرا تعاقب نہ کر رہی ہو" اس نے سوچا۔ لیکن پھر اسے خیال آیا کہ آتنی رات گئے، اس ویران راستے پر بغیر کسی اہم مقصد یا ہنگامی صورت حال کے سفر نہیں کیا جا سکتا۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ اس کی نقل و حرکت کی نگرانی قاہرہ سے نکلنے کے بعد ہی سے کی جا رہی تھی؟ اس کے کام کی نوعیت نے اسے ہر بات اور ہر چیز پر شک کرنا سکھایا تھا۔ اپنے اس شک کو رفع کرنے کے لئے اس کے ذہن میں فوراً ایک ترکیب آئی۔ سڑک پر جو سب سے پہلا موڑ آیا اس سے کچھ گز آگے اس نے کار روکی۔ جلدی سے باہر نکلا اور کار کا بونیٹ اٹھا کر انجن کا جائزہ لینے لگا۔ اس کے حواس آنے والی ہر صورت حال کے لئے تیار ہو چکے تھے۔

اسے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ بونیٹ کی آڑ سے اس نے خم کھاتی ہوئی سڑک پر سیاہ رنگ کی ایک کار کو اپنی رفتار ایک دم کم کرتے دیکھا۔ اسد کی نگاہوں میں فوراً تیز چمک پیدا ہوئی بونیٹ گرائے بغیر وہ فوراً کار کے اندر آ گیا۔ ایک نظر آئینہ پر ڈالی۔ کار اب بڑی آہستگی سے آگے بڑھ رہی تھی اور اس کی تجربہ کار آنکھوں نے فوراً پچھلی سیٹ سے باہر نکلے ہوئے ہاتھ میں پستول دیکھ لیا۔ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس نے ڈیش بورڈ میں سے دستی بم نکالا اور جھک کر دانت سے پن باہر نکالی۔ پھر لیور پر اپنا انگوٹھا زور سے دبائے باہر نکلا اور آ کر بائیں ہاتھ سے انجن کے پرزے ٹٹولنے لگا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ لیکن وہ اپنی حرکات و سکنات سے اپنے اضطراب کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

جب سیاہ کار سڑک کے موڑ پر پہنچی تو وہ گھوم کر اپنی کار کی آڑ میں آ گیا۔ بظاہر اس کی پوری توجہ کار کا انجن ٹھیک کرنے پر تھی۔ کار قریب آ رہی تھی۔ دستی بم کے لیور پر اسد کے انگوٹھے کا دباؤ اور زیادہ سخت ہو گیا۔ کار اب اور زیادہ قریب آ گئی۔ اسد نے اپنے جسم میں بجلی سی کوندتی محسوس

کی۔ اسے اس وقت بجلی کی سی تیزی کی ہی ضرورت تھی۔

سیاہ کار اب اتنی قریب آگئی کہ پستول سے فائر کیا جاسکتا تھا۔ اسی لمحے اسد تیزی سے کار کی آڑ میں پیچھے گھوما۔ یکے بعد دیگرے دو فائر ہوئے۔ ایک گولی بالکل اسد کے قریب سے گذری۔ اس نے تیسرے فائر کی مہلت دینا مناسب نہ سمجھا اور اچھل کر پوری مہارت سے دستی بم سڑک کے عین وسط میں سیاہ کار سے صرف چند فٹ کے فاصلے پر پھینکا اور خود اوندھے منہ نیچے گر پڑا۔

ایک لمحے کے لئے اپنے اندازے کے غلط ہونے کے امکان نے اس کے جسم میں سرد لہر دوڑادی۔ پھر جب زوردار دھماکہ ہوا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ نظریں اوپر اٹھا کر دیکھا تو سیاہ کار شعلوں کی لپیٹ میں آچکی تھی۔ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر وہ اٹھا اور جلتی کار کی طرف لپکا۔ ایک آدمی سڑک پر اوندھے منہ پڑا کراہ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ اسد اس آدمی کو شعلوں کی لپیٹ سے نکالنے کا ارادہ کرتا۔ ایک اور دھماکہ ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے کار کے پرخچے اڑ گئے۔ اس آدمی نے شعلوں سے بچنے کی بہت کوشش کی لیکن آگ اس کے کپڑوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔

اسد نے ٹھنڈی سانس لے کر آسمان کی طرف بڑھتے ہوئے دھوئیں کے بادلوں کو دیکھا پھر اس کے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ چند لمحوں کے بعد وہ مڑا۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا جب وہ اپنی کار کی طرف بڑھ رہا تھا تو اس کے ذہن میں یہ سوال گردش کر رہا تھا۔

"کیا انھیں میرے مشن کی نوعیت معلوم ہے؟"

کار میں ٹائم بم

بن یاسر قریب آرہا تھا۔ اسد نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ تین بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ تقریباً چھ میل کا فاصلہ اور طے کرنا تھا۔ اسد کا ذہن بڑی تیزی سے آنے والے واقعات کا خاکہ تیار کر رہا تھا۔

"میرا تعاقب کرنے والے یقیناً مجھے ختم کرنے کی ہدایت لے کر آئے تھے۔ اگر ان کا رابطہ بن یاسر میں کسی شخص سے ہے تو میرا صحیح سلامت وہاں پہنچ جانا کسی نہ کسی کے لئے حیرت کی بات ضرور ہو گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے راستے سے ہٹانے کے لئے عنقریب ایک اور کوشش کی جائے۔ اس صورت میں مجھے ہر وقت چوکنا اور محتاط رہنا ہو گا۔"

پھر اسد کو سعد اور طاہرہ کا خیال آیا۔ "اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ سعد اور طاہرہ جاسوسی کے لئے بن یاسر بھیجے جا رہے ہیں تو ان کا ردعمل کیا ہو گا؟ انہیں اس بات کا احساس تو ہو گیا ہو گا کہ وہ اب کھل کر کام نہیں کر سکتے۔ شاید وہ یہ بھی جان گئے ہوں کہ مصری حکومت تہمت پر مشتبہ افراد کو ٹھکانے

"کرنل فیاض محاذ جنگ پر تھا۔ اور سمیرہ اپنا بیشتر وقت کرنل محمود کے ہاں گزارتی تھی۔"

لگانے کا ارادہ کر چکی ہے۔ عین ممکن ہے کہ وہ اپنی سرگرمیوں پر پردہ رکھنے کے لئے بن یاسر میں اپنے ایجنٹ کو اسی طرح ٹھکانے لگا دیں جس طرح کرنل زبیر کو ختم کیا گیا۔"

اسد کو جھرجھری سی آگئی۔" اگر حکومت کو میجر جنرل عبدالعزیز پر شبہ ہو گیا ہے اور اگر یہ شبہ غلط نہیں تو مجھے دو محاذوں پر ان کا مقابلہ کرنا ہو گا۔ ایک تو میجر جنرل عبدالعزیز کے خلاف ٹھوس ثبوت حاصل کرنا اور دوسرے اسے کرنل زبیر کے انجام سے بچانا۔ مصر میں انگر کی سرگرمیوں کے بارے میں تفصیلات حاصل کرنے کے لئے میجر جنرل عبدالعزیز سے بہتر ذریعہ اور کیا ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ واقعی مجرم ہو اور اگر انگر کو معلوم ہو گیا کہ ہم اس اہم "ذریعے" کو اپنے قبضے میں لانا چاہتے ہیں تو کیا وہ میجر جنرل کو زندہ چھوڑیں گے؟"

اسد نے ایک طویل سانس لے کر کار کی رفتار کم کی۔ بن یاسر کی بیرونی چوکی قریب آرہی تھی۔ اس نے دور سے چند فوجیوں کو ٹہلتے دیکھا۔ بن یاسر میں داخل ہونے کے لئے چیک پوسٹ سے گزرنا ضروری تھا۔

چوکی کے قریب آکر اسد نے کار روک لی۔ ایک فوجی بھاگا بھاگا آیا۔ اس نے میجر اسد سے شناختی کارڈ طلب کیا۔ اسد نے جیب سے کارڈ نکال کر اسے دیا۔ اس نے غور سے کارڈ کا جائزہ لیا۔ پھر بڑے مؤدبانہ انداز میں کہا۔" آپ کو ایک منٹ یہاں رکنا ہو گا، میں کیپٹن صاحب کو آپ کا کارڈ دکھالاؤں۔"

میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔" اسد نے کار میں سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

سڑک سے چند گز دور چیک پوسٹ کا خیمہ نما دفتر تھا۔ اسد اس فوجی کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اندر داخل ہو کر دیکھا تو ایک نوجوان میز پہ ٹانگیں پھیلائے بڑے بے ڈھنگے انداز میں بیٹھا تھا۔ اس نے بڑی لاپروائی سے اسد کی طرف دیکھا۔ پھر اسد کے ساتھ آنے والے فوجی کو گھورنے لگا۔ اس بیچارے نے جلدی سے بڑھ کر اسد کا کارڈ کیپٹن کی وردی میں ملبوس اس نوجوان کو دے دیا۔ اسد بڑے غور سے اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ جیسے ہی اس نے کارڈ پڑھا وہ

فوراً اُٹھا اور اسد سے مصافحہ کیا۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوئے لیکن پھر اس نے اس گھبراہٹ کو ایک بڑی ہی پرتکلف مسکراہٹ میں چھپالیا۔

"آپ کی آمد کی اطلاع ہمیں مل گئی تھی میجر" اس نے مسکراتے ہوئے کہا: "میرا نام آذر ہے"

"میرا خیال ہے میں آپ کی توقع کے برعکس ۔ ۔ ۔ ۔" اسد ایک لمحے کے لئے رکا اور سگریٹ سلگایا" وقت سے پہلے ہی پہنچ گیا ہوں"

اسد نے اس کے چہرے کا رنگ بدلتے دیکھا۔ پھر اس نے ایک کھوکھلا سا قہقہہ لگا کر کہا۔ "میجر! رات کے وقت اس سڑک پر آپ کار پوری رفتار سے چلا سکتے ہیں۔ میں نے ایک دفعہ یہ سفر صرف سوا گھنٹے میں طے کیا تھا"

"آپ کو کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی ہوگی" اسد نے مسکرا کر کہا۔ وہ کرسی پر بیٹھ کر اپنی ٹانگیں میز پر پھیلا چکا تھا۔

"کیا مطلب ؟" کیپٹن آذر نے ایک دم اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"ریت بڑی کثرت سے اڑ رہی تھی۔ کچھ نظر نہیں آتا تھا اور راستے میں بڑے خطرناک موڑ ہیں۔ مجھے اپنی کار بڑی احتیاط سے چلانی پڑی۔

"اوہ!" کیپٹن آذر مسکرایا۔ پھر قدرے توقف کے بعد اس نے کہا۔" آپ قہوہ تو ضرور پئیں گے ؟"

"ضرور" اسد نے بھی مسکرا کر کہا۔" مجھے کچھ تھکن سی محسوس ہو رہی ہے"

"آپ یہاں آرام سے بیٹھئے۔ میں قہوہ تیار کرا کے لاتا ہوں"

"آپ کیوں زحمت کر رہے ہیں ؟ کسی کو بلا کر کہہ دیجئے"

اس میں زحمت کس بات کی ؟" کیپٹن آذر نے کہا اور باہر نکل گیا۔

چند لمحوں کے بعد اسد اٹھا اور لاپروائی سے ٹہلتا ہوا دروازے تک آیا۔ چند ساعت ل

کے لیے وہ خاموش کھڑا رہا۔ پھر اس نے جھانک کر باہر دیکھا۔

کیپٹن آذر چند گز کے فاصلے پر ایک فوجی کے ساتھ کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ اسد کی آنکھوں میں ایک دم تیز چمک پیدا ہوئی۔ اس نے دیکھا وہ فوجی تیزی سے پلٹا۔ کچھ دور ایک موٹر سائیکل کھڑی تھی۔ وہ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ کیپٹن آذر کچھ دیر رک کر واپس مڑا۔ اسد جھٹ سے دروازے کی اوٹ میں ہو گیا۔

کوئی دس منٹ بعد کیپٹن آذر کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک فوجی نے ٹرے اٹھا رکھی تھی۔ اسد میز پر ٹانگیں پھیلائے سگریٹ کے کش پہ کش لیے جا رہا تھا۔

"آپ میٹھا قہوہ پئیں گے یا......" اس سے پہلے کہ کیپٹن آذر اپنا فقرہ مکمل کرتا اسد بول پڑا۔ "میٹھا قہوہ بدذوقی سہی لیکن میں میٹھا ہی پیتا ہوں۔"

کیپٹن آذر مسکرایا۔ اس کے ساتھ آنے والا فوجی ٹرے میز پر رکھ کر چلا گیا۔ کیپٹن آذر قہوہ تیار کرنے لگا۔

"یہ جگہ بڑی پُراسرار ہے۔" اسد نے اچانک کہا۔ کیپٹن آذر ایک دم چونک پڑا۔ اسد نے فوراً وضاحت کی۔ "ہر فوجی کیمپ کا ماحول ایسا ہی ہوتا ہے اور پھر مجھے شہری زندگی سے باہر ہر جگہ پراسرار لگتی ہے۔"

کیپٹن آذر نے قہوے کی پیالی اسد کی طرف بڑھائی۔ "میں جب یہاں آیا تھا تو مجھے بھی یہ جگہ بڑی پراسرار لگتی تھی۔"

"آپ یہاں کب آئے تھے؟" اسد نے اچانک پوچھا۔

"اوہ!" کیپٹن آذر گھبرا سا گیا۔ "مجھے یہاں آئے زیادہ دن نہیں ہوئے۔"

اسد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے قہوے کے ایک دو گھونٹ لے کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

برآمدہ طے کر کے میجر اسد دائیں طرف مڑ گیا۔ سامنے استقبالیہ تھا۔ اسد نے وہاں پہنچ کر ڈیوٹی آفیسر سے اپنا تعارف کرایا۔

"کرنل صاحب آپ ہی کے منتظر ہیں۔" ڈیوٹی آفیسر نے اُٹھ کر اسد سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"کرنل؟" اسد نے ڈیوٹی آفیسر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ کرنل محمود آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"لیکن میں نے تو میجر جنرل صاحب سے ملاقات کا ٹائم مانگا تھا؟" اسد نے کہا۔

"جنرل صاحب آج دفتر نہیں آئے۔" ڈیوٹی آفیسر نے جواب دیا۔ پھر اس نے انٹرکوم پر کسی سے بات کی۔ "میجر اسد آگئے ہیں۔ میں انہیں آپ کے پاس لا رہا ہوں۔"

اسد نے جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ڈیوٹی آفیسر کی معیت میں ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوا۔ سامنے کرنل کی وردی میں ملبوس پینتیس چھتیس سال کا ایک خوش شکل آدمی بیٹھا تھا۔ اسد کو دیکھ کر وہ اٹھا اور بڑے تپاک سے اس کے ساتھ مصافحہ کیا۔

"میں جنرل صاحب کی طرف سے آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ انہیں آپ کی آمد کے بارے میں اطلاع دے دی گئی تھی، لیکن وہ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے آج دفتر نہیں آسکے۔ انشاءاللہ وہ عنقریب آپ کو ملاقات کا وقت دیں گے۔"

"انشاءاللہ۔" اسد نے خوشدلی کے ساتھ کہا۔

کرنل نے مسکراتے ہوئے اسے کرسی پیش کی۔ اسد نے بڑی لاپرواہی سے بیٹھ کر کمرے کا جائزہ لیا۔

"مجھے آپ کی آمد کا مقصد معلوم ہے۔ ہیڈ کوارٹر سے ہمیں کل رات ہی پیغام موصول ہو گیا تھا کہ آپ کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا جائے۔"

"جنگ ہارنے کے بعد ہم خواہ مخواہ فائلوں میں سر کھپا رہے ہیں۔" اسد نے اپنے آپ پر

بے دلی کی تمام کیفیات طاری کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن میجر یہ کام بہت اہم ہے۔ فوج میں فوری طور پر سکریننگ کی ضرورت ہے۔ اب تک ہم نے فوج میں بھرتی کے لئے کوئی ایسا معیار قائم نہیں کیا جس پر ملک سے کسی کی وفاداری پرکھی جا سکے۔ اقربا پروری اور احباب نوازی کا یہ حال ہے کہ نالائق سے نالائق آدمی کی بھی سفارش ہو تو کرنل اور میجر جنرل بن سکتا ہے۔"

"میں آپ سے اتفاق کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔" اسد نے بے تکلف ہوتے ہوئے کہا۔

کرنل اس کی بات سمجھ کر فوراً ہنس پڑا۔ "مجھے بھی آپ اسی صف میں شامل سمجھئے۔ مصر کی شکست کی ذمہ داری پوری فوج پر عائد ہوتی ہے اور میں اسی شکست خوردہ فوج کا ایک اعلیٰ افسر ہوں۔"

"میرا مطلب یہ نہ تھا۔" اسد نے جھٹ سے بات بدلتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اپنی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے خواہ مخواہ شکست کی ذمہ داری فوج پر ڈال رہی ہے۔ میں یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ ہماری فوج نااہل ہے یا اس میں وطن دشمن عناصر شامل ہو گئے ہیں۔"

"لیکن میجر یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہماری فوج کے اعلیٰ افسروں کی کمزوریاں دشمن کو معلوم ہوں اور انھوں نے ان کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا ہو۔"

"مثلاً۔" اسد نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"مثلاً ہمارے کئی جنرل طبعاً عیاش ہیں۔ انھیں اگر عیاشی کا سامان مہیا کر دیا جائے تو وہ ملک سے اپنی وفاداریاں بھی بھول جائیں گے۔" کرنل کا لہجہ بڑا سنجیدہ تھا۔

"میرے سامنے ایسی کوئی مثال نہیں۔ مجھے یہ تو معلوم ہے کہ اسرائیل وفاداریاں خریدنے کیلئے اس قسم کی پالیسی پر عمل کرتا ہے لیکن میں اپنے ہم وطنوں کے بارے میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ عارضی لذتوں کے لئے اپنے ملک سے غداری کر سکتے ہیں۔"

"میں یہ نہیں کہہ رہا میجر۔" کرنل محمود نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "میرا مطلب صرف یہ ہے

کہ دولت اور عورت کا لالچ بعض اوقات ضمیر کا گلا گھونٹ سکتا ہے۔ اس سے مراد خدانخواستہ یہ نہیں کہ ہمارے ہم وطنوں نے ایسا کیا ہو۔"

چند لمحوں کے لئے خاموشی طاری رہی۔ پھر اسد نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "یہاں کچھ تفریح وغیرہ کا بھی انتظام ہے؟"

"تفریح؟ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"میرا مطلب ہے کوئی کلب وغیرہ جہاں آدمی کچھ سکون حاصل کر سکے۔ آپ یہ نہ بھولئے کہ میں غیر شادی شدہ ہوں اور میرا بہترین فارغ وقت قاہرہ کی نائٹ کلبوں میں گزرا ہے۔" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کرنل نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"میرے دوست تم یہاں بہت اچھا وقت گزارو گے۔"

کرنل محمود سے ملاقات کے بعد اسد آ کر سونے کی تیاری کرنے لگا۔ اس کے لئے گیسٹ ہاؤس میں ایک چھوٹا سا کمرہ مخصوص کیا گیا تھا۔ خاصی پرانی عمارت تھی اور کمرہ بھی خاصی شکستہ حالت میں تھا۔ بن یاسر کی چھاؤنی کوئی پچاس سال پہلے انگریزوں نے تعمیر کرائی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ اس طویل عرصے میں عمارتوں وغیرہ کی مرمت پر کوئی توجہ نہیں دی گئی تھی۔ بہرحال سونے کے لئے یہ کمرہ بھی غنیمت تھا۔ اسد بڑی شدت سے نیند کی ضرورت محسوس کر رہا تھا کیونکہ رات سفر کے بعد اسے سونے کی مہلت ہی نہیں ملی تھی۔ کیپٹن آذر سے رخصت ہو کر جب وہ یہاں پہنچا تو ساڑھے چار بج رہے تھے۔ اس نے تھوڑا بہت آرام کرنے کی کوشش کی لیکن ذہن اس قدر مصروف تھا کہ ایک پل کے لئے بھی اس کی آنکھیں بند نہ ہو سکیں۔

اس کے ذہن میں بار بار یہ سوال گردش کر رہا تھا کہ کیپٹن آذر نے اس فوجی کو موٹر سائیکل پر کیا پیغام دے کر بن یاسر بھیجا تھا؟ اور یہ پیغام کس کے نام تھا؟ کیپٹن آذر کو دیکھتے ہی اس کی

رگِ اشتباہ پھڑکی تھی اور تھوڑی سی بات چیت کے بعد اس کا شبہ یقین میں بدل گیا تھا۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ کیپٹن آذر کے لئے اس کا صحیح سلامت پہنچ جانا غیر متوقع تھا؟ اگر راستے میں ہی اسے ختم کرنے کی کوشش کامیاب ہو جاتی تو وہ کبھی وہاں نہ پہنچتا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کیپٹن آذر اس کا نہیں ان لوگوں کا منتظر تھا جنھوں نے قاہرہ سے اس کا تعاقب کیا تھا۔

"میرے خدا یہ گورکھ دھندا میری توقعات سے زیادہ پھیلا ہوا ہے۔" اسد نے بستر پر لیٹتے ہوئے سوچا۔ "میں ان کے لئے خطرہ بن گیا ہوں۔ اس خطرے سے چھٹکارہ حاصل کرنے کیلئے ان کا اگلا وار کیا ہو گا؟"

اسد جلدی سے اٹھا اور کھڑکیوں اور دروازے کا جائزہ لیا۔ پوری طرح مطمئن ہو کر وہ پھر بستر پر آلیٹا۔ چند ہی لمحوں میں گہری نیند نے اسے آلیا۔

آنکھ کھلی تو پانچ بج چکے تھے۔ اسے شدید بھوک کا احساس ہوا۔ بستر سے اٹھ کر وہ باتھ روم میں گھس گیا۔ تقریباً نصف گھنٹے کے بعد وہ تیار ہو کر باہر نکلا۔ ریفرشمنٹ روم نچلی منزل پر تھا۔ بڑی لاپروائی سے سیٹی بجاتا ہوا وہ سیڑھیوں تک پہنچا۔

ریفرشمنٹ روم میں آکر اس نے سب سے پہلے کھانے کا آرڈر دیا پھر مینجر کے کمرے سے کرنل محمود کو ٹیلی فون کیا۔ کرنل گھر پر ہی تھا۔

"ہیلو میجر! تھکاوٹ دور ہو گئی آپ کی؟" کرنل محمود نے دوسری طرف سے بڑے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

"میں چوبیس میں سے بارہ گھنٹے سونے کا عادی ہوں۔ اگر شدید بھوک نہ لگ رہی ہوتی تو شاید کافی دیر تک سویا رہتا۔" اسد نے ہنس کر کہا۔

"اب پھر سونے کا ارادہ ہے؟" کرنل نے پوچھا۔

"آپ اپنا وعدہ بھول گئے؟" اسد نے کہا۔

"وعدہ؟" کرنل کی آواز میں حیرت تھی۔

"آپ نے کہا تھا نا کہ میں یہاں بہت اچھا وقت گزاروں گا؟"

"اچھا اچھا......" کرنل نے قہقہہ لگایا۔ "آپ کتنی دیر میں میرے پاس آ سکتے ہیں؟"

"پیٹ بھرنے کے بعد میرا اور کوئی پروگرام نہیں۔"

"میرے گھر کا پتہ آپ گیسٹ ہاؤس کے منیجر سے لے سکتے ہیں۔ شمال کی طرف کوئی ڈیڑھ میل چل کر آئیں تو فسروں کی رہائشی کالونی شروع ہو گی۔ مکانوں کی تین قطاریں چھوڑ کر دائیں طرف مڑ جایئے۔ گیارہواں مکان میرا ہے۔ میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"شکریہ کرنل! لیکن میں اچھا وقت گزارنے کے لئے آ رہا ہوں۔" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہمارا کلب قاہرہ کے نائٹ کلبوں کا مقابلہ تو شاید نہ کر سکے لیکن آپ مایوس نہیں ہوں گے۔" کرنل نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

اسد نے رسیور رکھ کر منیجر کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"آپ کا ریفریشمنٹ روم بہت شاندار ہے کھانا بھی اچھا ہو گا۔" اسد نے کمرے میں سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں، جی ہاں۔ آپ مطمئن رہیئے۔" منیجر نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

اسد بے فکری سے سیٹی بجاتا ہوا اپنی میز کے قریب آیا۔ وہ بیٹھنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ اس کی نظر دائیں کونے میں بیٹھے ہوئے جوڑے پر پڑی۔

"تو یہ بھی پہنچ گئے۔" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ طاہرہ احمد گھور گھور کر اسے دیکھ رہی تھی۔ سعد نے صرف ایک اچٹتی سی نظر اسد پر ڈالی۔ پھر طاہرہ سے باتوں میں مصروف ہو گیا۔

اسد نے سر کی خفیف سی جنبش سے طاہرہ کو خوش آمدید کہا۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں دوستانہ سی چمک پیدا ہوئی۔ پھر اس نے مسکرا کر منہ موڑ لیا۔

اسد کو کرنل محمود کی کوٹھی تلاش کرنے میں زیادہ دشواری پیش نہ آئی۔ جب وہ اندر

داخل ہوا تو کرنل لان میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"بڑی دیر لگا دی آپ نے۔" کرنل نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے شبہ ہو گیا تھا کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے۔" اسد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

کرنل کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس نے تیوریاں چڑھاتے ہوئے کہا "تعاقب!"

"جی ہاں۔ آج کل حکومت ہر شخص پر شبہ کر رہی ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ مجھ پر تو شبہ نہیں کیا جا رہا؟" اسد نے ہنستے ہوئے کہا۔

کرنل نے قہقہہ لگایا۔ "یہ شبہ تو مجھے بھی ہے۔"

"لیکن میرا شبہ غلط نکلا۔ میرے تعاقب میں آنے والی کار میں ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی تھی۔ کرنل مجھے یقین ہے کہ بن یاسر میں اور بھی بہت خوبصورت لڑکیاں ہوں گی؟"

"معلوم ہوتا ہے۔ خوبصورت لڑکیاں تمھاری کمزوری ہیں۔" کرنل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سیکریٹ سروس میں کام کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنا ذوقِ جمال کھو دے۔" اسد مسکرا کر بولا۔ پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا۔ "لوگ کہتے ہیں کہ مصری عیاش ہوتے ہیں لیکن خدا کی قسم ہم بڑے فطرت پسند واقع ہوئے ہیں۔"

"اور ہمارے دشمن ہماری فطرت پسندی کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔" کرنل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ مجھے بغداد بھیجا گیا تھا کہ دشمن کی سرگرمیوں کا سراغ لگاؤں لیکن وہاں مجھے ایک بڑی ہی خوبصورت لڑکی نے قید کر لیا۔ آج مجھے افسوس ہے کہ مجھے اس قید سے رہائی کیوں ملی۔ کرنل میرا جی چاہتا ہے کہ ایک دم روپوش ہو جاؤں اور اس لڑکی کے ساتھ کسی ایسی جگہ چلا جاؤں جہاں مصری سیکریٹ سروس کے ایجنٹ میرا سراغ نہ لگا سکیں۔"

"لڑکیاں تو یہاں بھی موجود ہیں۔" قدرے توقف کے بعد کرنل نے کہا۔

"سچ کرنل۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ ایک کو تو میں نے اپنے تعاقب میں دیکھا اور دوسری کو گیسٹ ہاؤس میں۔ وہ بھی بلا کی خوبصورت ہے کرنل۔ کیا آنکھیں ہیں اس کی۔"

"کس کا ذکر کر رہے ہیں آپ ؟"

"میں نے مینجر سے اس کا نام پوچھا تھا لیکن اس نے بتانے سے انکار کر دیا مجھے براہِ راست لڑکی سے بات کرنی پڑی۔ اس کا نام طاہرہ احمد ہے۔"

"اوہ !" کرنل نے ایک لمبی سانس لی۔" اس کا خیال چھوڑ دو۔ وہ جنرل صاحب کے پرسنل سٹاف میں شامل ہو رہی ہے۔ وہ بھی آج ہی قاہرہ سے یہاں پہنچی ہے۔"

اسد کے ماتھے پر تیوریاں چڑھ گئیں۔" کہیں آپ نے تو اسے پسند نہیں کر لیا؟"

کرنل نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔"میں نے تو اسے دیکھا بھی نہیں۔ صرف اس کی فائل دیکھی ہے۔"

"کیا اس کی فائل بھی خوبصورت ہے ؟" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میجر جنرل عبدالعزیز خوبصورت فائلیں نہیں خوبصورت لڑکیاں پسند کرتے ہیں۔" کرنل نے بڑے رازدارانہ انداز میں کہا۔

"انھوں نے مجھ سے لڑکی کی فائل اور تصویر مانگی ہے۔ فائل کا تو بہانہ ہے۔ وہ صرف تصویر دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر انھیں تصویر پسند نہ آئی تو فائل پہ لکھ دیں گے۔ اس لڑکی کو کسی اور شعبے میں بھیج دیا جائے۔"

"ونڈرفل۔ اس صورت میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ مجھے ایک عدد اسسٹنٹ کی ضرورت ہے جو کام میں میرا ہاتھ بٹا سکے۔"

کرنل مسکرایا۔ پھر گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔" چلیے اب آپ کو کلب دکھایا جائے۔"

"مجھے کلب سے زیادہ کلب کی رونق سے دلچسپی ہے۔"

"رونق بھی بہت ہوگی۔ لیکن ذرا خیال رکھیے گا، کہیں رانگ نمبر نہ ڈائل کر دیجیے گا۔۔۔ ورنہ یہاں کے فوجی بڑے حساس ہیں۔"

"صحیح نمبر آپ سے پوچھ لوں گا۔" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ اپنی کار میں چلیں گے یا میرے ساتھ؟" کرنل نے پوچھا۔
"آپ اپنی کار میں چلیں۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے آؤں گا۔"

اسد نے کار ایک طرف کھڑی کی اور کرنل کے ساتھ کلب میں داخل ہوا۔ کلب میں واقعی بڑی رونق تھی۔ اسد نے سیٹی بجائی اور اپنے اردگرد پھیلے ہوئے چہروں کا جائزہ لیا۔ ان میں خوبصورت چہرے بھی تھے اور ایسے چہرے بھی جنھیں خوبصورت بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔

"کرنل! ہمارے فوجی شکست کا غم بھلانے کی کوشش کر رہے ہیں یا اپنی فطرت پسندی سے مجبور ہیں؟" اسد نے میزوں پر بیٹھے ہوئے جوڑوں کی طرف دیکھا۔ شراب کی بوتلیں کھلی ہوئی تھیں۔

"یہ ان کی بیویاں ہیں مجبوبائیں نہیں۔" کرنل نے آہستہ سے کہا۔

"کاش میری بھی کوئی بیوی ہوتی۔" اسد نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

بہت سی نظریں کرنل اور اس کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ جب یہ نظریں اسد پر جمیں۔ تو ان میں سوالیہ نشان سے ابھر آئے۔

"کرنل! کیا میری شکل بہت بری ہے؟ یہ مجھے گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

"تمھاری شکل ان کے لئے نئی ہے اور ہر نئی شکل کو یہاں مشکوک نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔" کرنل نے جواب دیا۔

"بڑا اچھا رواج ہے۔ میں بھی انھیں مشکوک نظروں سے دیکھوں تو آپ کو اعتراض تو نہ ہوگا؟" اسد نے کہا۔ اچانک اس کی نظر دائیں جانب کی ایک میز پر پڑی۔ کیپٹن آذر تنہا بیٹھا وہسکی پی رہا تھا۔ اسد فوراً اس طرف لپکا۔ "ہیلو کیپٹن! کیا حال ہے؟"

کیپٹن آذر نے سرد مہری سے اس کے ساتھ مصافحہ کیا۔

"آپ کے لئے کیا منگاؤں؟" اس نے تکلف سے پوچھا۔

"میں ٹھنڈا پانی بڑی کثرت سے پیتا ہوں۔" اسد نے مسکرا کر جواب دیا۔ "لیکن جو لطف رات آپ کا قہوہ پی کر آیا وہ ٹھنڈے پانی میں کہاں؟"

"آپ کے لیے قہوہ منگاؤں؟" کیپٹن آذر نے خشک لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ شکریہ، میں اس وقت کرنل محمود کا مہمان ہوں۔" اسد نے گھوم کر دیکھا۔ کرنل ایک کونے میں تین چار آدمیوں کے ساتھ کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ قریب ہی دو نوجوان لڑکیاں کھڑی تھیں۔ اسد کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ فوراً اس طرف لپکا۔

کرنل نے اس کا تعارف کرایا۔ "میجر اسد، قاہرہ سے آئے ہیں۔"

"بڑی امیدیں لے کر۔" اسد نے فقرہ مکمل کیا اور چور نظروں سے لڑکیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ کرنل کے ساتھ جو آدمی کھڑے تھے وہ سب سینیئر فوجی افسر تھے۔ ان میں ایک کا نام فیاض تھا۔ کرنل فیاض۔

"مجھے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔" اسد نے بڑی خوش اخلاقی کے ساتھ کہا پھر لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ "اور آپ سے بھی۔"

"یہ سمیرہ ہیں۔ سمیرہ فیاض۔ اور یہ ہیں کیپٹن رابعہ۔" کرنل محمود نے مسکراتے ہوئے تعارف کرایا۔ "کیپٹن رابعہ وائرلیس کمیونیکیشنز میں ہیں۔"

"قاہرہ میں لوگ مجھے برین لیس میجر کہتے ہیں۔" اسد سمیرہ فیاض کو نظر انداز کر کے کیپٹن رابعہ سے مخاطب ہوا۔

"یہ ہماری پوری فوج کا المیہ ہے۔" کیپٹن رابعہ نے ہنس کر کہا۔ "وائرلیس کے اس دور میں ہم اپنے آپ کو برین لیس محسوس کر رہے ہیں۔"

"میں ظرافت پسند خواتین کو بہت پسند کرتا ہوں۔ خواہ وہ فوج میں ہی کیوں نہ ہوں۔" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور میں فوجیوں کو بہت پسند کرتی ہوں خواہ وہ برین لیس ہی کیوں نہ ہوں۔" کیپٹن رابعہ

نے برجستہ جواب دیا۔
کرنل فیاض، کرنل محمود اور قریب کھڑے ہوئے دوسرے فوجیوں نے قہقہہ لگایا۔
سمیرہ فیاض بھی ہنس پڑی اور اسد کو بھی اس ہنسی میں شریک ہونا پڑا۔
تھوڑی دیر بعد اسد کیپٹن رابعہ سے خاصا بے تکلف ہو چکا تھا۔
"اگر اجازت ہو کرنل۔ تو ہم کسی کونے میں جا کر قہوہ ہی پیئں"۔ اسد نے کرنل محمود سے کہا۔
"شوق سے۔" کرنل محمود زیر لب مسکرایا۔
اسد کیپٹن رابعہ کے ساتھ ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گیا۔ بیرے کو آواز دے کر بلایا۔ اور قہوے کا آرڈر دیا۔
"ہاں تو برین لیس میجر۔ مجھے آپ کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی۔" اچانک کیپٹن رابعہ نے کہا۔
اسد جیسے اچھل سا پڑا۔ اس نے حیران ہو کر رابعہ کی طرف دیکھا۔
"میرا اور آپ کا مشن ایک ہی ہے۔" رابعہ نے مسکرا کر کہا۔ اس کا لہجہ سرگوشی کا سا تھا۔
"میں نہیں مانتا۔ میرا مشن خوبصورت لڑکیوں سے دوستی پیدا کرنا ہے۔" اسد نے ہنس کر کہا۔
"آپ کا مشن غلط نہیں۔ میں تین ماہ سے یہاں ہوں اور جس کثرت سے لڑکیاں قاہرہ سے یہاں آتی جاتی ہیں اس سے میں حیران ہوں کہ وزارت دفاع نے اس کا نوٹس کیوں نہیں لیا۔"
"کیا کبھی سنہرے بالوں اور لمبے قد کی کوئی لڑکی یہاں آئی ہے؟" اسد نے اچانک پوچھا۔
"سوچ کر بتاؤ۔ اس ماہ نہیں۔ پچھلے ماہ یا اس سے بھی پچھلے ......"
رابعہ سوچ میں پڑ گئی۔ اچانک اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔
"ہاں۔ ہاں مجھے یاد آگیا۔ ایک خوبصورت لڑکی آئی تھی۔ اس کے بال سنہرے اور قد لمبا تھا۔"
"اس کا نام کیا تھا؟" اسد نے اشتیاق سے پوچھا۔
"ٹھہریئے۔ میں یاد کر کے بتاتی ہوں۔" رابعہ پھر سوچ میں پڑ گئی۔

"اس کا نام.... اس کا نام مس رابسن تھا۔"

"اس کا پہلا نام کیا تھا؟" اسد نے پوچھا۔

"مجھے یاد نہیں رہا۔"

"اس کا نام ایڈنا تو نہیں تھا؟"

"ایڈنا!" رابعہ کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ "ہاں اس کا نام ایڈنا ہی تھا"

اسد کا دل زور سے دھڑکا۔ اس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کرنے لگا۔

"اس کے آنے کا مشن کیا تھا؟" اسد نے پوچھا۔

"وہ.... وہ غالباً".... مجھے یاد آگیا۔ وہ مسز فیاض کی سہیلی ہے۔ سیر کے لیے مصر آئی ہوئی تھی۔ چند روز کے لیے یہاں بھی آگئی۔"

"مسز فیاض!" اسد بڑبڑایا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ کرنل محمود کچھ دور کرنل اور مسز فیاض کے ساتھ بیٹھا تھا۔

"میجر!" رابعہ نے آگے جھک کر سرگوشی کے سے لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ کو کچھ باتیں بتانی ہیں۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم کسی مناسب مقام پر ملیں۔"

"آپ میری گرل فرینڈ ہیں اور میں یہاں خوبصورت لڑکیوں کی تلاش میں آیا ہوں۔ میرے پاس کار بھی ہے اور یہ جگہ خاصی خوبصورت ہے۔ میرا مطلب ہے آؤٹنگ کے لیے۔"

"میں کل شام آپ کے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

"آپ وہاں نہ آئیں۔ گرل فرینڈ آپ ہیں۔ مجھے آپ کے پاس آنا چاہیے۔" اسد نے کہا۔ رابعہ مسکرانے لگی۔

"میجر جنرل سے آپ کی ملاقات ہوئی؟" قدرے توقف کے بعد رابعہ نے پوچھا۔

"میجر جنرل بظاہر بیمار ہیں۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔ میں آپ کی خوش اخلاقی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ قاہرہ کی لڑکیاں بڑی بدمزاج ہوتی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہاں آتے ہی میری ملاقات

آپ سے ہو گئی۔ ورنہ نجانے میں کتنا بور ہوتا۔ بھلا یہ بھی کوئی کام ہے، فوجی افسروں کی نائیں جاکر چیک کرنا۔"

رابعہ حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ لیکن اسد کرنل محمود کو اپنی طرف آتے دیکھ چکا تھا۔

"ہیلو میجر! مجھے امید ہے کہ اب یہاں تم بور نہیں ہو گے۔" کرنل نے قریب پہنچ کر کہا۔

"میں کیپٹن رابعہ سے ان کے گھر کا پتہ معلوم کر رہا تھا لیکن یہ اسے اس طرح چھپا رہی ہیں جیسے بڑی سٹیٹ سیکریٹ ہو۔" اسد نے رونی سی صورت بنا کر کہا۔

"میجر! پہلی کوشش ناکام ہو تو دوسری کرنی چاہیئے۔" کرنل نے ہنس کر کہا۔ پھر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا "میں اب جا رہا ہوں۔ ایک ضروری کام یاد آ گیا۔"

"میں عموماً ضروری کام بھول جایا کرتا ہوں۔ البتہ چھوٹے چھوٹے کام یاد رہتے ہیں۔" اسد نے اٹھ کر کرنل سے مصافحہ کیا۔ جب وہ چلا گیا تو رابعہ نے ایک لمبی سانس لی۔

"آج آپ کا پروگرام کیا ہے؟"

"آج میں لمبی تان کر سوؤں گا۔"

کلب سے واپسی پر اسد کا ذہن الجھا ہوا تھا۔ اب تک تین کردار اس کے سامنے آ چکے تھے۔ کیپٹن آذر، کرنل محمود اور مسز فیاض۔ جہاں تک کرنل محمود کا تعلق تھا وہ پہلی ہی ملاقات میں اسے ذرا سوشل قسم کا آدمی لگا۔ اسی وجہ سے اسد نے اس کے ساتھ بے تکلفی کا لہجہ اختیار کیا تھا۔ اب تک کرنل محمود نے کوئی ایسی بات نہیں کی تھی۔ جس سے اسد کی رگِ اشتباہ پھڑکتی۔ کیپٹن آذر البتہ اسے ایک پُراسرار کردار لگ رہا تھا۔ لیکن ہو سکتا تھا کہ وہ ان بگڑے ہوئے فوجی افسروں میں سے ہو جو وہسکی پینے اور بارعب رہنے کو ہی فوجی شان سمجھتے ہیں۔ لیکن چیک پوسٹ پر کیپٹن آذر جس طرح اس سے ملا تھا اور جس انداز میں باتیں کی تھیں اسے اسد کا ذہن نظر انداز کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔

مسز فیاض اس لئے اہم تھی کہ ایڈنا اس کی سہیلی تھی اور چند روز بن یاسر آ کر اس کے پاس رہی تھی۔ اسد اسے اپنی خوش قسمتی تصور کر رہا تھا کہ رابعہ سے باتوں ہی باتوں میں اسے اتنا بڑا اسراغ مل گیا تھا۔ ایڈنا مسز فیاض کی سہیلی تھی۔ وہ اس کے پاس آ کر رہی تھی۔ اور مسز فیاض ایک کرنل کی بیوی تھی۔ اسد کے ذہن کی تمام صلاحیتیں اب کرنل فیاض پر مرتکز ہو چکی تھیں۔

کار چلاتے چلاتے اچانک اسد کو کچھ عجیب سا احساس ہوا۔ اس کے کان ایک دم کھڑے ہو گئے۔ فوراً ایک خوفناک شبہ اس کے ذہن میں ابھرا۔ اس نے جلدی سے کار روکی، اور قوتِ سماعت پر پورا زور دے کر سنا۔ اس کا شبہ غلط نہ تھا۔ آواز بڑی مدہم تھی اور کار چلنے کی آوازیں تو اس مدہم آواز کا اندازہ لگانا ہی ناممکن تھا۔ لیکن سیکریٹ سروس میں اتنے سال کام کرنے کے بعد اسد نے مکھی اڑنے کی آواز پہچاننے کی بھی عادت اپنے آپ میں ڈالی تھی۔

ٹک .... ٹک .... ٹک۔

اسد جلدی سے باہر نکلا۔ لپک کر بونیٹ اٹھایا اور انجن میں جھانک کر دیکھا۔

"میرے خدایا!" اس کے منہ سے نکلا اور اسے ایک دم پسینہ آ گیا۔ ہاتھ اندر ڈال کر اس نے بڑی احتیاط سے وہ چیز نکالی جس سے ٹک ٹک ٹک کی آواز آ رہی تھی۔ یہ ایک جیبی گھڑی تھی۔ سوئی آہستہ آہستہ گھوم رہی تھی۔ کسی نے بڑی احتیاط سے ٹائم سیٹ کیا تھا۔ یہ جدید ترین ٹائم بم تھا اور کار چلنے سے ٹھیک سات منٹ بعد پھٹنے والا تھا۔ چابی دینے والی جگہ کے عین نیچے ایک چھوٹا سا بٹن تھا۔ اسد نے جلدی سے اسے دبایا۔ گھڑی کی سوئی ایک دم رُک گئی۔ اطمینان کا سانس لے کر اسد نے جیب سے رومال نکالا اور اپنی پیشانی پر سے پسینہ پونچھا۔

"دوسری کوشش۔" اسد کے منہ سے نکلا۔ "میرے خدا وہ میرے بہت قریب ہیں!"

ٹائم پیس کا الارم بجا۔ اسد نے کروٹ بدلی۔ پھر حالتِ نیند میں ہی اس کے کانوں سے گھنٹی کی آواز ٹکرائی۔ اس نے ایک اور کروٹ لی۔ پھر آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ پانچ بجنے میں

بیس منٹ باقی تھے۔ وہ جلدی سے اٹھا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ کپڑے تبدیل کئے اور ٹھیک پانچ بجے کار میں بیٹھ کر کیپٹن رابعہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ پو پھٹ رہی تھی، لیکن ہر طرف سناٹا سا طاری تھا۔ رات والا واقعہ یاد کر کے اسے جھرجھری سی آجاتی۔ اگر اس کے کان ذرا سی دیر اور نہ کھڑے ہوتے تو اس کا کام تمام ہو چکا ہوتا۔ چوبیس گھنٹوں کے اندر یہ دشمن کا اس پر دوسرا وار تھا۔ اور اب اس بات میں شبے کی گنجائش ہی نہ تھی کہ وہ اسے ختم کرنا چاہتے تھے۔

"انھیں میرے مشن کی تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں۔" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "اور اب ان کے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ مجھے ختم کر دیں یا پھر خود ختم ہو جائیں۔"

اسد کو حیرت اس بات کی تھی کہ وہ اتنی دیدہ دلیری کے ساتھ کھل کر کام کیسے کر رہے تھے؟ اس سے تو یہی مطلب نکلتا تھا کہ بن یاسر میں انھیں پورا پورا تحفظ حاصل تھا اور وہ اپنے آپ کو اتنا محفوظ تصور کر رہے تھے کہ انھیں سیکرٹ سروس کے ایک اہم ایجنٹ کو ختم کر کے پوری سیکریٹ سروس کو اپنے خلاف حرکت میں لانے کا بھی خوف نہ تھا۔ کیا واقعی میجر جنرل عبدالعزیز ملک سے غداری کر رہا تھا؟ کیا مصری وزارت دفاع اور سیکریٹ سروس کے شبہات درست تھے؟ اسے ان ہی سوالوں کا جواب تلاش کرنا تھا کیونکہ مہینے کے آخر میں جنگ میں مصر کی شکست کے ذمہ دار افسروں پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلنے والا تھا۔

اسد کو کرنل محمود کے الفاظ یاد آئے۔ "میجر جنرل عبدالعزیز خوبصورت فائلیں نہیں خوبصورت لڑکیاں پسند کرتے ہیں۔" اگر کرنل کی یہ بات درست تھی تو اسرائیلی تنظیم انگر کے لئے میجر جنرل عبدالعزیز کو خوبصورت لڑکیاں مہیا کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ اسد کو فوراً ایڈنا کا خیال آیا۔ وہ بھی تو یہاں آئی تھی اور مسز فیاض کی مہمان رہی تھی۔

"اس گورکھ دھندے میں کون کیا ہے؟ اس کا سراغ لگانے کے لئے مجھے شاید ایک بار پھر جان کی بازی لگانی پڑے۔" اسد نے سوچا اور اس کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہوئی۔

کیپٹن رابعہ کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچنے میں اسد کو کوئی زیادہ دشواری پیش نہ آئی۔ ایک

چھوٹا سا خوبصورت کوارٹر تھا۔ اسد کار کھڑی کر کے اترا، اور گھنٹی کا بٹن دبایا۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد اس نے پھر بٹن دبایا۔ اندر کمرے میں روشنی ہوئی۔ اسد نے مسکراتے ہوئے جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا۔

"عورت بھی کتنی دلچسپ چیز ہے۔" اس نے سوچا۔ "اور جو عورت مہم جوئی اور خطرات کو اپنی زندگی کا معمول بنالے اس سے زیادہ دلچسپ چیز کیا ہو سکتی ہے؟"

کیپٹن رابعہ شب خوابی کے لباس میں نمودار ہوئی۔ اسد نے نگاہیں جھکانی چاہیں لیکن اس وقت وہ کچھ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ ایک لمحے کے لئے وہ سب کچھ بھول گیا اور اس کی آنکھوں سے سیکریٹ ایجنٹ کی بجائے اس کی خوابیدہ امنگیں بیدار ہو کر جھانکنے لگیں۔

اسے اس بے خودی سے اپنی طرف متوجہ پاکر رابعہ جھجکی، شرمائی، پھر مسکراتی ہوئی آگے بڑھی۔

"آپ اس وقت؟" اس کی آواز نے اسد کو ایک دم چونکا دیا۔ اس کی خوابیدہ امنگیں جس تیزی سے بیدار ہوئی تھیں اسی تیزی سے سو گئیں۔

"آپ سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔" اسد بولا۔

"مجھے بھی آپ سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔" رابعہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اور اس سے پہلے کہ ہم باتوں کا تبادلہ کریں، میں آپ سے توقع کرتا ہوں کہ میری تواضع عمدہ سے قہوے اور اچھے سے ناشتے سے کریں گی۔"

"ضرور ضرور......" رابعہ مسکرائی۔ "آیئے تشریف رکھیں۔"

کوئی نصف گھنٹے بعد قہوے کا آخری گھونٹ حلق میں اتارنے کے بعد اسد نے کہا۔

"کل رات میں کلب سے واپس ہوا تو میری کار کو ٹائم بم سے اڑانے کی کوشش کی گئی۔"

رابعہ ایک دم اچھل پڑی "میرے خدا!...... میں رات بھر آرام سے نہیں سو سکی۔ کل رات جب میں واپس آرہی تھی تو کرنل فیاض کی رہائش گاہ سے ایک آدمی نکلا۔ اس نے رائفل تھام

رکھی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ تیزی سے سامنے کی طرف بھاگا جہاں نیلے رنگ کی ایک کار کھڑی تھی:

اسد کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہوئی اور وہ اُٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔" آپ نے پہلے کبھی اس آدمی کو دیکھا تھا؟"

"نہیں۔ وہ میرے لئے قطعی طور پر اجنبی تھا۔"

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اسد نے کہا۔" آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھیں"۔

میں آپ کو مسز فیاض کے بارے میں کچھ بتانا چاہتی تھی"۔

"کیا؟" اسد نے ایک دم رک کر رالعبہ کی آنکھوں میں جھانکا۔

"مسز فیاض اور کرنل فیاض کے تعلقات خوشگوار نہیں اور اس کی ایک بہت بڑی وجہ ہے"

"کیا وجہ ہے؟" اسد نے پوچھا۔

"مسز فیاض اور کرنل محمود کے تعلقات! آپ کرنل محمود سے ہوشیار رہیں۔ جنگ کے تین روز بعد اس نے قاہرہ میں اپنے ایک دوست کو پیغام بھیجا تھا کہ میں سخت بیمار ہوں فوراً "دوا بھجواؤ"۔

"کیا وہ واقعی بیمار تھا؟"

"نہیں۔ میں نے اسے بالکل ٹھیک حالت میں دیکھا تھا۔ کرنل فیاض محاذِ جنگ پر تھا اور سمیرہ اپنا بیشتر وقت کرنل محمود کے ہاں گزارتی تھی۔ مجھے حیرت ہے کہ کرنل محمود کو جنگ کے دوران محاذ پر کیوں نہیں بلایا گیا؟"

اسد نے ایک طویل سانس لی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا لیکن اس کے پاس وقت بہت کم تھا۔

•

"آج میں میجر جنرل سے ملنے کی کوشش کروں گا" اس نے رالعبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہر طرف دشمن

"کیپٹن آذر ۔۔۔۔
وطن سے غداری کی
تم نے کیا
قیمت وصول کی؟"

کیپٹن رابعہ سے ملاقات کے بعد میجر اسد واپس ریسیٹ ہاؤس پہنچا۔ ریفرشمینٹ روم میں جا کر کافی پی اور سوچنے لگا۔ سوچنے کے لئے اس کے پاس وقت اتنا کم تھا کہ وہ اگلے اقدام کے بارے میں فیصلہ کئے بغیر اٹھا۔ وہ باہر نکلنا چاہتا تھا کہ اچانک اس کے ذہن میں کرنل فیاض کی کوٹھی سے نکل کر بھاگنے والے پراسرار آدمی کا خیال ابھرا۔ اس نے رائفل کیوں تھام رکھی تھی؟ اسد کے قدم فوراً منیجر کے کمرے کی طرف اٹھ گئے۔

"ہیلو مسٹر ۔۔۔۔۔" اسد نے مسکرا کر ٹیلیفون کی طرف دیکھا۔

"مجھے نعمان کہتے ہیں۔ نعمان بن حسن ۔۔ آپ ٹیلی فون کرنا چاہتے ہیں۔" منیجر نے بڑی خوش خلقی کے ساتھ ٹیلی فون اسد کی طرف بڑھا دیا۔

اسد نے نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا "مسٹر نعمان! میں یہاں آکر بور ہو گیا ہوں۔ کوئی خوبصورت لڑکی نظر ہی نہیں آتی۔"

منیجر عجیب سے بے ڈھنگے انداز میں ہنسا۔ "بہت ہیں، بہت ہیں۔ آپ تو ابھی کل ہی آئے ہیں یہاں۔"

اسد زیرلب مسکرادیا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی جارہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے رسیور اٹھایا گیا۔ "ہیلو۔" اسد کے لئے کرنل محمود کی آواز پہچاننا مشکل نہ تھا۔

"کرنل! میں اسد بول رہا ہوں۔ مجھے فوراً قاہرہ واپس پہنچانے کا انتظام کیجئے۔"

"کیوں بھائی کیا بات ہوئی؟"

"بہت بور ہوگیا ہوں۔ نہ کوئی حسین ساتھی ملا ہے اور نہ ہی یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ مجھے یہاں کیوں بھیجا گیا ہے اور پھر......"

کرنل محمود نے قہقہہ لگایا۔ پھر ہنسی روکتے ہوئے کہا۔ "اور پھر کیا؟"

"اور میری جان یہاں خطرے میں ہے۔" اسد نے قدرے توقف کے بعد منیجر کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔ اس نے دیکھا کہ منیجر کی آنکھوں میں ایک دم گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوئے اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"خطرہ؟ کیسا خطرہ؟" کرنل محمود نے تھوڑی دیر کے بعد بڑے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"کل میں کلب سے واپس آرہا تھا کہ......" اسد نے رک کر منیجر کی طرف دیکھا جو بڑی لاپروائی کے ساتھ ایک رجسٹر چیک کررہا تھا۔

"کیا ہوا؟ رک کیوں گئے؟" کرنل محمود کے لہجے میں اشتیاق تو تھا مگر گھبراہٹ نہ تھی۔

"مجھے ایک آدمی نظر آیا جس نے رائفل تھام رکھی تھی۔ وہ حلیے وغیرہ سے فوجی دکھائی نہیں دیتا تھا۔"

"رائفل تھام رکھی تھی؟ کہاں؟" کرنل محمود نے قدرے توقف کے بعد بڑے پرسکون انداز میں پوچھا۔

اسد سوچنے کے لئے رکا۔ پھر بڑی سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "خدا کے لئے مجھے واپس بھیجئے

کا انتظام کیجیے۔ میں یہاں نہیں رک سکتا۔ اگر آج میجر جنرل سے ملاقات ہو جائے تو واپس چلا جاؤنگا۔"

"گھبراؤ نہیں، تمہارا وہم ہو گا۔ کہاں دیکھا تم نے اس آدمی کو؟"

"کلب سے واپسی پر۔ جگہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔"

"اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے؟" کرنل نے ہنس کر کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" اسد نے کچھ ایسے لہجے میں کہا جیسے رونے ہی والا ہو۔" کیا میجر جنرل سے آج میری ملاقات نہیں ہو سکتی؟"

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد کرنل محمود نے جواب دیا۔" میں کہہ نہیں سکتا۔ انکی طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہوئی۔"

"کوئی صورت نہیں بن سکتی؟" اسد نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کوشش کروں گا۔ لیکن آپ بور کیوں ہو رہے ہیں؟ کیا کیپٹن رابعہ سے معاملہ نہیں بنا؟"

"وہ تو بالکل خشک معلوم ہوتی ہے۔ میں ایک دم سمارٹ اور خوش مزاج لڑکیاں پسند کرتا ہوں۔ مثلاً وہ لڑکی جو کیپٹن رابعہ کے ساتھ تھی۔"

"کون سمیرہ؟" کرنل کا لہجہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔ بڑی ونڈر فل لڑکی معلوم ہوتی ہے"۔ اسد نے کنکھیوں سے منیجر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ ابھی تک رجسٹر دیکھ رہا تھا۔

"لیکن وہ تو کرنل فیاض کی بیوی ہے۔" کرنل محمود نے کہا۔

"میں اس سے شادی کا قطعی ارادہ نہیں رکھتا۔ صرف دل لگی کے لئے۔ آپ نمبر نہیں بتا سکتے اس کا؟"

"اس کا نمبر تو مجھے معلوم نہیں۔" قدرے توقف کے بعد کرنل محمود نے جواب دیا۔

"تو پھر کرنل فیاض کا ہی نمبر بتا دیں۔ وہ تو آپ کو معلوم ہو گا؟"

"کرنل فیاض؟" کرنل محمود نے کہا۔ پھر وہ بڑے زور سے ہنسا۔" ہاں اس کا نمبر تو معلوم ہے۔"

"پھر کرنل کو بھی اپنی بیوی کا نمبر تو معلوم ہو گا۔" اسد نے بڑے وثوق سے کہا۔

کرنل محمود پھر ہنسنے لگا۔ جب اس نے نمبر بتا دیا تو اسد نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"شکریہ کرنل! اب شاید جان بچ جائے۔"

کرنل کچھ کہنے والا تھا لیکن اسد نے فوراً ریسیور رکھ دیا۔ پھر مینجر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "آپ سمیرہ کو جانتے ہیں؟"

مینجر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ "کون؟"

"خیر چھوڑیئے، آپ کو لڑکیوں سے بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔" اسد نے کرنل فیاض کا نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا۔ مینجر کھسیانی سی ہنسی ہنسا اور رجسٹر کی ورق گردانی کرنے لگا۔

دوسری طرف سے کوئی ریسیور نہیں اٹھا رہا تھا۔ گھنٹی برابر جا رہی تھی۔ اسد مایوس ہو کر ریسیور رکھنے ہی والا تھا کہ اچانک ایک میٹھی سی آواز آئی۔ "ہیلو کون؟"

"میں ..... میں ..... میں ......" اسد نے بوکھلانا ضروری سمجھا۔ دوسری طرف سے لہجہ ذرا سخت ہو گیا۔

"آپ کون ہیں؟"

"جی .... میں کرنل فیاض سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کون بول رہی ہیں؟"

"آپ کون بول رہے ہیں؟"

"میں کرنل فیاض سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں پوچھتی ہوں۔ آپ کون بول رہے ہیں؟"

"میں بول رہا ہوں۔ کرنل فیاض سے بات کرنی ہے۔"

"وہ آرام کر رہے ہیں۔" لہجہ خاصا تلخ ہو گیا تھا۔

"اور آپ .... آپ بھی آرام کر رہی ہیں؟"

"بدتمیز ....." دوسری طرف سے بڑی کرخت آواز آئی۔ اگر یہی سمیرہ تھی تو اس کے بدمزاج

ہونے میں شک نہیں تھا۔

"میں بہت مہذب نوجوان ہوں۔ لوگ مجھے ہینڈسم کہتے ہیں لیکن میں ان سے بہت کم اتفاق کرتا ہوں۔ میرا نام میجر اسد ہے۔ کل شام کلب میں آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"اوہ! آپ؟" اس کا لہجہ ایک دم نرم پڑ گیا۔

"آپ سے ملاقات کی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟"

"مجھ سے؟ وہ کیوں؟" لہجے میں حیرت کا شائبہ تک نہ تھا۔

"کرنل محمود آپ کی بڑی تعریف کر رہے تھے۔"

"کرنل محمود میری تعریف کر رہے تھے؟" اس کی آواز میں ایک دم گھبراہٹ آگئی۔

"جی ہاں" اسد نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے وہ ٹھیک ہی کہہ رہے تھے۔"

تھوڑی دیر کے لئے خاموشی رہی۔ پھر اس نے بڑے ہی دوستانہ انداز میں کہا۔ "آپ خاصے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

"تھا، اب نہیں۔" اسد نے ایک اور ٹھنڈی سانس لی۔

"اب کیوں نہیں؟" غالباً وہ ہنس رہی تھی۔

"یہ تو میں ملاقات ہوئی تو بتاؤں گا۔" اسد نے کہا۔

کچھ دیر کے لئے وہ خاموش رہی، پھر کہا۔ "آپ شام کو کلب آئیں گے؟"

"کلب میں ملاقات ہوئی تو مجھے ڈر ہے کہ کرنل میری ہڈیاں پسلیاں ایک نہ کر دیں۔ سنا ہے وہ آپ کو کسی دوسرے مرد کے ساتھ دیکھ لیں تو نتھنے پھول جاتے ہیں ان کے۔"

"کس سے سنا ہے آپ نے؟" وہ ہنس کر بولی۔

"کسی سے نہیں۔ میرا خیال ہے۔" اسد نے جواب دیا۔

قدرے توقف کے بعد وہ بڑی دھیمی آواز میں بولی۔ "آپ کا خیال ٹھیک ہے۔ تھوڑی دیر بعد کرنل دفتر چلے جائیں گے۔ آپ۔۔۔۔ آپ چاہیں تو۔۔۔۔۔"

"بس بس۔۔۔۔ سمجھ گیا، سمجھ گیا۔ میں ایک گھنٹے میں پہنچتا ہوں۔" یہ کہہ کر اسد نے رسیور رکھ دیا۔ منیجر ابھی تک رجسٹر میں کھویا ہوا تھا۔

"کچھ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے؟" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا؟" منیجر نے منہ پھاڑ کر ایک دم اس کی طرف دیکھا۔

"میرا مطلب ہے حساب کتاب میں۔ جمع تفریق کا مسئلہ ہے تو لائیے میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔ لڑکیوں اور حساب کتاب کے معاملے میں مجھ سے کبھی چوک نہیں ہوئی۔"

"جی نہیں۔ شکریہ۔ ایسے ہی ذرا چیک کر رہا تھا۔" وہ کھسیانے سے انداز میں ہنسا۔

"میں بھی ہر بات چیک کرتا ہوں۔ اچھی عادت ہے۔" اسد نے مسکرا کر کہا اور باہر نکل گیا۔ اس کی نظر فوراً ایک کونے میں بیٹھے ہوئے جوڑے پر پڑی اور وہ مسکرا دیا۔ وہ فوراً منیجر کے کمرے کی طرف پلٹا اور کہا۔

"بڑی خوبصورت سی لڑکی ہے۔ اچھا سا قہوہ بنا کر بھجوا دیجیے اس کونے کی میز پر۔"

اسد کو دیکھ کر طاہرہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی لیکن سعد خاموش بیٹھا رہا۔ اسد نے ذرا اونچی آواز میں کہا۔

"اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو آپ کے ساتھ بیٹھ کر قہوہ پی لوں؟ بل میں ادا کر دوں گا۔"

"آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم پرائیویٹ باتیں کر رہے ہیں۔" سعد نے اس کی طرف خشمناک نظروں سے دیکھا اور بڑے خشک لہجے میں کہا۔

"آپ میری سفارش کر دیجیے۔" اسد نے طاہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں کوئی عام آدمی نہیں میجر ہوں۔" وہ اتنی اونچی آواز میں بول رہا تھا کہ منیجر اپنے کمرے میں سب کچھ سن سکے۔

"آپ غالباً تنہائی کا شکار ہو رہے ہیں۔" طاہرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسد نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کنکھیوں سے منیجر کے کمرے کی طرف دیکھا۔

"آپ کب ڈیوٹی سنبھال رہی ہیں"۔ اس نے اچانک کہا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ میجر جنرل علیل ہیں اور چند روز تک مجھے صرف آرام کرنا پڑے گا۔"

"آپ آج دوپہر کو میجر جنرل کی رہائش گاہ پر جا رہی ہیں۔ آپ کو ایک ضروری کام کے سلسلے میں قاہرہ جانا ہے۔ یہ کام اتنا ضروری بھی نہیں کہ ملتوی نہ ہو سکے۔ آپ میجر جنرل سے درخواست کریں گی کہ آپ کو چند روز کی چھٹی مل جائے۔ اگر وہ آپ سے کرنل محمود کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کو کہیں تو آپ چھٹی کی درخواست بادل نخواستہ واپس لے لیں۔"

"لیکن یہ سب کیوں؟" سعد نے مداخلت کی۔

"اس لئے کہ میجر جنرل سے ملاقات کرنے سے پہلے میں ان کی اچانک بیماری کی نوعیت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ آج رات میں بھی میجر جنرل سے ملاقات کروں۔"

بیرا قہوہ لا رہا تھا۔ اسد نے آواز اونچی کرتے ہوئے کہا۔ "میرا دل قاہرہ قاہرہ پکار رہا ہے۔ جی چاہتا ہے فوراً یہاں سے بھاگ جاؤں۔"

طاہرہ مسکرائی اور اب کی بار سعد کے سنجیدہ چہرے پر بھی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ جب بیرا قہوہ رکھ کر چلا گیا تو اسد نے کہا۔

"مجھے یہاں کا منیجر خاصا مشتبہ کردار معلوم ہوتا ہے۔ میں دوسرے کاموں میں الجھا ہوا ہوں۔ آپ کو اس کی نگرانی کرنی ہو گی۔"

"مجھے یا طاہرہ کو؟" سعد نے پوچھا۔

"طاہرہ موزوں رہیں گی۔ آپ کو کمیونی کیشنز میں کام شروع کرنا ہے۔"

"میں آج ہی سے ڈیوٹی دے رہا ہوں۔" سعد نے کہا۔

"آپ کے ساتھ وہاں کیپٹن رابعہ ہیں۔ ان سے رابطہ رکھئے۔ اگر بن یاسر سے کوئی پیغام باہر جائے تو مجھے فوراً اطلاع ملنی چاہیئے۔ مشتبہ نام ذہن میں رکھ لیجئے۔ کرنل محمود، کرنل فیاض، مسز سمیرہ فیاض، کیپٹن آذر اور نعمان بن حسن۔"

"آپ کرنل عاصم کو کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہیں ؟" سعد نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ مجھے کرنل فیاض کے بارے میں معلومات چاہیئں۔ اس کے کیریر کے علاوہ اس کی شادی کی تفصیلات بھی۔ سمیرہ سے اس کی شادی کب کہاں اور کیسے ہوئی، اور... اور...."

اسد اچانک رک گیا۔ مینجر کمرے سے نکل رہا تھا۔

"بڑی خوبصورت لڑکی ہے۔ ایک دم ونڈرفل۔ کاش وہ کرنل فیاض کی بیوی نہ ہوتی۔" اسد نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"میجر اسد! آپ کا ٹیلی فون ہے۔"

اسد کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "میرا ٹیلی فون؟ خدا کرے کوئی لڑکی ہو۔" اس نے مسکرا کر مینجر کو آنکھ ماری۔ مینجر بھی مسکرا دیا۔ اسد سیٹی بجاتا ہوا اٹھا اور مینجر کے ساتھ چل پڑا۔

"ہیلو! میں اسد بول رہا ہوں۔"

"آپ فوراً پہنچیے۔ وہ.... وہ میری جان لینا چاہتے ہیں۔ میں دفتر جانے کے لیے نکلی تو ایک کار تیزی سے آئی۔ میں ایک دم چھلانگ نہ لگاتی تو...... آپ فوراً پہنچیے۔ رائفل والا آدمی بھی مجھے نظر آیا.... وہ سڑک کے سرے پر کھڑا تھا.... آپ فوراً پہنچیے۔ میں مشکل سے بھاگ کر واپس آئی ہوں۔ مجھے خطرہ ہے کہ......." رابعہ کی آواز بری طرح لڑکھڑا رہی تھی۔ اسد کا دل زور سے دھڑکا۔ اس نے بات کاٹ کر کہا۔

"میں آرہا ہوں.... تم دروازے بند رکھو۔"

اس نے رسیور رکھ کر مینجر کی طرف دیکھا۔ وہ عجیب سی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اگر یہ بھی ان کا ساتھی ہے تو؟" اسد کے ذہن میں فوراً ایک سوال ابھرا۔ پھر اس کی آنکھوں وہی تیز چمک پیدا ہوئی جو کوئی اہم فیصلہ کرتے وقت ہوتی تھی۔

"مسٹر لغمان..... ! میرے کمرے کی چابی کھو گئی ہے۔ اگر زحمت نہ ہو تو دوسری چابی دے دیجئے۔ اور ہاں رات بھر مجھے نیند نہیں آسکی۔ پنکھے کے شور نے سونے ہی نہیں دیا۔ چل کر

دیکھ لیجیے کیا نقص ہے۔"

منیجر جھجکا لیکن اسد نے اسے سوچنے کا موقع نہ دیا۔

"جلدی سے چلیئے۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ دوسری چابی بھی لے لیجیے۔"

تھوڑی دیر بعد منیجر جھک کر تالا کھول رہا تھا۔ اسد نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ کوئی بھی وہاں موجود نہ تھا۔ دروازہ کھول کر منیجر اندر داخل ہوا۔ اسد بھی اس کے پیچھے تھا۔

"کون سا پنکھا خراب ہے؟" منیجر نے چھت کی طرف دیکھا۔

"کوئی بھی نہیں۔ دونوں ٹھیک ہیں۔" اسد نے بڑے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

منیجر گھبرا کر پلٹا لیکن اسے سوچنے کی مہلت نہ مل سکی۔ یکے بعد دیگرے تین مکّے پورے زور سے اس کے جبڑوں پر پڑے اور وہ اچھل کر نیچے جا گرا۔

اسد نے جلدی سے نکل کر دروازہ بند کیا۔ تالا لگایا اور نیچے کی طرف بھاگا۔ ریفریشمنٹ روم میں داخل ہو کر وہ سعد اور طاہرہ کی طرف لپکا۔

"وہ بے ہوش میرے کمرے میں پڑا ہے۔ کوئی بیس منٹ بعد اسے وہاں سے نکال لیجیے گا میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ سب سے پہلے کسے ٹیلیفون کرتا ہے لیکن خیال رہے اسے آپ دونوں پر کسی قسم کا شبہ نہ ہونے پائے۔"

موڑ کے قریب آ کر اسد نے کار روک لی۔ اور جیبوں میں ہاتھ ڈالے گنگناتا ہوا باہر نکلا۔ موڑ پر کھڑے ہو کر اس نے دائیں جانب دیکھا۔ سڑک کے دوسرے سرے پر ایک لمبا تڑنگا آدمی کھمبے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ یہیں سے سڑک رابعہ کے کوارٹر کی طرف مڑتی تھی۔ وہ آدمی رابعہ کے کوارٹر سے اندازاً چالیس پچاس فٹ کے فاصلے پر تھا۔ اسد کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ انہیں علم ہو گیا تھا کہ رابعہ سیکریٹ سروس کے لئے کام کر رہی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اس قدر فوری طور پر رابعہ کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کیوں کرتے؟

اسد کا ذہن بری طرح الجھ رہا تھا۔ الجھن یہ تھی کہ انھیں اچانک رابعہ پر شبہ کیسے ہوا تھا؟ اور پھر وہ رابعہ کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے تھے کہ اسے فوری طور پر ختم کرنے کا فیصلہ کر لیں؟ حالانکہ اس فیصلے کا مطلب کھلا اعلانِ جنگ تھا۔ کیا انھیں اپنے آپ پر اتنا اعتماد تھا کہ کھلم کھلا اعلانِ جنگ کرنے سے بھی گریز نہیں کر رہے تھے؟

"کہیں ایسا تو نہیں کہ انھوں نے رات کلب میں ہماری گفت گو سن لی ہو۔" اچانک اسد کو خیال آیا۔ اور فوراً ہی اسے یاد آیا کہ رات کیپٹن آذر بھی وہاں موجود تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے اچانک غائب ہو گیا تھا۔

"پہلے میری کار میں ٹائم بم رکھا گیا۔ میں اتفاق سے بچ گیا۔ اب انھوں نے رابعہ کو کار سے کچلنے کی کوشش کی ہے۔ وہ بھی بچ گئی ہے لیکن اگر یہ آدمی وہی ہے جسے کل رات رابعہ نے رائفل ہاتھ میں لیے کرنل فیاض کی کوٹھی سے نکلتے دیکھا تھا تو رابعہ کی زندگی واقعی خطرے میں ہے۔"

اسد نے ایک طویل سانس لی۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں اور وہ بڑی لاپروائی سے گنگناتا ہوا آگے بڑھا۔

وہ کوئی بڑا ہی پرانا عربی گیت گا رہا تھا۔ اس کی نظریں آسمان پر تھیں لیکن وہ آدمی جو بھیڑ سے ایک دم الگ ہو کر کھڑا ہو گیا تھا، اس کی نظروں سے باہر نہ تھا۔ عالم بے خودی میں جھومتا جھامتا گیت گاتا اسد اس کے قریب پہنچا اور اچانک جیسے اسے کچھ یاد آیا۔ فوراً کھڑے ہو کر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس آدمی کا ہاتھ بھی جھٹ سے جیب کی طرف بڑھا۔ اسد نے اپنی جیب سے سگریٹوں کا پیکٹ نکالا اور ایک سگریٹ منہ میں لگا کر جیبوں میں لائٹر تلاش کرنے لگا۔ اس آدمی کا ہاتھ جیب میں رہ گیا۔

کچھ دیر لائٹر تلاش کرنے کی ناکام کوشش کے بعد اسد نے جیب میں سے ہاتھ نکالا اور اس آدمی کی طرف دیکھا۔ اس کی عمر زیادہ سے زیادہ تیس برس ہوگی۔

"آپ سگریٹ پیتے ہیں؟" اسد نے آگے بڑھ کر اسے سگریٹ پیش کیا۔

"جی نہیں۔ شکریہ، آپ کا سگریٹ سلگا دیتا ہوں"۔ یہ کہہ کر اس آدمی نے جیب سے لائیٹر نکالا۔ اسد سگریٹ سلگا رہا تھا کہ اچانک اسے کار کے آنے کی آواز سنائی دی۔

اسد شکریہ کہہ کر پلٹا۔ کار رابعہ کے کوارٹر کی طرف سے آ رہی تھی۔ اسے ادھیڑ عمر کا ایک بدصورت آدمی ڈرائیو کر رہا تھا۔ کار قریب آ کر رکی اور وہ مشکوک نظروں سے دیکھتا ہوا باہر نکلا۔

اسد نے سیٹی بجائی اور سگریٹ کا کش لے کر آگے بڑھ گیا۔ رابعہ کے کوارٹر کے سامنے سے گزرتے وقت اس نے کنکھیوں سے دیکھا۔ دروازہ بند تھا لیکن تالا نہیں لگا ہوا تھا۔ وہ اندر ہی تھی۔

"اگر یہ لوگ رابعہ کو نقصان پہنچانے آئے ہیں تو کیا انہیں اس بات کا ڈر نہیں کہ رابعہ ٹیلیفون پر امداد طلب کر سکتی ہے؟" اسد کے ذہن میں فوراً یہ خیال ابھرا، اور چلتے چلتے اسکی نگاہیں اوپر اٹھیں، ٹیلیفون کے کھمبے پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ ٹیلی فون کا تار کٹا ہوا تھا۔

"تو رابعہ نے مجھے ٹیلیفون کرنے میں بڑی پھرتی دکھائی ہوگی"۔ اسد زیر لب مسکرایا۔ چند قدم دور جا کر وہ اس طرح اچھل کر نیچے جا رہا جیسے چلتے چلتے ٹھوکر لگی ہو۔ بڑبڑاتے ہوئے اس نے کپڑے جھاڑے اور اٹھنے سے پہلے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ وہ دونوں کار چھوڑ کر رابعہ کے کوارٹر کی طرف آ رہے تھے۔ ان کی نگاہیں اسد پر پڑیں تو اس نے فوراً گنگنانا شروع کر دیا۔ کوئی بیس پچیس قدم دور جا کر ایک گلی آتی تھی۔ اسد اس گلی کی طرف مڑ گیا۔

چند لمحوں کے لئے اس نے اپنے حواس کا جائزہ لیا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ ہر صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے تو اس نے پستول کو ٹٹول کر دیکھا۔ ایک پُر اعتماد مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی۔ گلی کے کونے میں کھڑے ہو کر اس نے رابعہ کے کوارٹر کی طرف جھانکا۔ اس کا دل زور سے دھڑکا۔ ادھیڑ عمر کا آدمی کوارٹر کی دیوار پھاند رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد

دروازہ کھلا اور اس کا ساتھی بھی اندر چلا گیا۔ اسد پوری تیزی سے اس طرف بھاگا۔ اس سے پہلے کہ وہ دروازہ اندر سے بند کر سکتے اسد دھکا دے کر اندر داخل ہو چکا تھا۔

دونوں کے ہاتھ بڑی تیزی سے اپنی اپنی جیب کی طرف بڑھے لیکن اسد کا پستول دیکھ کر وہ دم بخود کھڑے ہو گئے۔

"خاکسار کو میجر اسد کہتے ہیں۔ آپ سے مل کر بڑی مسرت ہوئی۔ کہیئے مزاج کیسے ہیں؟"

انھوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اچانک ایک کا ہاتھ اپنی جیب کی طرف بڑھا۔ اسد کی گولی اس کے سینے میں لگی اور وہ آواز نکالے بغیر نیچے آ رہا۔

"میرے لیئے صرف ایک مہمان کافی ہے، اور آپ نوجوان بھی ہیں۔ ایک دوسرے کو سمجھنے میں دشواری پیش نہیں آئے گی۔" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس آدمی کا رنگ ایک دم زرد پڑ گیا۔

"گھبرایئے نہیں۔ میں طبعاً خوش اخلاق ہوں۔ ذرا قریب آیئے۔ آپ کی جیب میں لائیٹر تو ضرور ہو گا؟" اسد نے کہا۔ وہ ہاتھ اٹھائے قریب آیا۔ اسد نے اس کی تمام جیبوں کی تلاشی لی۔ پستول نکال کر اپنی جیب میں ڈالا۔

"شکریہ، اب ہم بڑے خوشگوار ماحول میں باتیں کر سکتے ہیں۔" یہ کہہ کر اسد نے اونچی آواز میں رابعہ کا نام پکارا۔ تھوڑی دیر بعد اندر کا دروازہ کھلا۔ وہ فوجی وردی میں ملبوس تھی۔ پہلے اس کی نظر اسد پر پڑی۔ پھر اس نے نیچے پڑے ہوئے مردہ جسم کو دیکھا، اور آخر میں اس آدمی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"لیکن کل رات تو اس کے پاس رائفل تھی؟"

"یہ ہمارے مہمان ہیں۔ اور مہمانوں کو عمدہ سا قہوہ پلانا عین مہمان نوازی ہے۔" اسد مسکرایا۔ پھر اس آدمی سے مخاطب ہو کر کہا:

"آیئے اندر آرام سے بیٹھتے ہیں۔ ارے آپ ڈر رہے ہیں۔ لیجئے اس منحوس چیز کو میں جیب

میں چھپائے لیتا ہوں۔"

"کل رات ایک پر اسرار آدمی رائفل ہاتھ میں لئے کرنل فیاض کی کوٹھی میں سے نکلا، اسے ایک لڑکی نظر آئی جس کی نظر اس پر پڑی تو وہ بڑی تیزی سے بھاگا۔ لڑکی تمہارے سامنے بیٹھی ہے اور اس کا خیال ہے کہ اس آدمی کی شکل تم سے ملتی جلتی تھی۔" اسد نے قہوے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔
وہ خاموش بیٹھا اسد کی طرف گھور رہا تھا۔ قہوے کی پیالی اس کے سامنے پڑی تھی۔
"تمھیں ہماری مہمان نوازی کی داد دینی چاہیئے۔" قدرے توقف کے بعد اسد بولا۔" تم اور تمھارا ساتھی دونوں چوروں کی طرح اس مکان میں داخل ہوئے۔ ہمارے پاس یہ یقین کرنے کے لئے کافی ثبوت ہیں کہ تم اس نیک دل خاتون کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ اور اگر تمھیں معلوم ہے کہ یہ خاتون فوج میں ایک معزز عہدے پر فائز ہے تو تمھیں یہ بھی اندازہ ہونا چاہیئے کہ تمھیں کسی مقدمے کے بغیر گولی ماری جا سکتی ہے۔ تمھارا ایک ساتھی اپنی حماقت کی وجہ سے پہلے ہی لقمۂ اجل بن چکا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارا انجام اس سے مختلف ہو تو تمھیں ہماری مہمان نوازی سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم کون ہو، تمھیں کہاں سے ہدایات ملتی ہیں، تم کل کرنل فیاض کی کوٹھی میں کیا کر رہے تھے اور تم جب وہاں سے نکلے تو تمھارے ہاتھ میں رائفل کیوں تھی؟"
اس کا سپاٹ چہرہ بدستور سپاٹ رہا، لیکن اسد کی عقابی نگاہیں اس کی آنکھوں میں سکڑتی ہوئی پتلیوں کو دیکھ چکی تھیں۔ جب اس نے کوئی جواب نہ دیا تو اسد قہوے کی خالی پیالی ایک طرف رکھ کر اٹھا اور اس کے قریب آیا۔
"میرے بدقسمت مہمان! میں جتنا خوش مزاج ہوں اتنا ہی خوفناک بھی بن سکتا ہوں۔ تم شاید یہ سوچ رہے ہو گے کہ تمھیں پولیس کے حوالے کر دیا جائے گا لیکن تمھیں شاید علم نہیں کہ غداری کی سزا میں بھی دے سکتا ہوں۔"
"میں غدار نہیں ہوں۔" وہ ایک دم بولا۔ اسد کے پرسکون چہرے پر ایک دم تبدیلی آئی۔ اس

کے ماتھے پر تیوریاں چڑھ گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھوں میں ایک وحشیانہ چمک نمودار ہوئی۔ اس نے اچانک اس نوجوان کا گریبان پکڑ لیا اور ایک جھٹکے کے ساتھ اسے اوپر اٹھایا۔

"اس کا فیصلہ تم نہیں میں کروں گا" یہ کہہ کر اس نے اپنا بایاں ہاتھ پوری تیزی سے گھمایا۔ ضرب پڑتے ہی وہ اچھلا۔ اسد نے اس کا گریبان چھوڑ کر یکے بعد دیگرے تین مکے رسید کئے اور وہ کراہتا ہوا صوفے پر جا گرا۔ اس کے ہونٹ کٹ چکے تھے، اور خون بہہ رہا تھا۔ رابعہ خوف زدہ نظروں سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔

"تم کون ہو اور کس کے لئے کام کر رہے ہو؟" اسد کی آواز میں وحشیانہ کرختگی تھی۔

وہ کچھ نہ بولا تو اسد مٹھی بھینچتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

"میں..... میں بے قصور ہوں۔" وہ اچانک بڑبڑایا۔ پہلی بار اس کی آنکھوں سے خوف نے جھانکا۔

"میں پوچھ رہا ہوں تم کس کے لئے کام کر رہے ہو؟" اسد نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے پھر اوپر اٹھایا۔

"میں..... میں کرنل..... میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے صرف اتنا کہا گیا تھا کہ میں آپ کو اور انہیں ختم کر دوں۔ مجھے تمام ہدایات اس آدمی سے ملیں جس کی لاش باہر پڑی ہے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اسد نے پوری قوت سے بایاں ہاتھ گھما کر اس کے منہ پر مارا۔ "میں تمہیں صرف دو منٹ دیتا ہوں۔" اسد نے جیب میں پستول نکال لیا۔

اس نے خوفزدہ نظروں سے پہلے پستول اور پھر اسد کی طرف دیکھا۔

"آپ..... آپ کی کار میں ٹائم بم میں نے فٹ کیا تھا۔" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔

"اور وہ رائفل جسے لے کر تم کرنل فیاض کی کوٹھی سے نکلے تھے؟"

"مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں کرنل فیاض کو ختم کر دوں۔ رات میں نے کوشش کی لیکن نشانہ خطا گیا۔ وہ بالکونی میں ٹہل رہے تھے۔"

"کرنل فیاض ؟" اسد کی آنکھوں میں ایک دم تیز چمک پیدا ہوئی۔ اس نے رالعبہ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔

"تمھیں یہ سب ہدایات کس نے دیں؟" اسد نے پوچھا۔

"کیپٹن . . . . ." وہ اپنا فقرہ مکمل نہ کر سکا۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی اس نے اپنا سر پکڑ لیا۔ اسد نے اچھل کر رالعبہ کو پیچھے دھکا دیا۔ فائر کی آواز پھر بلند ہوئی لیکن گولی سنسناتی ہوئی اسد کے قریب سے گذر گئی۔ اسد رالعبہ کو دھکیلتا تیزی سے ایک طرف ہوا۔ اس نے اندھا دھند روشن دان پر گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ اسے صرف دو آنکھیں چمکتی نظر آئیں اور پھر اچانک غائب ہو گئیں۔ رالعبہ تیزی سے ایک کونے میں جا کھڑی ہوئی اور اسد پستول ہاتھ میں لئے باہر کی طرف لپکا۔ ایک آدمی بڑی پھرتی سے دیوار پھاند چکا تھا۔ اسد نے اس کی ایک جھلک دیکھی اور وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اچھلا اور دیوار پر چڑھ گیا۔ بھاگنے والے آدمی نے پلٹ کر دو فائر کئے۔ اسد نے دیوار سے نیچے چھلانگ لگا دی اور نشانہ باندھ کر فائر کیا۔ گولی بھاگنے والے کی پشت پر لگی۔ بھاگتے بھاگتے وہ لڑکھڑایا اور پلٹا۔ اسد نے اسے فائر کرنے کا موقع نہ دیا۔ دوسری گولی اس کے پیٹ میں لگی اور وہ دھڑام سے نیچے آ رہا۔

اسد جب اس کے قریب آیا تو وہ اوندھے منہ پڑا لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔ خون بہہ کر سڑک پر پھیلنے لگا تھا۔ اسد نے جھک کر اسے سیدھا کیا۔

"کیپٹن آذر۔ وطن سے غداری کی تم نے کیا قیمت وصول کی؟" اسد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی پتھرائی ہوئی آنکھیں اسد کے چہرے پر جم گئیں۔ اس نے ایک جھرجھری لی اور اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔ اسد چند لمحوں کے لئے وہاں کھڑا حقارت آمیز نظروں سے کیپٹن آذر کی لاش کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے جھک کر اس کی جیبیں ٹٹولیں۔ ایک رقعہ برآمد ہوا۔ اسد نے کھول کر پڑھا۔

"آخری مرحلہ اور روانگی ______ س"

اسد نے اپنی کار کرنل فیاض کی کوٹھی کے سامنے روکی۔ اس کا ذہن الجھا ہوا تھا لیکن کچھ باتیں اس کی سمجھ میں آرہی تھیں۔ آخری مرحلے کے بعد وہ وہاں سے روانہ ہونے والے تھے۔ کیپٹن آذر کے نام "س" کے پیغام سے یہی ظاہر ہوتا تھا۔ "س" کون تھا؟ "س" کون تھی؟ اسد مسکرایا وہ "س" ہی سے ملاقات کرنے جا رہا تھا۔ اسد کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ س اور کیپٹن آذر کے درمیان کون کون سے کردار اہمیت رکھتے تھے؟ اگر اس نوجوان کو جو کیپٹن آذر کی گولی کا نشانہ بنا، کرنل فیاض کو ختم کرنے کا کام سپرد کیا گیا تھا تو اس گورکھ دھندے کا مرکزی کردار کون تھا؟ کیا کرنل فیاض کی پوزیشن بھی وہی تھی جو آپریشن بغداد میں کرنل یعقوب کی تھی؟ کیا وہ کرنل فیاض کو اس لئے ختم کر رہے تھے کہ اس نے وطن سے غداری کرنے سے انکار کر دیا تھا؟ اگر "س" سمیرہ ہی تھی تو سمیرہ اور کرنل محمود کی دوستی کی وجہ سمجھ میں آتی تھی۔ سمیرہ کے ذمہ کرنل محمود کو بہکانے کا کام سپرد کیا گیا تھا۔ اور چونکہ کرنل محمود سمیرہ کے جال میں پھنس چکا تھا اس لئے چپ سادھے رکھنے پر مجبور تھا۔ سمیرہ اور ایڈنا کی دوستی، ایڈنا کا بن یاسر آکر سمیرہ کے ہاں مہمان رہنا یہ باتیں اسد کے اس یقین کو تقویت دے رہی تھیں کہ سمیرہ ہی "س" تھی اور وہ انگر کے لئے کام کر رہی تھی۔ اسرائیل کی اس تنظیم کا طریقہ کار ہی خوبصورت لڑکیوں کے ذریعہ ضمیر اور وفاداریاں خریدنا تھا۔ لیکن اس صورت میں کرنل محمود اور میجر جنرل عبدالعزیز کی حیثیت کیا رہ جاتی تھی؟

جب اسد کوٹھی میں داخل ہوا تو یہی سوال اس کے ذہن میں ابھر رہے تھے اور وہ ان سوالات کا جواب جلد از جلد معلوم کرنا چاہتا تھا۔ ملازم نے اسد کو ڈرائنگ روم میں جا بٹھایا۔ تھوڑی ہی دیر بعد سمیرہ انتہائی جاذب نظر لباس میں داخل ہوئی۔

اسد ایک دم اچھل پڑا اور آنکھیں ملنے لگا۔ سمیرہ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"مجھے... مجھے یقین نہیں آرہا۔" اسد بڑبڑایا۔ "کہ کراچی جیسی خشک جگہ پر آپ... آپ

جیسی لڑکی مجھے مل سکتی ہے۔"

سمیرہ نے قہقہہ لگایا۔" آپ واقعی بڑے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن آپ اتنی دیر سے کیوں پہنچے؟"

"آپ نے کہا تھا کہ کرنل فیاض دفتر چلے جائیں تو آؤں.... مگر کاش میں نہ آتا۔"

"وہ کیوں؟" سمیرہ اس کے سامنے بیٹھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔

"اب میں کبھی چین کی نیند نہ سو سکوں گا۔ اگر میری ملاقات آپ سے ہونی ہی تھی تو کاش آپ کرنل فیاض کی بیوی نہ ہوتیں۔"

"میجر کیا آپ کے خیال میں.... میں اتنی خوبصورت....۔"

"ارے ارے آپ میرے جذبات کی توہین کر رہی ہیں۔ آپ خوبصورت ہی نہیں آپ تو اکیدم گریٹ ہیں۔ میں نے پیرس میں بھی اتنا حسن نہیں دیکھا۔ کہتے ہیں یہودی لڑکیاں بہت خوبصورت ہوتی ہیں۔ لیکن آپ.....۔ میرے خدا، میں بکتا جا رہا ہوں کہیں آپ مجھے بدتمیز نہ سمجھیں۔"

"مجھے بدتمیز مرد ناپسند نہیں۔" وہ مسکرا کر اٹھی اور بڑی اداؤں کیساتھ اسد کی طرف بڑھی۔ جب اس نے قریب آکر اسد کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اسد کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ گم سم سا ہو کر بیٹھ گیا۔

"آپ مجھ سے ملنے کے لئے کیوں بے تاب تھے؟" سمیرہ کی آواز میں خمار تھا۔

"آپ.... آپ کو میں نے کلب میں دیکھا تو میرا جی چاہا کہ.... کہ....۔" اسد بولتے بولتے رک گیا اور گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ کرنل کم از کم دو گھنٹوں تک نہیں آئیں گے۔" اسد کے کندھے پر سمیرہ کے ہاتھ کی گرفت مضبوط ہو گئی۔

"آپ.... آپ ناراض تو نہیں ہوں گی؟" اسد نے ڈری ڈری سی آواز میں کہا۔ اس کا ذہن مصروف تھا۔

"ناراض؟" وہ اس پر جھکتے ہوئے بولی۔ "وہ کیوں؟"

اسد نے سمیرہ کی سانس اپنے قریب آتے محسوس کی تو وہ ایک دم اچھلا جیسے کچھ یاد آگیا ہو۔

میں ایک ٹیلیفون کر سکتا ہوں؟"

"ضرور..." وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہٹ گئی۔

اسد نے اٹھ کر سمیرہ کی طرف دیکھا۔ پھر مسکرا کر ٹیلیفون کی طرف بڑھا۔ جب اس کی انگلیاں نمبر ڈائل کر رہی تھیں تو اس کی نظریں سمیرہ پر جمی ہوئی تھیں۔ اسد کی آنکھوں میں طلب تھی لیکن دل ہی دل میں وہ ہنس رہا تھا۔ سمیرہ عجیب عجیب سی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی "ہیلو"۔

"میں اسد بول رہا ہوں۔ کیپٹن رابعہ کے مکان کے سامنے ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔ مکان کے اندر دو لاشیں ہیں۔ آپ انہیں اٹھوانے کا انتظام کیجئے" یہ کہہ کر اسد نے جھٹ سے ریسیور رکھ دیا۔ سمیرہ کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے حیرت اور پھر خوف کے آثار نمودار ہوئے۔ اسد اس کی طرف بڑھا تو وہ گھبرا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے۔ لیکن کاش آپ کرنل فیاض کی بیوی نہ ہوتیں۔"

وہ اپنے آپ پر قابو پانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی لیکن اسد کی عقابی نگاہیں اس کی گھبراہٹ کا جائزہ لے چکی تھیں۔

"معلوم ہوتا ہے آپ لاشوں کا ذکر سن کر خوف زدہ ہوگئی ہیں" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کس سے بات کر رہے تھے؟" سمیرہ نے ذرا سنبھلتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ لانے میں کامیاب ہو چکی تھی۔

"کرنل محمود" اسد نے قدرے توقف کے بعد جواب دیا۔ اور سمیرہ جیسے اچھل پڑی

"آپ کو حیرت ہوئی؟" اسد نے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"جی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ جی نہیں۔" وہ جھٹ سے مسکرائی۔ اسد بھی مسکرایا۔ اور پھر اچانک یہ مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

"مسز فیاض۔ آپ کے مشن کا آخری مرحلہ کیا ہے؟ اور روانگی کب ہے؟" اسد نے یکایک پوچھا۔ سمیرہ کے خوبصورت چہرہ سے مسکراہٹ ایک دم غائب ہوگئی اور ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھیں خوف اور حیرت سے پھیلیں۔ لیکن پھر جب وہ بولی تو اس کی آواز پُرسکون تھی۔

"میجر اسد آف سیکریٹ سروس! آپ ہماری توقعات سے زیادہ ذہین نکلے۔ لیکن آپ کی ذہانت ہمیں اپنا مشن مکمل کرنے سے نہیں روک سکی۔"

اسد کچھ کہنے ہی والا تھا کہ پیچھے سے ایک کرخت آواز آئی۔

"ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ میرے پاس مشین گن ہے۔"

اسد کا ہاتھ جیب کی طرف جاتے جاتے رہ گیا۔ اس نے جلدی سے ہاتھ اوپر اٹھا لئے اور مڑ کر دیکھا۔ ریسٹ ہاؤس کا مینیجر نعمان مشین گن تھامے کھڑا حقارت آمیز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ شدید گرمی کے باوجود اسد کے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔

سمیرہ مسکرا رہی تھی۔ "میجر! تم سمجھ رہے تھے کہ اکیلے انگر کی سب سے مستعد شاخ کا مقابلہ کر لو گے؟"

"میں غلط سمجھ رہا تھا۔" اسد نے اداس سے لہجے میں جواب دیا۔ "مجھے معلوم نہیں تھا کہ ہمارے ایک اہم فوجی کیمپ میں اسرائیل کے جاسوس اس قدر دیدہ دلیری اور منظم انداز کے ساتھ کام کر سکتے ہیں۔ کیا آپ مجھے ختم کرنا چاہتے ہیں؟"

"نہیں میجر! ہم تمہیں ختم نہیں کریں گے۔ ہمارا مشن آخری مراحل میں ہے اور جب تک ہم یہاں سے چلے نہیں جاتے تم یہاں ہمارے مہمان بن کر رہو گے۔ لیکن اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" سمیرہ نے رک کر نعمان کی طرف دیکھا اور مسکراتی ہوئی اسد کے

قریب آئی۔ وہ اس کی جیبوں کی تلاشی لے رہی تھی۔ اسد کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ کوئی خطرناک قدم اٹھانا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا لیکن اس وقت وہ اپنی زندگی سے زیادہ اہمیت اس بات کو دے رہا تھا کہ غداروں کا یہ گروہ اپنے مشن میں کامیاب ہو کر نکلنے نہ پائے۔ اسے علم نہیں تھا کہ یہ مشن کیا ہے لیکن اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی "یہ لوگ کوئی خطرناک اقدام کرنے والے ہیں۔"

سمیرہ اس کے پستول اور دوسری چھوٹی چھوٹی چیزوں پر قبضہ کر چکی تو وہ مسکرایا۔ "سیکریٹ سروس میں ہمیں ایک سے زیادہ مہلک ہتھیار رکھنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ آپ نے مکمل تلاشی نہیں لی۔"

وہ ایک بار پھر اس کی تلاشی لینے لگی اور اچانک اسد اس کی کلائی پکڑ کر پوری تیزی سے گھوما۔ مشین گن سے فائر ہوا۔ گولیاں سنسناتی ہوئی دیوار کو جا لگیں اور اس سے پہلے کہ نعمان مزید گولیاں چلاتا سمیرہ چیخی:

"رک جاؤ ۔ ۔ ۔ دیکھ نہیں رہے اس نے مجھے سامنے کر رکھا ہے۔"

اس وقت واقعی سمیرہ مشین گن کی زد میں تھی اور اسد نے مضبوطی سے اس کی کلائی پکڑ کر اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن کے گرد شکنجہ کس رکھا تھا۔ اگر نعمان مشین گن چلاتا تو دونوں کی موت یقینی تھی۔

"مشین گن پھینک دو ۔ ۔ ۔ ورنہ میں اس کا گلا دبا دوں گا۔" اسد وحشیانہ انداز میں بولا اسد نے سمیرہ کی گردن کے گرد اپنا شکنجہ مضبوط کر لیا۔ وہ گھٹی گھٹی سی خوفزدہ آواز میں چیخی۔ "مشین گن فوراً پھینک دو۔"

اسد نے شکنجہ مزید سخت کیا اور سمیرہ کی آنکھیں باہر نکلتی ہوئی نظر آئیں۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن الفاظ حلق سے نہ نکل سکے۔ صرف گھٹی گھٹی سی آوازیں آئیں۔ نعمان نے بدحواسی سے ان کی طرف دیکھا۔ پھر مشین گن پھینک کر باہر کی طرف بھاگا۔ اسد نے فوراً سمیرہ کو ایک طرف دھکا دیا۔

وہ اس سے اپنا پستول چھین چکا تھا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ مشین گن اٹھائی، اور نعمان کے پیچھے لپکا۔ وہ دروازہ کھول چکا تھا لیکن اسد نے اس کے باہر نکلنے کی نوبت نہ آنے دی۔ مشین گن کی گولیاں کھا کر وہ گیند کی طرح اچھلا اور نیچے آ رہا۔

اسد فوراً واپس سمیرہ کی طرف لپکا۔ وہ میز کی درازوں میں شاید پستول تلاش کر رہی تھی۔

"آپ تکلف کر رہی ہیں مسز فیاض، آپ نے اب تک صرف میری ذہانت کی داد دی ہے۔ اب میں آپ سے اپنی جرأت اور دلیری کی تعریف سننا چاہتا ہوں۔"

وہ مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"تمہیں یہ جرأت اور دلیری مہنگی پڑے گی۔" سمیرہ کی آنکھوں میں خوف کے ساتھ غصہ بھی تھا۔

"کاش آپ خوبصورت نہ ہوتیں۔" اسد نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے جسم کو گولیوں سے چھلنی ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔"

"آپ چار قتل کر چکے ہیں۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ کو ختم کرنے کے لئے مقدمہ چلانے کی بھی ضرورت نہیں۔"

"چار قتل ....؟" اسد مسکرایا۔ "آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"تین لاشیں جن کا ذکر آپ نے ٹیلی فون پہ کیا اور ایک لاش جو باہر پڑی ہے۔" سمیرہ نے بڑے پرسکون لہجے میں کہا۔

"چھوڑیئے ان باتوں کو۔" اسد نے مشین گن ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ "آیئے یہاں بیٹھیے مجھے آپ سے واقعی محبت ہو گئی ہے۔"

سمیرہ کا چہرہ خاصا پرسکون تھا۔ صرف آنکھوں سے خوف ٹپک رہا تھا۔ اسد نے جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا۔ پھر دھواں فضا میں اڑاتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کی سلامتی کی ضمانت دے سکتا ہوں بشرطیکہ آپ مجھ پر اعتماد کریں۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟" سمیرہ نے اسد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"آپ کا مشن کیا ہے اور آپ......؟"

"میجر.... میں کچھ نہیں بتا سکتی۔ آپ مجھے غدار سمجھ رہے ہوں گے لیکن میں غدار نہیں ہوں۔ مجھے اپنے وطن سے محبت ہے اور میرا کام اپنے وطن کے دشمنوں کی وفاداریاں خریدنا ہے۔"

"اور وفاداریاں خریدنے کے لئے تم اپنا حسن استعمال کرتی ہو۔ اب تک تم کرنل فیاض، کرنل محمود، کیپٹن آذر اور نہ جانے کس کس پر اپنا حسن استعمال کر چکی ہو۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟" اسد نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

سمیرہ نے ایک کھوکھلا قہقہہ لگایا۔ "میجر! اگر تمہارے دوسرے ہم وطن بھی تمہارے جیسی مٹی سے بنے ہوتے تو مصر کو اتنی شرمناک شکست نہ ہوتی۔"

"بدقسمتی سے مصر کی عورتوں نے جنگی مقاصد کے لئے اپنا حسن استعمال کرنا نہیں سیکھا، اور یہودی صدیوں سے یہ کاروبار کرتے چلے آئے ہیں۔" اسد نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔ اس کی قومی انا مجروح ہوئی تھی۔

"ہم اپنے وطن سے غداری نہیں کرتے میجر!" سمیرہ نے طنز کا جواب طنز سے دیا۔ اسد مٹھیاں بھینچتا ہوا اٹھا۔

"میں تمہیں صرف دو منٹ دیتا ہوں۔ تمہارا مشن کیا ہے اور تمہارے ساتھ کون کون لوگ ہیں؟"

"اگر میں نہ بتاؤں تو؟"

"تو مجھے اپنا فرض پورا کرنا ہوگا۔" اسد نے مشین گن کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا فرض پورا ہو چکا میجر!"

آواز مانوس تھی۔ اسد اچھل سا پڑا۔ اس نے جلدی سے مشین گن پکڑنے کی کوشش کی لیکن کرنل محمود کی گرجدار آواز نے اس کے ہاتھ روک لئے۔

"میں تمھیں گولی سے اڑا سکتا ہوں کیونکہ تم نے چار قتل کئے ہیں۔ اگر تمھیں اپنی جان خوبصورت لڑکیوں سے زیادہ عزیز ہے تو ہاتھ اوپر اٹھا لو۔"

اسد کا دل زور سے دھڑکا۔ اس کے ہاتھ آہستہ آہستہ اوپر اٹھ گئے۔ اس نے مڑ کر دیکھا کرنل محمود کھڑا مسکرا رہا تھا۔ پستول کی نالی دیکھ کر اسد کو جھرجھری سی آگئی۔

"سمیرہ تہہ خانے کا دروازہ کھولو۔ ہم آرہے ہیں۔" کرنل محمود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسد کا دل ڈوبنے سا لگا۔ لیکن پھر اپنے اعصاب کو مضبوط بنا کر کہا:

"کرنل! مجھے شروع سے ہی شبہ تھا۔"

تہ خانہ

"تم بچ کر نہیں جا سکتے"
وہ وحشیانہ
انداز میں چیخی،

تہہ خانے میں ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ روشنی سرخ رنگ کی تھی۔ اسد نے دیکھا دیواریں چھت ہر چیز سرخ نظر آ رہی تھی۔

"کرنل بڑا رومانٹک ماحول ہے یہاں۔" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر مڑ کر دیکھا کرنل محمود اور سمیر کے چہرے سرخ روشنی میں عجیب سے لگ رہے تھے۔ اسد کو یوں محسوس ہوا جیسے یہ تہہ خانہ نہیں بھوتوں کا مسکن ہو۔

"میجر!" تھوڑی دیر کے بعد کرنل محمود کی کرخت آواز سنائی دی۔ "تم نے ہمارے چار آدمی قتل کیے ہیں۔ اصولاً تمھیں ہم سے کوئی اچھی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ لیکن میں تمھیں اس شرط پر معاف کرنے کے لئے تیار ہوں کہ تم ہمیں اپنے بے ضرر ہونے کا یقین دلاؤ۔"

"میں تاریخ کا سب سے بے ضرر آدمی ہوں کرنل! تم مجھ پہ اپنے یہودی آقاؤں سے زیادہ بھروسہ کر سکتے ہو۔" اسد اپنے لہجے سے طنز

نہ نکال سکا۔

کرنل نے ایک کھوکھلا قہقہہ لگایا۔ "مجھے تمھاری قوم پرستی پر ہنسی آتی ہے۔ تم دل میں مجھے غدار سمجھ رہے ہو گے۔ لیکن میں غدار نہیں ہوں میجر۔ میری ماں یہودی تھی اور میرا باپ شاہ فاروق کے ایسے جانثاروں میں سے ایک تھا جو اپنی بیویوں کو شاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ میری ماں نے ہمیشہ اپنی رسوائیوں کا انتقام لینے کی تربیت دی۔ میں اپنی ماں کا انتقام لے رہا ہوں۔ اس ماں کا جسے تمھاری نام نہاد انقلابی حکومت نے جاسوسی کے الزام میں سزائے موت دی۔ میں غدار نہیں ہوں میجر... میری ماں یہودی تھی۔ میرا ماموں اسرائیل کے ان جرنیلوں میں سے ایک ہے جنھوں نے چھ روز کے اندر عربوں کا مزاج درست کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ میرا چھوٹا بھائی اسرائیلی فوج میں کرنل ہے۔ میری بہن ایک اسرائیلی پارلیمینٹرین کی بیوی ہے۔ میں غدار نہیں ہوں۔ میری رگوں میں جو خون دوڑ رہا ہے وہ ایک دن پورے مشرقِ وسطیٰ پر حکومت کرے گا۔"

"کرنل! یہ سب کچھ تم مجھے کیوں بتا رہے ہو۔ تمھیں صفائی پیش کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہو رہی ہے؟ کیا اس کی وجہ یہ نہیں کہ تمھارا ضمیر ملامت کر رہا ہے؟ تم اپنے ضمیر کی آواز کو دبانے کے لئے اپنے آپ کو یقین دلا رہے ہو کہ تم جو کچھ کر رہے ہو۔ اس خون کی خاطر کر رہے ہو جو تمھاری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔"

"میجر!" کرنل کا لہجہ ایک دم سخت ہو گیا۔ تمھارے سامنے دو راستے ہیں۔ مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ یا ہمیں موقع دو کہ ہم تمھیں زندہ رکھنے کا جواز تلاش کر سکیں۔"

"مجھ پر کئی قاتلانہ حملے ہو چکے ہیں اور مجھے یقین نہیں کہ تم مجھے زندہ رکھنا خطرے سے خالی سمجھو گے۔ بہر حال مجھے اپنے آپ کو بے ضرر ثابت کرنے کے لئے کیا کرنا ہو گا؟"

کرنل محمود نے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور اسد کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم اس پر دستخط کر دو تو میں تمھاری جان بچانے کی صورت نکال سکتا ہوں۔"

اسد نے تیزی سے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ کرنل ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔

"نہیں میرے چالاک دوست۔ میرے ساتھ پھرتی کا مظاہرہ مت کرو۔ میں نے آج تک اپنا نشانہ خطا ہوتے نہیں دیکھا۔"

اسد نے اس کے دوسرے ہاتھ میں پستول دیکھ کر ٹھنڈی سانس لی۔ کرنل نے کاغذ کا ٹکڑا اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں ایک دن دیتا ہوں۔ کل ٹھیک اس وقت تمہارا فیصلہ معلوم کرنے کے لئے آؤں گا۔ اس دوران تمہیں ایک معزز مہمان کی حیثیت حاصل رہے گی۔ کیوں سمیرہ؟"

سرخ روشنی میں سمیرہ کا خوبصورت چہرہ بھی بھیانک لگ رہا تھا۔ جب وہ مسکرائی تو اسد کو یوں لگا جیسے کسی شیطانی مخلوق نے دانت نکال کر اس کی طرف دیکھا ہو۔ اسد کو جھرجھری سی آگئی۔

"کرنل... تم نے وعدہ کیا تھا کہ میرے لئے یہاں تفریح کا ہر سامان میسر ہوگا۔" اسد نے جھک کر کاغذ کا ٹکڑا اٹھاتے ہوئے کہا۔

کرنل ہنسا اور پھر سمیرہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ "سمیرہ میرے معزز مہمان کے لئے تفریح کا انتظام کرنا تمہارا کام ہے۔" اچانک کرنل محمود اسد سے مخاطب ہوا۔ "تمہیں ایک خوشخبری سنانا بھول گیا۔ خالص عربی النسل لڑکیاں میری سب سے بڑی کمزوری ہیں۔ ان کے خون کی حدت مجھے الف لیلوی شہزادیوں کی یاد دلاتی ہے۔ تمہیں اعتراض نہ ہو تو آج رات میں رابعہ کے عرب خون کی حدت آزماؤں۔ ویسے میجر جنرل عبدالعزیز کافی دنوں سے اس میں دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں۔ لیکن شاید رابعہ ایک بوڑھے گدھ پر ایک جوان عقاب کو ترجیح دے۔"

اسد کا خون کھول اٹھا۔ وہ مٹھیاں بھینچتا ہوا کرنل کی طرف بڑھا لیکن کرنل کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر وہ رک گیا۔ کرنل نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"میجر! تمہاری مٹھی میں کاغذ کا ایک بے جان ٹکڑا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تمہاری جان

بچانے کا باعث بنے گا۔"

کرنل محمود اور سمیرہ کے جانے کے بعد میجر اسد نے اپنے ماتھے پر سے پسینہ پونچھا۔ رالبعہ کا خیال آتے ہی اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں رالبعہ اس وقت یقیناً کرنل محمود کے قبضے میں آچکی تھی۔ اسد کے کانوں میں کرنل کے الفاظ گونج اٹھے۔ "تمھیں اعتراض نہ ہو تو آج رات میں رالبعہ کے عرب خون کی حدت آزماؤں" اس نے دل ہی دل میں کرنل کو گالی دی۔ پھر کاغذ کا ٹکڑا کھول کر دیکھا۔

"باس! کرنل فیاض قاہرہ پہنچ چکا ہے، اسے فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ میں یہ پیغام وائرلیس کے ذریعے اس لئے نہیں بھیج رہا کہ مجھے کسی پر اعتماد نہیں۔ میجر جنرل عبدالعزیز سے میری ملاقات اب تک نہیں ہو سکی۔ وہ بیمار ہیں۔ مجھے دال میں کچھ کالا نظر آرہا ہے۔"

الفاظ بڑے سلیقے سے ٹائپ کئے گئے تھے۔ چند لمحوں کے لئے اسد کھڑا سوچتا رہا۔ اس تنگ کوٹھڑی میں بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ مجبوراً اسد ایک کونے میں فرش پر دراز ہو گیا۔ اس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اس کا یہاں سے نکلنا بہت ضروری تھا۔ انگر کے پیچھے جو بھی دماغ تھا اسد اس کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اگر یہ دماغ کرنل محمود کا تھا تو اس نے کرنل فیاض کو پھنسا کر خود اپنے مشن کی تکمیل کے بعد بچ نکلنے کا پروگرام بڑی ذہانت سے تیار کیا تھا۔ یہ پیغام جو وہ اسد کی طرف سے کرنل عاصم کو بھیجنے والے تھے، بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اس سے دو چیزیں ثابت ہوتی تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ کرنل فیاض کو پھنسانا چاہتے تھے۔ غالباً کرنل فیاض کو اسی طرح قربانی کا بکرا بنایا جا رہا تھا۔ جس طرح بغداد میں کرنل یعقوب بنا تھا۔ دوسری بات یہ ثابت ہوتی تھی کہ "انگر" میجر جنرل عبدالعزیز پر حکومت کا شبہ اور زیادہ مضبوط بنانا چاہتی تھی۔ اس کی وجہ ایک ہی ہو سکتی تھی۔ میجر جنرل بے قصور تھا اور اسے مرکزی کردار ظاہر کر کے "انگر" کے اصل دماغ اپنا مشن مکمل کرنا چاہتے تھے۔ "انگر" کے اصل دماغ کون تھے اور ان کا مشن کیا تھا؟ ان سوالات کا

جواب اسد کو ہر قیمت پر معلوم کرنا تھا۔ انگر کا ایک کردار کرنل محمود تو کھل کر سامنے آچکا تھا۔ سمیرہ اس کی رفیقہ کار تھی۔ لیکن دوسرے لوگ کون تھے۔ یہ بات بعید از عقل تھی کہ اکیلا کرنل محمود اتنا خطرناک ڈرامہ کھیل رہا تھا۔

اچانک اسد کو رابعہ کا خیال آیا اور وہ اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ رابعہ آج رات کرنل محمود کی مکروہ خواہشات کا نشانہ بننے والی تھی۔ اسد کی نظروں کے سامنے رابعہ کا خوبصورت چہرہ گھوم گیا اور اس کی مٹھیاں غصے سے بھنچ گئیں۔ اس کا ذہن اور زیادہ تیزی سے کام کرنے لگا۔

آج شام اسد کی ہدایت پر طاہرہ میجر جنرل عبدالعزیز سے ملنے والی تھی۔ لیکن اب یہ سب بے سود تھا کیوں کہ یہاں سے فرار ہوئے بغیر اسد کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اسے یاد آیا کہ اس نے سعد کو قاہرہ ایک پیغام بھیجنے کی ہدایت کی تھی۔ اس پیغام میں اسد نے قاہرہ سے کرنل فیاض اور سمیرہ کے بارے میں معلومات چاہی تھیں۔

"اب اگر میرا یہ پیغام جو کرنل محمود بھیجنا چاہتا ہے کرنل عاصم کو ملا تو کرنل فیاض یقیناً سیکریٹ سروس کی نظروں میں بہت مشتبہ کردار بن جائے گا اور اسے فوراً گرفتار کر لیا جائے گا"۔ اسد نے سوچا۔ پھر ایک اور خیال اس کے ذہن میں ابھرا۔

"کہیں سعد اور طاہرہ بھی کرنل محمود کے قبضے میں تو نہیں آچکے؟" اس امکان کے بارے میں سوچتے ہی میجر اسد کے منہ سے نکلا۔ "میرے خدا! میرے لیے یہاں سے فرار ہونا بہت ضروری ہے۔"

لیکن اس کوٹھڑی سے فرار ہونا کوئی آسان کام نہ تھا۔ دروازہ بھی دیوار کے اندر تھا اور باہر سے کھلتا تھا۔ اچانک اسد کے ذہن میں ایک تجویز آئی۔

"وہ چاہتے ہیں کہ میں اس پیغام پر دستخط کر دوں۔ میں ان سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس پر میں نے اپنے مخصوص قلم سے دستخط نہ کیے تو کرنل عاصم اسے کوئی اہمیت نہیں دے گا بلکہ اس

کی چھٹی حس بیدار ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ میری اس بات کو کرنل محمود کوئی چال تصور کرے۔ لیکن سمیرہ.... سمیرہ کو بے وقوف بنانا مشکل نہیں۔"

اسد کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اسے چھوٹی سی وہ ٹارچ یاد آئی جو کرنل عاصم نے اسے دی تھی۔

"سرخ بٹن دباؤ گے تو روشنی ہو گی۔ سفید بٹن دباؤ گے تو نالی باہر نکلے گی، اور سبز بٹن دباؤ گے تو گولی چلے گی۔"

کرنل عاصم کی ہدایت یاد کر کے اسد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ یہ ٹارچ سمیرہ کے قبضے میں تھی۔ تلاشی لیتے وقت انھوں نے دوسری چیزوں کے علاوہ اس ٹارچ اور اسد کی گھڑی پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔

اسد نے وقت کا اندازہ لگایا۔ گیارہ بجے ہوں گے وہ بڑی شدت سے کھانے کے وقت کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن اسے بڑی مایوسی ہوئی، جب کھانا سمیرہ کی بجائے ایک آدمی رکھ کر چلا گیا۔

"وہ رات کو آئے گی۔" اسد نے سوچا اور ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ وقت بہت قیمتی تھا لیکن اسد مجبور تھا۔

سرخ روشنی میں اسد کی آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔ لیکن وہ دس گھنٹے اس کوٹھڑی میں قید رہ کر سرخ روشنی کا عادی ہو چلا تھا۔ اب اسے صرف سمیرہ کی آمد کا انتظار تھا۔ اسے یقین تھا کہ سمیرہ ضرور آئے گی۔ کرنل محمود کے الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ "سمیرہ میرے معزز مہمان کے لئے تفریح کا سامان مہیا کرنا تمھارا کام ہے۔"

اسد اس وقت تفریح کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے رابعہ کا چہرہ گھوم رہا تھا۔ رابعہ کرنل محمود کے قبضے میں تھی اور.... اور اسد اس سے آگے سوچنے

کے لئے تیار نہیں تھا۔

اچانک دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اسد کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اس کے سامنے سمیرہ کھڑی تھی۔ شب خوابی کے لباس اور سرخ روشنی میں وہ اس قدر پُراسرار اور پرکشش لگ رہی تھی کہ اسد کو ایڈنا یاد آگئی۔

"میجر..... تمھیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟" سمیرہ نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"تکلیف تو نہیں، البتہ سرخ روشنی میں میری آنکھیں ٹھیک طرح سے کام نہیں کر رہیں اور میں آپ کے حسن کی باقاعدہ تعریف نہیں کر سکتا۔"

"تمھیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ تم رات اس کوٹھڑی میں نہیں گزارو گے۔" سمیرہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور دائیں جانب بڑھ کر دیوار ٹٹولنے لگی۔ اچانک دروازہ کھلا اور اسد نے دیکھا سامنے ایک کاریڈار تھا۔ "یہ راستہ خواب گاہ کو جاتا ہے۔ اگر تم نے کاغذ کے اس ٹکڑے پر دستخط کر دیئے تو میں تمھیں......"

اسد نے سمیرہ کو اپنا فقرہ مکمل کرنے کا موقع نہ دیا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں اس حکم کی تعمیل نہیں کر سکتا۔ میری جیب میں میرا پین بھی نہیں رہنے دیا گیا اور کرنل عاصم کے لئے میرے وہی دستخط قابلِ قبول ہوں گے جو میں اپنے مخصوص پین سے کرتا ہوں۔"

"تم بہت ذہین ہو میجر..... تمھاری جیب میں کوئی فونٹین پین نہیں تھا۔" سمیرہ نے کہا اور اسد نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"تو پھر بات ختم ہوگئی۔ آپ اپنا پین دے دیجئے۔ مجھے دستخط کرنے میں کوئی اعتراض نہیں۔"

سمیرہ خاصی دیر تک اسے گھورتی رہی۔

"تمھارا پین کوٹ کی جیب میں تھا؟"

"آپ کہہ رہی ہیں نا کہ کوئی پین نہیں تھا۔ میں دستخط کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ اپنا پین عنایت کر دیجئے۔" یہ کہہ کر اسد نے جیب میں سے کاغذ کا وہی ٹکڑا نکالا جو کرنل محمود

نے اسے دیا تھا۔

"میجر....." قدرے توقف کے بعد سمیرہ بولی۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تمھاری جیب میں پین ضرور تھا۔ تم اسی پین سے دستخط کرو گے۔"

"آپ ہی تو کہہ رہی ہیں کہ کوئی پین نہیں تھا۔ آپ جھوٹ تو نہیں بول سکتیں۔" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمھارا پین کیسا تھا میجر؟" سمیرہ نے پوچھا۔

"آپ کو اس سے کیا؟ میری جیب سے دو ہی تو چیزیں برآمد ہوئیں۔ ایک پستول اور دوسری ٹارچ۔ شاید کچھ رقم بھی تھی۔"

"ٹارچ؟" سمیرہ کی آنکھیں سرخ روشنی میں چمکنے لگیں۔ "اب سمجھی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اتنی چھوٹی سی ٹارچ جیب میں رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"چھوڑیئے ان باتوں کو۔ میں اس کوٹھڑی سے نکلنے کے لئے بے چین ہوں۔"

"میجر ــ تم مذاق سمجھ رہے ہو۔ اگر تم نے دستخط نہ کئے تو..... تو....."

"تو مجھے ختم کر دیا جائے گا۔ میرے پاس اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ میں نے دستخط کر دیئے تو مجھے واقعی زندہ چھوڑ دیا جائے گا؟"

"میں اس بات کی گارنٹی لیتی ہوں۔" سمیرہ نے اچانک بڑے رومانٹک انداز میں کہا۔ وہ اس کے قریب آچکی تھی۔ اس کے جسم سے بڑی سرور آور سی مہک اٹھ رہی تھی۔ اسد دل ہی دل میں مسکرایا۔

"انگمران لڑکیوں کی مہک کس فراخ دلی سے استعمال کر رہی ہے۔" اس نے سوچا۔ "شاید یہ لڑکی سمجھ رہی ہے کہ اس کی مہک میرے ہوش و حواس چھین لے گی۔ میرا کیا بگڑتا ہے اگر وہ اسی غلط فہمی میں رہے؟"

"سمیرہ!" اسد نے اچانک بڑا رومانٹک انداز اختیار کر لیا۔ "میں... میں مرنا نہیں چاہتا

کیا دستخط کرنے کے بعد واقعی میری جان بچ جائے گی؟"

"میں نے کہا ہے ناکہ میں اس کی گارنٹی لیتی ہوں۔" وہ اس کے بہت قریب آچکی تھی۔ اسد نے اس کے بازو کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ایک لمحے کے لئے اسد نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ پھر پوری قوت سے اپنی طرف کھینچا۔

جب وہ پیچھے ہٹی تو بری طرح ہانپ رہی تھی۔ "میں ٹارچ لے آتی ہوں۔ آپ دستخط کر دیجئے۔ پھر ہم......"

"کیا ہم فی الحال ان باتوں کو بھول نہیں سکتے۔" اسد نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔

"نہیں۔" اگر تم نے دس بجے تک دستخط نہ کئے تو.... تو تم شاید کبھی مجھے......"

فقرہ نامکمل چھوڑ کر وہ پلٹی۔ دروازہ کھلا تھا۔ جب وہ باہر نکلی تو خودبخود بند ہو گیا۔ اسد کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

طاہرہ کا دل بڑے زور سے دھڑک رہا تھا۔ میجر جنرل عبدالعزیز کی شہرت اس نے سن رکھی تھی۔ وہ ایک ایسے آدمی سے ملنے والی تھی جس نے شاہ فاروق کے دربار میں آنکھیں کھولی تھیں اور جس کی فتوحات میدانِ جنگ سے زیادہ اس میدان میں تھیں جہاں عورت کھلونے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ میجر جنرل عبدالعزیز کی عیاشیوں کے بارے میں اس نے پہلے بھی بہت کچھ سن رکھا تھا۔ لیکن جب قاہرہ سے بن یاسر بھیجنے سے پہلے کرنل عاصم نے اس سے یہ کہا تھا کہ مجھے افسوس ہے تمہیں ایک بھیڑیئے کے ساتھ رہنا ہو گا، تو طاہرہ کو جھرجھری سی آگئی تھی۔ وہ گزشتہ تین برسوں سے مصری سیکریٹ سروس کے ساتھ منسلک تھی۔ لیکن اب تک اس کا دامن بے داغ تھا۔ اسے بعض اوقات جاسوسی کرنے لئے بعض مردوں سے دوستانہ تعلقات ضرور پیدا کرنے پڑے تھے لیکن قدرت نے اسے کسی امتحان میں نہیں ڈالا تھا۔

میجر جنرل عبدالعزیز کا معاملہ ذرا مختلف تھا۔ اگر وہ واقعی وطن دشمن سرگرمیوں میں ملوث تھا تو اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کے لئے ہو سکتا تھا کہ طاہرہ کو اپنی سب سے قیمتی پونجی کی قربانی دینی پڑے۔ میجر اسد کی ہدایت پر وہ میجر جنرل سے ملاقات کرنے آئی تھی۔ ملاقات کا مقصد صرف یہ معلوم کرنا تھا کہ آیا وہ واقعی بیمار تھا یا اس کی بیماری کسی مصلحت کا نتیجہ تھی؟

میجر جنرل کی کوٹھی پر آئے اسے نصف گھنٹہ ہو چکا تھا۔ اس سے کہا گیا تھا کہ جنرل صاحب دوا کھانے کے بعد سو رہے ہیں لیکن ساڑھے آٹھ بجے انہیں جگا کر خوراک دینی ہے۔ اسوقت ملاقات ہو سکتی ہے۔ طاہرہ نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔

سوا آٹھ بجے تھے میجر جنرل سے اس کی ملاقات پندرہ یا بیس منٹ میں ہونے والی تھی۔

اچانک ڈرائنگ روم سے باہر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ طاہرہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

"جنرل صاحب . . . خواب گاہ میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے آتے ہی کہا۔

"لیکن وہ تو ساڑھے آٹھ بجے اٹھنے والے تھے؟"

"ان کی آنکھ کھل گئی اور انھیں آپ کی آمد کے بارے میں بتایا گیا۔ وہ فوری طور پر آپ سے ملاقات کے خواہشمند ہیں۔"

طاہرہ کا دل زور سے دھڑکا۔ میجر جنرل فوری طور پر اس سے ملاقات کا خواہش مند تھا اور وہ بھی خواب گاہ میں! اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ بہر حال ہمت کر کے وہ اٹھی اور اس نوجوان کے پیچھے پیچھے چل دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک نیم روشن کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ پلنگ خالی تھا۔ وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹکی۔ پھر اس نے پلٹ کر نوجوان کیطرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ بادل نخواستہ اندر داخل ہو گئی، اور اس کے ساتھ ہی دروازہ بند ہو

گیا۔ خوف سے طاہرہ کے دل کی حرکت ایک دم تیز ہوگئی۔ خالی پلنگ سے گھوم کر اس کی نظریں اس کونے میں پہنچیں جہاں ایک لمبا تڑنگا آدمی دیوار کی طرف منہ کئے کھڑا تھا۔ چند لمحوں کے لئے مکمل خاموشی طاری رہی۔ پھر وہ آدمی آہستہ آہستہ پلٹا۔ نیم روشن کمرے میں دو تیز چمکتی ہوئی آنکھیں طاہرہ کو گھور رہی تھیں۔

"میجر جنرل ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے طاہرہ کہتے ہیں۔ کیپٹن طاہرہ" طاہرہ نے تعظیماً جھک کر کہا۔ اس کی آواز ایک انجانے خوف سے کانپ رہی تھی۔

"مجھے معلوم ہے۔" اس آدمی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ وہ کسی صورت میں معمر نہیں لگ رہا تھا۔ شکل وصورت اور صحت کے لحاظ سے اسکی عمر زیادہ سے زیادہ پینتیس سال معلوم ہوتی تھی۔ لیکن اس کی اصل عمر پچاس کے لگ بھگ تھی۔ وہ بظاہر مکمل طور پر صحت مند معلوم ہوتا تھا۔ چہرے پر بیماری کا دُور دُور تک کوئی نشان نہ تھا۔ "مجھے معلوم ہے" قدرے توقف کے بعد اس نے اپنا فقرہ دہرایا۔ "لیکن میجر جنرل عبدالعزیز علالت کے باعث آپ سے ملاقات نہیں کر سکتے۔ انھوں نے مجھے ہدایت کی ہے کہ آپ سے ملوں۔ میرا نام کرنل محمود ہے۔ کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟"

خوف وحیرت سے طاہرہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ واقعی کرنل محمود تھا۔ صرف مونچھیں غائب تھیں۔ اس نے گھبرا کر بند دروازے کی طرف دیکھا۔

اسد کاریڈار طے کر کے خواب گاہ میں پہنچ چکا تھا۔ سرخ روشنی سے نجات پا کر اسے سکون سا محسوس ہوا۔ اس کی سمجھ میں سرخ روشنی کا مقصد نہیں آرہا تھا۔ پلنگ بڑا آرام دہ تھا اور کمرے میں ایک اچھی خواب گاہ کی تمام تر خصوصیات اور ضروریات موجود تھیں۔ کھڑے کھڑے اور ٹہلتے ٹہلتے وہ اس قدر تھک چکا تھا کہ وہ سب کچھ بھول کر بستر پر لیٹ گیا۔ اس کے تھکے ہوئے جسم کو ذرا آرام ملا تو اس کا ذہن پھر تیزی سے کام کرنے لگا۔ یہ خواب گاہ

یقیناً صرف عیاشی کے لئے نہیں بنائی گئی تھی۔ اس سے ضرور کوئی اور کام لیا جاتا تھا۔ کچھ سوچ کر وہ تیزی سے اٹھا اور کمرے کا معائنہ کرنے لگا۔ اچانک اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ ڈریسنگ ٹیبل کے عقب میں جدید طرز کا منی ٹیپ ریکارڈ لگا ہوا تھا اور اس میں سے چار تاریں نکل کر دیوار میں گھس گئی تھیں۔ ظاہر تھا کہ کمرے کی چاروں دیواروں میں اندرونی طور پر مائیکروفون فٹ تھے۔

اچانک اسد کو کاریڈار سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے جلدی سے جھک کر ٹیپ ریکارڈ کا بٹن دبایا اور خود آکر پلنگ پر لیٹ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کی ہی تھیں کہ سمیرہ کی آواز سن کر کھول دیں، اور اس طرح ہڑبڑا کر اٹھا جیسے نیند سے بیدار ہوا ہو۔

"میجر! معلوم ہوتا ہے تم بہت تھک گئے ہو۔"

"کچھ وقت کے لئے میں بھول جانا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں اور یہاں کیا کر رہا ہوں۔" اسد نے رومانٹک انداز سے اس کی طرف دیکھا اور انگڑائی لی۔

"یہ خواب گاہ کا اثر ہے یا میری رفاقت کا؟" سمیرہ نے مسکرا کر پوچھا۔ وہ اب بھی وہی نیم عریاں لباس پہنے ہوئے تھی۔

"دونوں کا۔" اسد نے مسکرا کر جواب دیا۔ "دونوں لازم و ملزوم ہیں۔"

"کرنل محمود ٹھیک کہتا ہے۔" سمیرہ مسکرا کر بولی۔ "عورت واقعی مصریوں کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔"

اس وقت میری سب سے بڑی کمزوری تم ہو۔ اور تم عورت نہیں، قدیم مصر کی کوئی دیوی ہو۔ خوبصورت پُراسرار اور ناقابلِ اعتماد۔ بالکل قلوپطرہ کی طرح۔" یہ کہہ کر اسد نے بڑے جذباتی انداز میں ہاتھ پھیلائے۔ لیکن سمیرہ اس کے قریب آنے کی بجائے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کیا تمھیں مجھ پہ اعتماد نہیں؟" قدرے توقف کے بعد وہ بولی۔

"نہ ہوتا تو دستخط کرنے کا وعدہ کیوں کرتا۔ مجھے یقین ہے کہ تم میری جان ضرور بچاؤ گی۔" اسد نے جواب دیا۔

سمیرہ فوراً اٹھی اور اپنے لباس کے اندرونی حصے سے چھوٹی سی ٹارچ نکال کر اسد کی طرف بڑھادی۔

"لیکن دستخط کرنے سے پہلے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ انگمر کو کرنل فیاض کی گرفتاری سے کیا دلچسپی ہے۔ اور پھر وہ تمھارا شوہر ہے۔"

سمیرہ نے قہقہہ لگایا۔ "تمھاری سیکریٹ سروس احمقوں کا ٹولہ ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم نے قاہرہ سے فیاض اور میرے متعلق معلومات مانگی ہیں۔ یہ معلومات حاصل کرنے کی ذمہ داری جس کے سپرد کی گئی ہے وہ ہمارا ایجنٹ ہے۔ اس نے کرنل عاصم کو فیاض کے بارے میں جو رپورٹ دی ہے اس کے بعد جب تمھارا یہ خط پہنچے گا تو فیاض کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ اس دوران ہم اپنا مشن مکمل کر لیں گے۔ ہمارا ابن یاسر سے فوری طور پر روانہ ہونا ضروری ہے، کیوں کہ خانہ جنگی کی صورت میں ہمارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہو گا۔"

"خانہ جنگی؟" اسد کا دل زور سے دھڑکا۔ پھر اس نے پورے زور سے قہقہہ لگایا۔ "اسرائیل کو خوش فہمی تھی کہ شکست کے بعد مصر میں حکومت تبدیل ہو جائے گی اب اسرائیلی حکمرانوں کو خوش فہمی ہے کہ مصر میں خانہ جنگی شروع والی ہے۔ مصر کو شکست ضرور ہوئی ہے لیکن حکومت پر سے قوم کا اعتماد نہیں اٹھا اور ہم پہلے سے زیادہ متحد ہیں۔"

"یہ فیصلہ عنقریب ہو جائے گا، جب میجر جنرل عبدالعزیز اپنے دوسرے جرنیلوں کے ساتھ قاہرہ پر قبضہ کریں گے تو تمھاری سیکریٹ سروس اپنے نئے آقاؤں کے لئے کام کرنا شروع کر دے گی۔" سمیرہ نے اسد کی طنز کا جواب طنز سے دیا۔

اسد کو اپنے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی محسوس ہوئیں۔ لیکن وہ اپنے آپ پر قابو پاکر مسکرایا "لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میجر جنرل عبدالعزیز کرنل فیاض کی گرفتاری کے کیوں متمنی ہیں۔ کیا

اس کے بغیر قاہرہ پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا؟"

سمیرہ اسے گھور کر دیکھنے لگی۔ "تمھیں ان باتوں میں زیادہ دلچسپی نہیں لینی چاہیئے۔"

"میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ایک بیوی اپنے شوہر کے خلاف کیسے کام کر سکتی ہے؟" اسد نے کہا۔ سمیرہ مسکرائی اور جواب دیا۔

"میں نے فیاض سے شادی جس مشن کے لیئے کی تھی وہ ناکام ہو چکا ہے۔ فیاض کو سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ ہی اس کے لیئے اس دولت میں کشش ہے جو میری وساطت سے اسے مل سکتی تھی۔ اسے صرف اپنے اعلیٰ افسروں کے احکامات ماننے سے دلچسپی ہے اور اسے شبہ ہو گیا ہے کہ میجر جنرل عبدالعزیز کی جگہ بن یاسر کیمپ کے جنرل آفیسر کمانڈنگ کے فرائض کوئی اور شخص ادا کر رہا ہے۔

اس سے پہلے کہ وہ اس شبے کا اظہار ہائی کمان کے سامنے کرے ہم چاہتے ہیں کہ اس کی گرفتاری اس شبہ کے تحت عمل میں آجائے کہ وہ اسرائیل کے لیئے کام کر رہا ہے۔ کیا تمہاری سیکریٹ سروس اسرائیل کے کسی ایجنٹ کی بات پر اعتماد کرے گی؟"

"اب سمجھا کہ میجر جنرل عبدالعزیز اتنے دنوں سے کیوں علیل ہیں اور ان سے ملاقات کرنا کیوں مشکل ہے۔" اسد نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "کیا انھیں قتل کر دیا گیا ہے؟"

"قتل؟" سمیرہ نے قہقہہ لگایا۔ "تمہارا خیال ہے کہ ہم اتنے بڑے مہرے کو ضائع کر سکتے ہیں؟ بن یاسر کیمپ میں جو احکامات دیئے جاتے ہیں اور جن پر عمل ہوتا ہے، وہ کرنل محمود کے دماغ اور میجر جنرل عبدالعزیز کے دستخطوں کے مرہونِ منت ہیں۔"

"بہت خوب۔" اسد نے کہا۔ "کاش میں سیکریٹ سروس میں بھرتی نہ ہوا ہوتا۔ نہ یہاں آتا اور نہ اس گورکھ دھندے میں پھنستا۔"

"تم اس گورکھ دھندے سے نکل سکتے تھے۔ لیکن اب تم پہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ تمھارے متعلق جو رپورٹ ایڈنا نے ہائی کمان کو بھیجی ہے اس کے مطابق تم حد سے زیادہ

ذہین، خطرناک حد تک بہادر، فطری طور پر حسن پرست اور عملی طور پر قوم پرست ہو۔ تم ڈبل کراسنگ یا کاؤنٹر سپائنگ (COUNTER SPYING) کے لئے سخت ناموزوں ہو۔ تمہارے متعلق کئی مختلف فیصلے کئے جا چکے ہیں۔ ہماری ہائی کمان کے کچھ لوگ تمہیں ختم کرنے کے حق میں ہیں اور کچھ کا خیال ہے کہ مصر میں حکومت کی تبدیلی کے بعد تم کار آمد ثابت ہو سکتے ہو۔"

"معلوم ہوتا ہے، مجھے ختم کرنے کے حامی زیادہ طاقت ور ہیں۔ مجھ پر اب تک کئی قاتلانہ حملے ہو چکے ہیں۔"

"لیکن اب تم ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہو جو تمہاری جان بچانا چاہتے ہیں بشرطیکہ تم اس کاغذ پر دستخط کر کے ہمیں اپنی مدد کرنے کا موقع دو۔" سمیرہ نے کہا۔ اسد نے کاغذ کا ٹکڑا اپنے سامنے رکھا اور ٹارچ پکڑ کر کچھ سوچنے لگا۔

"اگر میں دستخط نہ کروں؟" اس نے اچانک کہا۔

"تو مجھے ہدایت دی گئی ہے کہ تمہیں ختم کر دیا جائے۔ میں اس ہدایت کو نظر انداز کر کے اپنی جان خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔"

"تمہاری جان اس وقت بھی خطرے میں ہے۔" اسد نے اچانک کہا۔ "میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں لیکن میں تمہارا گلا گھونٹ سکتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم ایسی حرکت نہیں کرو گے۔ میں ایک لفظ بول کر اپنی مدد کے لئے دو مسلح آدمی بلا سکتی ہوں۔ تم مشین گنوں کا مقابلہ نہتے نہیں کر سکتے۔"

سمیرہ نے بڑے اطمینان سے مسکرا کر جواب دیا۔ اسد اچانک اٹھا اور ٹارچ جیب میں ڈال کر سمیرہ کی طرف بڑھا۔ سمیرہ نے اپنا ہاتھ اپنی ٹانگ کی طرف بڑھایا لیکن اسد نے جھپٹ کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ وہ پستول نہ نکال سکی۔

دوسرے لمحے پستول اسد کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن سمیرہ نے خوفزدہ ہونے کی بجائے

قہقہہ لگایا۔ "میجر، میں بے وقوف نہیں ہوں کہ پستول لے کر تمہارے پاس آتی۔ یہ پستول خالی ہے۔"

اسد نے لپک کر سمیرہ کا گلا پکڑ لیا۔ اس کے چہرے پہ پہلے تو حیرت کے آثار نمودار ہوئے پھر ایک انجانا سا لفظ اس کے حلق سے نکلا اور وہ چیخی۔ یہی اسد چاہتا تھا۔ سمیرہ کو ایک طرف دھکیل کر وہ دروازے کی اوٹ میں آ کھڑا ہوا لیکن پھر کچھ سوچ کر اس نے سمیرہ کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن اسد نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے ٹارچ پکڑ لی۔

اسی لمحے کاریڈار سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز آئی۔ آواز قریب آتی گئی۔ سمیرہ اس کی گرفت میں تڑپی لیکن اسد کا ہاتھ اس کے منہ سے نہ ہٹا۔ اس نے ٹارچ کا سرخ بٹن دبایا۔ روشنی ہوئی۔ پھر سفید بٹن دبایا۔ نالی ٹارچ سے نکلی۔ اور اسی لمحے دونوں آدمی مشین گن تھامے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ اسد نے انہیں پلٹ کر دیکھنے کا موقع نہ دیا۔ ٹارچ سے یکے بعد دیگرے دو سبز شعلے نکلے اور دونوں آدمی اچھل کر گیند کی طرح نیچے آ رہے۔ مشین گنیں ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گئیں۔

اسد کے ہونٹوں پہ ایک نفرت انگیز مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے سمیرہ کو پورے زور سے پلنگ کی طرف دھکیلا۔

"تم بچ کر نہیں جا سکتے۔" وہ وحشیانہ انداز میں چیخی۔

"میں جا رہا ہوں۔ صبح تک تم یہیں رہو گی۔ اگر میں واپس نہ آیا تو سمجھ لینا تمہارا مشن مکمل ہو گیا ہے۔ ورنہ تم جانتی ہو عورت مصریوں کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سمیرہ نے اٹھنا چاہا لیکن اسد نے بڑی پھرتی سے اس کے سر کی پشت پر پستول کی ضرب لگائی اور وہ بے سدھ ہو کر بستر پر گر پڑی۔ اسد نے ایک چادر نکال کر پھاڑی۔ پھر سمیرہ

کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھے۔ ڈریسنگ ٹیبل کیساتھ لگے ہوئے ٹیپ ریکارڈر میں سے ٹیپ نکالی، اور جیب میں ڈال کر حقارت آمیز نظروں سے فرش پر پڑی ہوئی لاشوں اور سمیرہ کے نیم بجان جسم کی طرف دیکھا۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے ایک مشین گن اٹھائی اور باہر کی طرف بھاگا۔ سرخ کوٹھڑی میں پہنچا تو دروازہ کھلا دیکھ کر اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہ بڑی احتیاط سے دبے دبے قدموں کے ساتھ باہر نکلا۔ تہہ خانے کی سیڑھیاں چڑھ کر اس نے اپنی سانس روک لی۔ بالکل اسی انداز میں وہ بغداد کے تہہ خانے سے فرار ہوا تھا۔ باہر کوئی آدمی ٹہل رہا تھا۔ قدموں کی آہٹ سے اسد نے اس آدمی کے ٹہلنے کی سمت کا اندازہ لگایا۔ پھر وہ چیتے کی طرح اچھلا۔ اس آدمی کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔ لیکن اسد نے اسے سوچنے کا بھی موقع نہ دیا۔ وہ کراہے بغیر ڈھیر ہو گیا۔ اگر ارد گرد کوئی ہوتا تو گولیوں کی آواز سن کر ضرور اس طرف آتا۔ اسد چوکنا ہو کر چند لمحوں کے لئے وہاں کھڑا رہا۔ پھر تیزی سے گیٹ کی لپکا۔ موڑ مڑتے وقت اس کی ٹکر ایک جسیم نوجوان سے ہوئی جو اسی طرف بھاگا آ رہا تھا۔ اسد کے ہاتھ سے مشین گن چھوٹ گئی لیکن اس نے آنے والے نوجوان کو سنبھل کر پستول سے فائر کرنے کا موقع نہ دیا۔ یکے بعد دیگرے تین مکے اس کے جبڑوں پر پڑے اور وہ اچھل کر دور جا گرا۔ اسد نے مشین گن اٹھا کر اس کا جسم گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ وہ تڑپا اور پھر اچانک ٹھنڈا ہو گیا۔

اسد نے ایک طویل سانس لی۔ پھر وہاں سے پوری رفتار کے ساتھ بھاگا۔

جنرل کی گرفتاری

آج رات میں ی
فوجیں قاہرہ پر قبضہ
کر چکی ہوں گی۔

اسد کی کار غائب ہو چکی تھی۔ رلیسٹ ہاؤس تقریباً دو میل کے فاصلے پر تھا۔ اور کرنل محمود کی کوٹھی راستے میں پڑتی تھی۔ رالعبہ کرنل محمود کی قید تھی اور اسد کے لیے یہ تصور ناقابلِ برداشت تھا کہ وہ ایک ایسے درندے کا شکار بنے جس کی رگوں میں یہودی خون دوڑ رہا تھا۔ اور جو اس کے وطن کے خلاف ایک بھیانک سازش کو عملی جامہ پہنا رہا تھا۔ اسد ہر قیمت پر رالعبہ کو کرنل محمود کے پنجوں سے چھڑانا چاہتا تھا، لیکن اس سے بھی زیادہ اہم مسئلہ اس ٹیپ کو قاہرہ پہنچانے کا تھا جو سازشی اور غدار عناصر کے خلاف کرنل عاصم کا سب سے ٹھوس ثبوت تھی۔ وقت بہت کم تھا۔ اسد چاہتا تھا کہ تہہ خانے سے اس کے فرار کی خبر اس وقت تک کرنل محمود تک نہ پہنچے جب تک یہ ٹیپ جو اس کی جیب میں تھی قاہرہ نہ بھیج دی جائے۔ اس ٹیپ کو قاہرہ لے جانا بہت بڑی ذمہ داری

تھی۔ اور یہ ذمہ داری صرف طاہرہ یا سعد پوری کر سکتے تھے۔

رات کافی تاریک تھی اور بن یاسر کیمپ پر پراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اسد بڑی تیزی سے بھاگ رہا تھا اور اس کا ذہن اس سے بھی زیادہ تیزی سے آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔

اچانک دور سڑک پر ایک موٹر سائیکل آتی دکھائی دی۔ ہیڈ لائٹ ذرا مدھم تھی۔ اسد نے ایک دم دوڑنا بند کر دیا، اور موٹر سائیکل کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ یہ کوئی فوجی تھا۔ اسد نے ہاتھ کا اشارہ دیا، تو وہ رک گیا۔

"میری کار کو حادثہ پیش آگیا ہے۔ کیا آپ مجھے ریسٹ ہاؤس تک پہنچا سکتے ہیں؟" اسد نے اپنے چہرے پر پریشانی کے تاثرات لاتے ہوئے کہا۔

وہ شبہے بھری نظروں سے اسد کو دیکھنے لگا۔ شبہے کی وجہ شاید اسد کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن تھی۔ اسد نے فوراً ہی کہا۔ "میں میجر ہوں اور حال ہی میں یہاں آیا ہوں۔"

اس نے موٹر سائیکل سے اتر کر فوراً فوجی سلام کیا اور بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا: "آپ موٹر سائیکل لے جائیے۔ میں ڈیوٹی ختم کر کے گھر جا رہا تھا۔ میرا گھر یہاں سے دو فرلانگ سے زیادہ فاصلے پر نہیں، میں پیدل ہی چلا جاؤں گا۔"

"تمھارا نام؟ میں شاید تمھاری کوئی مدد کر سکوں۔" اسد نے موٹر سائیکل سنبھالتے ہوئے کہا۔ فوجی نے اپنا تعارف کرایا تو اسد مسکرا کر بولا۔ "کل تم اپنی موٹر سائیکل کرنل محمود کے دفتر سے حاصل کر لینا۔"

ریسٹ ہاؤس تک پہنچنے میں اسد کو زیادہ دیر نہ لگی۔ اس نے موٹر سائیکل ایک طرف کھڑی کی اور بجلی کی سی تیزی کے ساتھ سیڑھیاں طے کیں۔ سعد کمرے میں ہی تھا لیکن طاہرہ کا کمرہ بند تھا۔

"تم کتنی دیر میں قاہرہ پہنچ سکتے ہو؟" اسد نے وقت ضائع کئے بغیر پوچھا۔ سعد نے ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ پھر بولا۔

"کار میں زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے لگیں گے۔"

"تم موٹر سائیکل پر فوراً قاہرہ روانہ ہو رہے ہو۔ یہ ٹیپ کرنل عاصم تک جتنی جلدی ہو سکے پہنچنی چاہیئے۔"

"بہت اچھا۔ لیکن میں طاہرہ کے متعلق بہت پریشان ہوں۔ وہ ساڑھے سات بجے میجر جنرل عبدالعزیز سے ملنے کے لئے نکلی تھی، اور ابھی تک نہیں آئی۔" سعد نے کہا۔

اسد کا دل زور سے دھڑکا۔ اُسے فوراً سمیرہ کی گفت گو یاد آئی۔ میجر جنرل عبدالعزیز سے ملاقات کرنا ناممکن تھا۔ پھر طاہرہ ابھی تک واپس کیوں نہیں آئی تھی؟

"تم مجھے کرنل محمود کی کوٹھی پر چھوڑ دو اور خود قاہرہ روانہ ہو جاؤ۔ وقت بہت کم ہے۔ اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔" اسد نے ٹیپ سعد کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

کرنل محمود کی کوٹھی پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ جب سعد کی موٹر سائیکل نظروں سے اوجھل ہو گئی تو اسد نے احتیاط سے مشین گن کا جائزہ لیا۔ پھر کوٹھی کے پھاٹک کے قریب آ کر کچھ اس قسم کی آواز اپنے حلق سے نکالی جیسے وہ چیخنے کی کوشش کر رہا ہو اور کوئی اس کا گلا دبا رہا ہو۔ آہستہ آہستہ اس نے اپنی آواز مدھم کر لی اور حسب توقع پھاٹک کھلا۔ ایک گھبرایا ہوا آدمی باہر نکلا۔

"ہاتھ اُوپر اٹھا لو۔" اسد نے مشین گن کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے بڑے پُرسکون لہجے میں کہا۔

اس آدمی کا رنگ ایک دم زرد پڑ گیا۔ اس نے بلا توقف اپنے ہاتھ اُوپر اٹھا لئے۔

"میرے سوالوں کا ٹھیک جواب دو ورنہ ......"

"آپ کون ہیں؟" اس نے خوف سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کرنل محمود گھر پر ہیں؟" اسد نے اس کا سوال نظرانداز کرتے ہوئے بڑے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"نہیں... وہ... وہ باہر گئے ہوئے ہیں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اسد نے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔ اچانک اندر سے کسی کی آواز آئی۔

"نصیر! کون ہے؟"

"کہو۔ کرنل محمود سے ملنے کے لئے ایک آدمی آیا ہے۔" اسد نے آہستہ سے کہا۔" اور تم ذرا اس طرف آجاؤ۔"

اس نے اسد کی بات ذرا اونچی آواز میں دہرادی۔

"کیوں کیا بات ہے؟ تم گھبرائے گھبرائے سے ہو۔" اندر سے کسی نے کہا۔

"کچھ نہیں۔ کچھ نہیں۔" وہ اسد کی طرف دیکھ کر خوفزدہ لہجے میں بولا۔

اچانک پھاٹک سے ادھیڑ عمر کا ایک آدمی نمودار ہوا۔ اسد دوسرے ہاتھ سے ٹارچ کا نشانہ باندھ چکا تھا۔ وہ آواز نکالے بغیر ڈھیر ہوگیا تو پہلے آدمی نے پھٹی پھٹی خوف زدہ نگاہوں سے اسد کی طرف دیکھا۔

"تم بھی مرنا چاہتے ہو؟" اسد نے وحشیانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں... نہیں... میں بے قصور ہوں۔"

کرنل محمود کہاں ہے؟" اسد نے پوچھا۔

"وہ کافی دیر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔" اس آدمی نے سہمی سہمی سی آواز میں جواب دیا۔

"کوٹھی کے اندر اور کون ہے؟"

"اب صرف میں ہوں۔" اس نے بڑی بے چارگی سے کہا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اس کے لہجے میں بے رحمانہ کرختگی تھی۔ "اگر تم نے سچ نہ بتایا تو تمھارا حشر اس جیسا ہی ہو گا۔ میں تمھیں دس سیکنڈ دیتا ہوں۔"

"نہیں نہیں۔۔۔ میں آپ کو بتاتا ہوں۔"

"جلدی بتاؤ۔ اندر اور کون ہے؟"

"ایک آدمی، کرنل صاحب کے خاص کمرے پر پہرہ دے رہا ہے۔" اس نے قدرے توقف کے بعد جواب دیا۔

"کمرے میں کون ہے؟" اسد نے پوچھا۔

"ایک لڑکی ہے۔ وہ دوپہر سے وہاں قید ہے۔" اس نے جواب دیا۔

اسد اطمینان کا سانس لے کر مسکرایا۔

"تم اپنی جان صرف ایک صورت میں بچا سکتے ہو۔ مجھے اس کمرے تک لے چلو۔ اگر تمھاری بات غلط نکلی تو گولیاں تمھارے جسم کو چھلنی چھلنی کر دیں گی۔"

"میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ آپ خود آ کر دیکھ لیں۔"

"تم چپ چاپ اندر چلو۔ میں تمھارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔ اور اگر تم نے کوئی شرارت کی تو۔۔۔۔؟"

"آپ مجھ پر بھروسہ کریں۔۔۔ میں۔۔۔ میں بے قصور ہوں۔ مجھے کوئی پتہ نہیں کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"تم نے میری مدد کی تو میں تمھیں حکومت کی طرف سے بہت بڑا انعام دلوانے کا وعدہ کرتا ہوں۔" اسد نے فوراً اپنے لہجے میں نرمی پیدا کر لی۔

"آپ جو کہیں گے میں وہی کروں گا۔" اس کی آنکھوں سے ٹپکتا ہوا خوف ذرا کم ہو گیا۔

اسد اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ برآمدہ طے کر کے وہ بائیں جانب مڑا۔ اگر وہ کوئی شرارت کرنا چاہتا تو یہ اس کے لیے بہترین موقع تھا، کیونکہ وہ اسد کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

برآمدے کے موڑ پر رک کر اسد آگے کی طرف جھکا۔ وہ آدمی چند گز کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ اسد کو دیکھ کر اس نے ہاتھ سے آگے آنے کا اشارہ کیا۔ اسد اس کے پیچھے پیچھے ایک تاریک سے کونے میں پہنچا جہاں اُوپر جانے کے لئے زینہ تھا اور قریب ہی ایک چھوٹا سا حوض بنا ہوا تھا۔ اسد اس آدمی کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔

"یہ حوض دراصل نیچے تہہ خانے میں جانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔" اس نے اسد سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ذرا دیکھئے۔"

اس نے جھک کر حوض کے ایک طرف لٹکتی ہوئی رسّی کو زور سے کھینچا۔ حوض کی تہہ بغیر آواز کے دو حصوں میں تقسیم ہو گئی اور پھر دونوں حصے حوض کی دیواروں میں گھس گئے۔ اسد سیڑھیاں دیکھ کر مسکرایا۔ گذشتہ تین ہفتوں میں اس کا سابقہ تیسرے تہہ خانے سے پڑ رہا تھا۔

پہلے وہ آدمی اندر داخل ہوا اور اس کے بعد اسد احتیاط سے نیچے اترنے لگا۔ اچانک اس آدمی نے دبی دبی سی آواز میں کہا۔ "وہ اس طرف آرہا ہے میں کیا کروں؟"

"میں یہیں رکتا ہوں۔ تم جلدی سے نیچے جاکر اسے باتوں میں لگاؤ۔"

سیکریٹ سروس میں اسد نے ایک ہی بات سیکھی تھی کہ کسی پر اعتماد نہ کرو لیکن اس وقت وہ اس آدمی پر جس کا نام نصیر تھا، نہ جانے کیوں اعتماد کر رہا تھا۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس نے اسد کی چھٹی حس بیدار نہیں کی تھی۔ وہ نیچے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اسد بھی آہستہ آہستہ نیچے اترا۔ جہاں سیڑھیاں ختم ہوتی تھیں وہاں سے دائیں جانب راستہ نکلتا تھا۔ چند گز کے بعد یہ راستہ شمال کی طرف مڑتا تھا۔ موڑ پر نصیر ایک آدمی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ اس آدمی نے مشین گن تھام رکھی تھی۔

اسد نے اس آدمی کو اپنی مشین گن نصیر کے حوالے کرتے دیکھا۔ پھر وہ مڑا۔ اسد لپک کر سیڑھیوں کی اوٹ میں ہو گیا۔ وہ سیڑھیوں کی طرف ہی آرہا تھا۔ شاید اس نے اسد کو دیکھ

لیا تھا۔ کیونکہ اچانک وہ گھبرا کر پیچھے کی طرف دوڑا۔ "نصیر کوئی اجنبی یہاں چھپا ہوا ہے" وہ کہہ رہا تھا۔ اسد مشین گن تھامے اس کے پیچھے بھاگنا ہی چاہتا تھا کہ تہہ خانہ گولیوں کی بوچھاڑ سے گونج اٹھا۔ اور پھر اسد نے دیکھا کہ وہ فرش پر گرا اور جھرجھری سی لے کر ٹھنڈا ہو گیا۔ نصیر آہستہ آہستہ چلتا اس کے قریب آیا اور اس کے بے حس و حرکت جسم کو حقارت سے ٹھوکر ماری۔ اسد نے نصیر پر اعتماد کر کے غلطی نہیں کی تھی۔

"میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے تم اس سے بے خبر ہو۔" اسد نے نصیر کے قریب جا کر کہا۔ "تم نے جس حقارت سے اس مردہ جسم کو ٹھوکر لگائی ہے اس سے میں اندازہ کر سکتا ہوں کہ تم اس دن کا انتظار کر رہے تھے۔"

"ہاں۔ میں اس دن کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن میں بزدل تھا۔ پہلے میں یہی سمجھتا رہا کہ یہ جگہ محض فوج کی باہمی چپقلش کا مرکز ہے۔ ایک گروہ دوسرے خلاف سازش کر رہا ہے۔ مگر جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہاں ملک کے خلاف سازش ہو رہی ہے، میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے۔ میں اپنے سائے سے بھی ڈرنے لگا تھا۔ آج مجھے اس ڈر کو نکال باہر پھینکنے کا موقع ملا ہے۔ اب مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ کرنل میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔"

"ہمارے پاس وقت کم ہے۔ مجھے اس کمرے تک لے چلو جہاں وہ لڑکی قید ہے۔" اسد نے کہا۔ دونوں تیز تیز چلتے کئی موڑ طے کر کے ایک آہنی دروازے کے سامنے رُکے۔

"آپ کو حیرت ہوگی کہ اس تہہ خانے سے دو مختلف سمتوں کو سرنگیں نکلتی ہیں۔ ایک سرنگ کرنل فیاض اور دوسری میجر جنرل عبدالعزیز کی کوٹھی تک جاتی ہے۔" نصیر نے آہنی دروازے کی زنجیر ہٹاتے ہوئے کہا۔ اسد یہ سن کر چونک پڑا۔

"کیا تم نے دونوں سرنگیں دیکھی ہیں؟" قدرے توقف کے بعد اس نے نصیر سے پوچھا۔

"میں کبھی وہاں سے گزرا نہیں، لیکن اندازے سے بتا سکتا ہوں۔" نصیر نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

دونوں اندر داخل ہوئے۔ یہ ایک تنگ سا کمرہ تھا۔

"یہ کمرہ چاروں طرف کھلتا ہے۔ ایک دروازہ کرنل محمود کے خصوصی کمرے میں داخل ہونے کے لئے ہے، دوسرا دروازہ کرنل فیاض کی کوٹھی کی طرف جانے والی سرنگ کا ہے اور تیسرا میجر جنرل عبدالعزیز کی کوٹھی کی طرف کھلتا ہے۔ چوتھے دروازے میں ہم کھڑے ہیں" یہ کہہ کر نصیر سامنے کی دیوار کی طرف بڑھا۔ اس نے دیوار کو ٹٹول کر دیکھا۔ غالباً وہ خفیہ بٹن تلاش کر رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد دیوار شق ہو گئی اور اسد نے دیکھا سامنے ایک خوبصورت سا کمرہ تھا۔ درمیان میں پلنگ بچھا تھا جس پر ایک لڑکی اوندھی لیٹی ہوئی تھی۔

اسد کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ وہ کون ہے۔ اس نے نصیر کو وہاں ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور خود اندر داخل ہوا۔ پلنگ کے قریب آ کر وہ ایک لمحے کے لئے کھڑا رہا۔ پھر اس نے جھک کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"کرنل.... تم اپنے مکروہ ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ میں موت سے نہیں ڈرتی۔ تم چاہو تو مجھے گولی مار سکتے ہو لیکن ....."

"رابعہ!" اسد نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

وہ ایک دم چونک پڑی۔ پھر جیسے اس کے جسم میں بجلی کی سی تیزی آ گئی۔ اس نے پلٹ کر اسد کو دیکھا۔ پھر دیوانہ وار اس سے لپٹ گئی۔

"اسد... اسد.... مجھے اس شیطان سے بچا لو" وہ سسکیاں لے رہی تھی۔

اسد نے اس کے سر پر تھپکی دی اور کہا۔

"اتنی جلدی ہمت ہار گئیں۔ تمھیں تو موت کا مقابلہ کرنے کی تربیت دی گئی ہے۔"

رابعہ نے اسد کو بتایا کہ جب وہ اس کے گھر سے نکلا تو کس طرح کرنل محمود کے آدمیوں نے اسے اغوا کیا اور اسے تہہ خانے میں لے آئے اور کس طرح ڈرا دھمکا کر اس سے باتیں اگلوانے کی کوشش کی گئی۔

"کرنل محمود کے ارادے نیک نہیں تھے لیکن خدا نے مجھے بچالیا۔ ہمارے درمیان جاروجہد جاری تھی کہ باہر سے عجیب انداز میں گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔ کرنل فوراً مجھے یہاں بند کر کے چلا گیا۔ جب آپ آئے تو میں سمجھی وہ واپس آگیا ہے۔" رابعہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے خوفزدہ چہرے پر بشاشت آرہی تھی۔

اسد کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "ہمارے پاس وقت اتنا کم ہے کہ ہمیں جو کچھ کرنا ہے آج رات ہی کرنا ہوگا۔"

"میں آپ کے ساتھ ہوں۔" رابعہ نے کہا۔

"نہیں۔ تمھارا مشن مکمل ہو چکا ہے۔ تم فوراً قاہرہ روانہ ہو جاؤ، یہاں تمھارا ٹھہرنا میرے لئے بھی خطرناک ہوگا۔" یہ کہہ کر اسد نے نصیر کو آواز دی۔ نصیر اندر آیا تو اسد بولا۔ "تم اپنے آپ کو قابلِ اعتماد ثابت کر چکے ہو۔ تمھارا یہ خیال درست ہے کہ یہ جگہ وطنِ عزیز کے خلاف ایک مکروہ سازش کے لئے استعمال ہو رہی ہے۔ تم جو کچھ جانتے ہو ہمارے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ تم کیپٹن رابعہ کے ساتھ فوراً قاہرہ روانہ ہو جاؤ۔ یہ تمھیں سیکریٹ سروس کے سربراہ کرنل عاصم تک لے جائیں گی۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ تمھاری خدمات کو حکومت نظرانداز نہیں کرے گی۔"

نصیر چند لمحوں کے لئے گھور کر اسد کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "آپ میرے جذبات کو مجروح کر رہے ہیں۔ میں جو کچھ کروں گا، کسی کے فائدے کے لئے نہیں بلکہ اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لئے کروں گا۔ آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ مجھے اس بات کا علم صرف دو روز پہلے ہوا ہے کہ میں کن لوگوں کے لئے کام کر رہا ہوں۔ پہلے میں یہی سمجھتا تھا کہ دو فوجی گروپوں میں کشمکش ہو رہی ہے، اور کرنل محمود کا گروپ اپنے مخالف گروپ کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ پھر اتفاق سے میں نے کرنل فیاض کو یہ کہتے سنا کہ انھیں شبہ ہے ان کی بیوی اسرائیل کے لئے جاسوسی کر رہی ہے۔ یہ بات

سن کر کرنل محمود نے قہقہہ لگایا اور کہا کہ کہیں تم مجھ پر بھی شبہ نہ کرنے لگو۔ یہ گفت گو سن کر میرے دل میں ایک بھیانک شبے نے جنم لیا اور جب میں نے گزرے ہوئے واقعات اور کرنل محمود کی پراسرار سرگرمیوں کا تجزیہ کیا تو اس شبے نے یقین کی صورت اختیار کر لی۔ مجھے اپنے آپ سے خوف محسوس ہونے لگا۔ اب نفرت نے خوف کی جگہ لے لی ہے۔ میں ان غداروں کو ان کے انجام تک پہنچانے میں آپ کا پورا پورا ساتھ دوں گا۔"

اسد کے چہرے پر بے چینی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ یہ وقت باتیں کرنے کا نہ تھا۔

"تم مجھے میجر جنرل کی کوٹھی کی طرف جانے والی سرنگ میں چھوڑ کر کیپٹن رابعہ کے ساتھ قاہرہ روانہ ہو جاؤ۔ انشا اللہ کل قاہرہ میں تمھارے ساتھ ملاقات ہو گی۔"

تینوں کمرے سے باہر آئے۔ نصیر دیوار ٹٹولنے لگا۔ "سرنگ کا راستہ اس طرف ہے اور دروازے کے لئے دیوار میں ایک خفیہ بٹن ہے۔ میں نے دو مرتبہ اس دروازے کو کھلتے دیکھا ہے۔" نصیر نے دیوار ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"کرنل محمود کوٹھی کے پھاٹک سے باہر گیا تھا یا سرنگ کے راستے؟" اسد نے اچانک پوچھا۔

"سرنگ کے راستے سے۔ ایک آدمی ان کے لئے کوئی اہم پیغام لے کر آیا تھا۔ میں نے اس آدمی کو تہہ خانے میں پہنچایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آدمی نکلا تو معلوم ہوا کہ کرنل جا چکا ہے۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کرنل فیاض کی طرف گیا ہے یا میجر جنرل کی طرف۔"

"یہ میں جانتا ہوں۔" اسد نے کچھ سوچ کر کہا۔ طاہرہ کو میجر جنرل عبدالعزیز سے ملنا تھا۔ میجر جنرل کی کوٹھی سے ایک آدمی یہ اطلاع لے کر کرنل محمود کے پاس پہنچا اور کرنل فوراً سرنگ کے راستے ادھر روانہ ہو گیا۔ بالکل واضح بات تھی۔

اچانک دیوار شق ہو گئی اور نصیر نے خوش ہو کر اسد کی طرف دیکھا۔ اسد نے

مشین گن سنبھالتے ہوئے اس سے کہا "مجھے یقین ہے کہ تم کیپٹن رابعہ کی حفاظت کرو گے؟"

"میں اپنی حفاظت خود کر سکتی ہوں" رابعہ بول پڑی "لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہم پیدل قاہرہ نہیں جا سکتے"

"میں نے کوٹھی میں داخل ہوتے وقت پورچ میں کرنل محمود کی کار دیکھی تھی" اسد نے نصیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن چابیاں کرنل کے پاس ہیں" نصیر نے جواب دیا۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر بولا "نہیں نہیں، چابیاں ڈرائیور کی جیب میں ہوں گی۔ وہی جس کی لاش پھاٹک کے قریب پڑی ہے"

"تم دونوں فوراً روانہ ہو جاؤ" اسد نے سرنگ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ پھر مسکرا کر رابعہ سے مخاطب ہوا۔ "کل شام قاہرہ کاسموپولیٹن کلب میں ملاقات ہو گی"

رابعہ کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ نصیر کے ساتھ چلی گئی تو اسد نے پلٹ کر دیکھا۔ سرنگ میں اندھیرا تھا۔ اس نے جیب میں سے ٹارچ نکالی اور اس کی روشنی میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ ابھی وہ چند گز ہی گیا ہو گا کہ اس کے کان کھڑے ہو گئے۔ دُور سے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ اسد نے فوراً ٹارچ کی روشنی بند کر دی اور لپک کر دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

وہ دو آدمی تھے۔ ایک کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔ دوسرا غیر مسلح تھا۔ دونوں باتیں کرتے آ رہے تھے۔ اسد سانس روکے دیوار کے ساتھ چپکا کھڑا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ مشین گن چلانے کی نوبت نہ آئے کیونکہ سرنگ میں گونج پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔ سرنگ کے دوسرے سرے تک گونج کے پہنچ جانے کا مطلب وہاں موجود آدمیوں کو ہوشیار کرنا تھا۔ ٹارچ کو بھی اسد بہت ضروری حالات میں استعمال کرنا چاہتا تھا کیونکہ اب اس میں صرف دو گولیاں رہ گئی تھیں۔

اسد کی خوش قسمتی سے وہ دونوں باتوں میں اس قدر منہمک تھے کہ انھوں نے دیوار سے چپکے ہوئے سائے کو نہ دیکھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اندھیرے میں چلے آرہے تھے۔ جب وہ اسد کے قریب سے گزرے تو وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اچھلا اور اس آدمی کی گردن پر جس نے مشین گن تھام رکھی تھی خالص جاپانی انداز میں "کاراٹے" کا ایک ہاتھ رسید کیا اور وہ ایک سسکی کے ساتھ نیچے آرہا۔ دوسرا آدمی شاید بوکھلا گیا۔ ایک لمحے کے لئے آنکھیں پھاڑ کر اپنے ساتھی کو بے سدھ نیچے پڑا دیکھا۔ پھر اس کا ہاتھ بڑی تیزی سے اپنی جیب کی طرف گیا۔

"ہینڈز اپ۔" میرے ہاتھ میں مشین گن ہے۔" اسد نے بڑے کرخت لہجے میں کہا۔

اس آدمی کا ہاتھ جہاں تھا وہیں رک گیا۔

"میرے قریب آؤ۔" اسد نے حکم دیا۔

وہ کچھ کہے بغیر اسد کے قریب آگیا۔ ایک ہاتھ سے مشین گن پکڑ کر اسد نے اس کی تلاشی لی۔ دونوں جیبوں میں پستول تھے جو اسد نے نکال کر اپنی جیبوں میں رکھ لئے۔ پھر بڑے نرم اور دوستانہ لہجے میں کہا۔" اب تم جا سکتے ہو۔"

وہ جانے کے لئے مڑا تو اسد نے ایک بھرپور ہاتھ اس کی گردن پر دیا اور وہ بھی اپنے ساتھی کی طرح ڈھیر ہو گیا۔ اسد نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور ایک لمحہ ضائع کئے بغیر آگے بڑھ گیا۔ اندھیرا کافی تھا۔ ایک دو بار اسد ٹھوکر کھاتے کھاتے بچا۔ پھر اس نے ٹارچ نکال لی، اور اس کی روشنی میں آگے بڑھنے لگا۔ کوئی پانچ منٹ تک وہ چلتا رہا۔ اس کے تمام حواس بیدار تھے۔ اس وقت اس کے سامنے تین مقصد تھے۔ "کرنل محمود کو پکڑنا اور اس کے ذریعے دوسرے سازشیوں، اور غداروں تک رسائی کرنا اور طاہرہ کو بچانا، جس کے بارے میں اسے یقین تھا کہ وہ کرنل محمود کی قید میں ہے، اور میجر جنرل عبدالعزیز کی بیماری کا معمہ حل کرنا۔" اس نے سیکرٹ سروس میں اپنی پانچ سالہ زندگی میں بڑی

بڑی خطرناک مہمیں سر کی تھیں لیکن یہ مہم سب سے زیادہ اہم تھی۔ کیونکہ اس دفعہ اپنے ملک اور دنیائے عرب کے خلاف اسرائیل کی سب سے خوفناک سازش کو ناکام بنانے کا انحصار اس کی ناکامی یا کامیابی پر تھا۔

چلتے چلتے اچانک اسے ٹھوکر لگی۔ اس نے جھک کر ٹارچ کی روشنی میں دیکھا تو زینہ تھا۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ یہ سرنگ کا دوسرا سرا تھا۔ زینے شکستہ تھے۔ وہ بڑی احتیاط سے چڑھنے لگا۔ کیونکہ گر کر آواز پیدا کرنے سے وہ لوگ چوکنے ہو سکتے تھے۔

آخری زینے پر پہنچ کر اسد نے چاروں طرف ٹارچ کی روشنی دوڑائی۔ سامنے دیوار تھی۔ دیوار لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ اسد نے اندازہ لگایا کہ خفیہ دروازہ اسی دیوار میں ہے۔ وہ دروازہ کھولنے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ دیوار میں بظاہر کوئی بٹن وغیرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر اسے خیال آیا کہ کہیں دروازہ باہر سے نہ کھلتا ہو۔ وہ سوچ میں پڑ گیا لیکن سوچنے کے لئے وقت بہت کم تھا۔ اس نے مشین گن کو مضبوطی سے تھام کر دیوار کے مختلف حصوں پر آہستہ آہستہ دستک دینی شروع کی۔ یہ ترکیب کارگر ثابت ہوئی کیوں کہ اچانک دیوار میں شگاف پیدا ہو گیا۔ اسد بڑی پھرتی سے ایک طرف ہو گیا۔

"آجاؤ۔۔۔ بڑی جلدی واپس آگئے۔" باہر سے آواز آئی۔

اسد چپ سادھے کھڑا رہا۔ تھوڑی بعد پھر آواز آئی۔

"سانپ سونگھ گیا تم لوگوں کو؟ جلدی آؤ۔"

اسد نے اپنے گلے میں سے کچھ اس قسم کی آواز نکالی جیسے کوئی گلا دبا رہا ہو۔ ایک آدمی "پھر لڑ پڑے تم؟" کہہ کر جلدی سے اندر داخل ہوا۔ اسد نے بڑی پھرتی سے اس کی گردن میں بائیں بازو کا شکنجہ کس کے اپنی طرف گھسیٹ لیا۔ اس کے حلق سے ایک لمحے کے لئے "گرڑ گرڑ گرڑ" کی آواز نکلی۔ پھر اسد نے پوری طاقت سے اس کی گردن

دبائی۔ باہر سے اس کا کوئی ردعمل نہ ہوا۔ غالباً وہ اکیلا ہی تھا۔ اسد نے اور زور سے اس کی گردن دبائی اور جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ بے ہوش ہو چکا ہے تو گرفت ڈھیلی کر دی اور آواز پیدا کئے بغیر اس کے بے حس و حرکت جسم کو نیچے ڈال دیا۔ تسلی کے لئے اس نے ایک بار پھر اپنے گلے سے وہی عجیب و غریب آواز نکالی۔ باہر سے کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ وہ بڑے اطمینان سے مشین گن سنبھالے باہر نکلا۔

"نہیں نہیں ..... یہ نہیں ہو سکتا ..... میرے خدا میری مدد کر۔" طاہرہ بڑبڑا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ بستر پر بے حس و حرکت پڑی تھی۔ باہر سے آنے والے آدمی نے اس کی یہ حالت دیکھی تو وحشیانہ انداز میں مسکرایا۔

"میجر جنرل آپ سے ملاقات کے متمنی ہیں؟"

طاہرہ نے آنکھیں کھولیں اور سر گھما کر اس کی طرف دیکھا۔ یہ وہی آدمی تھا جو اسے کرنل محمود کے پاس چھوڑ کر گیا تھا۔ طاہرہ کے ہونٹوں پر ایک نفرت انگیز مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "میں کسی سے ملنا نہیں چاہتی۔"

"لیکن آپ میجر جنرل سے ملنے آئی تھیں۔ کرنل صاحب نے جانے سے پہلے حکم دیا ہے کہ آپ کو میجر جنرل سے ملا دیا جائے۔"

"میں کسی سے ملنا نہیں چاہتی۔ تم لوگ وحشی درندے ہو۔ تم لوگوں کا وجود مصر کے لئے باعث شرم ہے۔"

"میری رگوں میں خالص یہودی خون دوڑ رہا ہے۔ میں نے آپ کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔ آپ کو صرف کرنل سے شکایت ہونی چاہیئے۔"

"میں اس درندے کو معاف نہیں کروں گی۔ اس نے ..... اس نے ..."

طاہرہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ غصے کی شدّت نے آنسوؤں کی شکل اختیار کر لی۔

لیکن وہ ایک یہودی کے سامنے اپنے آنسو بہانا نہیں چاہتی تھی۔ اسے اپنی عزت سے زیادہ اپنے وطن کی عزت عزیز تھی۔ وہ یہ آنسو بہاکر اپنی قومی خودداری کو ایک یہودی کے تمسخر کا نشانہ بنانا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے جسم پر کرنل محمود کی درندگی کے آثار ضرور تھے لیکن اس کی روح میں قومی انا کا سمندر موجزن تھا۔

"مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں۔" اس نے اپنی آواز میں اعتماد اور حوصلہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "میں اپنا فرض پورا کرنے آئی تھی اور فرض کی ادائیگی میں مجھے اپنی جان قربان کرنے سے بھی گریز نہیں۔"

"میجر جنرل آپ کے منتظر ہیں۔" اس نے عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ طاہرہ بستر سے اٹھی۔ اپنے آپ کو سنبھالا اور کپڑے ٹھیک کر کے بولی:۔

"میں میجر جنرل سے ضرور ملوں گی۔"

دونوں کمرے سے باہر نکلے۔ اس آدمی کا رخ کاریڈار کے شمالی سرے کی طرف تھا۔ طاہرہ اس کے پیچھے چل پڑی۔ کوئی بیس گز کے فاصلے پر ایک سایہ دیوار سے چپکا کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔ تھوڑی دیر بعد یہ سایہ بھی آگے بڑھ رہا تھا۔

طاہرہ لڑکھڑا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے وہ تمام مناظر گھوم رہے تھے جن میں وہ ایک درندے کے پنجوں میں شکار سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ اس کا خون کھولنے لگا۔ اسے افسوس اس بات کا تھا کہ اپنی حفاظت کرنے کے لئے اس کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا ورنہ وہ جان پر کھیل جاتی۔

وہ آدمی جو اس سے صرف دو گز کے فاصلے پر تھا اچانک رک گیا۔ طاہرہ اس کے قریب پہنچی تو وہ مسکرا کر بولا۔ "دروازہ کھول کر اندر چلی جایئے، میجر جنرل بڑے اچھے موڈ میں ہیں۔"

طاہرہ ہچکچائی تو وہ عجیب سے انداز میں مسکرایا۔ "میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔" اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔ طاہرہ جھجکتی ہوئی اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں

داخل ہوئی۔ اس نے جو منظر دیکھا وہ اس کے جسم میں گرمی کے باوجود کپکپی پیدا کرنے کے لئے کافی تھا۔

پلنگ پر ایک بوڑھا پستہ قد آدمی نیم دراز تھا۔ اس کی آنکھیں تقریباً باہر نکلی ہوئی تھیں ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا۔ قریب ہی میز پر شراب کی بوتلیں کھلی رکھی تھیں۔ اس نے طاہرہ کو دیکھا تو اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن شاید اس نے بہت زیادہ شراب پی رکھی تھی۔ وہ اپنے آپ کو ہلا تک نہ سکا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہوئی۔ طاہرہ کے قریب کھڑے ہوئے آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حضور.... حسبِ حکم آپ کی دلچسپی کا سامان حاضر ہے۔"

"ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے۔" بوڑھے پستہ قد آدمی نے جھومتے ہوئے کہا۔ "تم جا سکتے ہو۔ ہمیں کرنل کے حسنِ انتخاب پر ہمیشہ بھروسہ رہا ہے۔"

اس آدمی نے طاہرہ کی طرف دیکھا۔ پھر آہستہ سے کہا۔ "میجر جنرل واقعی بڑے اچھے موڈ میں ہیں۔"

میجر جنرل نے غالباً اس کی بات سن لی۔ فوراً بھونڈا سا قہقہہ لگا کر بولا۔ "ہاں.... ہم واقعی بڑے اچھے موڈ میں ہیں۔ کرنل کہہ رہا تھا، ہمارے حکم پر پوری فوج قاہرہ میں داخل ہو جائے گی۔ کرنل ٹھیک کہہ رہا تھا۔ ہم حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر کسی نے ہمارا حکم نہ مانا تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔ ہم بہادر بھی ہیں اور ذہین بھی۔ کیوں ہم ٹھیک کہہ رہے نا؟"

"ہاں حضور۔ مصر صرف آپ کی بہادری اور ذہانت کے ذریعہ اسرائیل کو شکست دے سکتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اب تم دفع ہو جاؤ.... ہمیں تخلیہ چاہئے...." یہ کہہ کر میجر جنرل بڑی مشکل سے بستر پر سے اٹھا اور لڑکھڑاتا اور جھومتا ہوا طاہرہ کی طرف بڑھا۔

طاہرہ کا خون کھول اٹھا۔ اس کے لئے یہ منظر ناقابلِ برداشت تھا۔

اس نے اپنے ساتھ آنے والے آدمی کو باہر جاتے دیکھا۔ پھر اس نے شراب کی بو اپنے قریب محسوس کی اور اس کا ہاتھ پوری تیزی سے گھوما۔ میجر جنرل کے لئے اس کا تھپڑ خلاف توقع تھا۔ وہ اچھل کر نیچے گرا اور ہانپنے لگا۔

"ہم تمھیں اس گستاخی کی سزا نہیں دیں گے۔" میجر جنرل نے قدرے توقف کے بعد اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے اسد کی حقارت آمیز آواز نے طاہرہ کو چونکا دیا۔

"حضور! آپ کی فوجیں قاہرہ پر قبضہ کر چکی ہیں۔ رعایا آپ کا جشنِ تاجپوشی منانے کے لئے بے تاب ہے۔"

طاہرہ نے پلٹ کر دیکھا۔ اسد اس آدمی کو مشین گن کی زد میں لئے کھڑا تھا۔ خوشی سے طاہرہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

میجر جنرل اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔ اس نے اسد کی طرف گھورتے ہوئے کہا — "تم کون ہو؟"

"حضور، میں آپ کی فوج کا ایک ادنٰے سپاہی ہوں۔ یہ گستاخ کہہ رہا تھا کہ حضور پاگل ہو چکے ہیں۔ اسی لئے میں اسے پکڑ کر آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔ اس کے لئے کوئی سزا تجویز فرمایئے۔"

"تم دونوں دفع ہو جاؤ۔ ہمیں تخلیہ چاہیئے۔" میجر جنرل آنکھیں پھاڑ کر طاہرہ کی طرف بڑھا۔ طاہرہ نے پورے زور سے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ وہ پھر توازن کھو کر گرا، اور اکھڑی اکھڑی سانسیں لینے لگا۔

"گستاخ لڑکی!" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس سے پہلے کہ میں تمھیں گولی سے اڑا دوں اس کمرے سے نکل جاؤ۔"

طاہرہ باہر جانے لگی تو اسد نے اسے روکا "میری جیبوں پستول ہیں۔ تمہاری سزا یہ ہے کہ تم انہیں نکال کر اس نوجوان کی حفاظت کرو۔ میں جہاں پناہ کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کروں گا۔"

طاہرہ نے اس کی جیبوں سے پستول نکال لیے اور پھر اس آدمی پر تان کر بولی۔ "تمہاری رگوں میں خالص یہودی خون سہی لیکن میں تمہیں عرب خون کی گرمی دکھاؤں گی۔"

پھر اس نے یکے بعد دیگرے تین فائر کیے اور وہ آدمی کراہتا ہوا اوندھے منہ گر پڑا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟" اسد نے حیرت سے طاہرہ کی طرف دیکھا۔

"وہی جو مجھے کرنا چاہیئے تھا۔" طاہرہ نے حقارت سے لاش کو ٹھوکر ماری۔

"لیکن مجھے اس سے کچھ پوچھ گچھ کرنی تھی۔" اسد نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے لیکن میں اپنے آپ پر قابو نہ پا سکی۔"

میجر جنرل ادھ موا نیچے پڑا پھٹی پھٹی نگاہوں سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا نشہ ہرن ہو رہا ہے۔

"تم کون ہو؟" آخر اس نے کانپتی ہوئی آواز میں اسد سے پوچھا۔

"یہ آپ کو قاہرہ چل کر معلوم ہو گا۔" اسد نے نفرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ نے قوم اور ملک کے خلاف غداری کی ہے۔ قوم آپ کو معاف نہیں کرے گی۔"

میجر جنرل کے جسم میں جیسے اچانک جان آ گئی۔ وہ فوراً اٹھا اور کہا۔ "یہ جھوٹ ہے، میں نے غداری نہیں کی۔ وہ غدار ہیں جو حکومت کر رہے ہیں اور جن کی وجہ سے ہمیں شکست ہوئی ہے۔"

"اس کا فیصلہ فوجی عدالت میں ہو گا۔"

"فوجی عدالت؟ نہیں نہیں ... تم جھوٹ بول رہے ہو۔ آج رات میری فوجیں قاہرہ پر قبضہ کر چکی ہوں گی۔ کرنل محمود میرے احکامات لے کر قاہرہ روانہ ہو چکا ہے۔"

"کیا آپ نے اسے احکامات دیئے ہیں؟" اسد نے میجر جنرل کی طرف گھورتے ہوئے کہا۔

"تم مجھ سے اس قسم کے سوال پوچھنے والے کون ہو؟" میجر جنرل کا لہجہ اچانک کرخت ہو گیا۔

"میں مصری سیکریٹ سروس کا ایجنٹ ہوں اور مجھے آپ کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے"۔ اسد نے مشین گن کا رخ میجر جنرل کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

خونریز لڑائی

میجر جنرل عبدالعزیز کا چہرہ ایک دم زرد پڑ گیا۔

"تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے۔" اس نے اپنے لہجے میں افسرانہ وقار پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"بد قسمتی سے آپ نشے میں ہیں، اور آپ کو علم نہیں کہ آپ کو حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کے الزام میں نہیں بلکہ ملک سے غداری کرنے کے سنگین جرم میں گرفتار کیا جا رہا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں نے ملک سے غداری نہیں کی۔" میجر جنرل نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس کا فیصلہ فوجی عدالت کرے گی۔ اسرائیل کی خفیہ تنظیم "انگر" سے آپ کا تعلق ثابت ہو چکا ہے۔ حکومت کے پاس اس بات کا ٹھوس ثبوت موجود ہے کہ آپ انگر کے لئے کام کر رہے ہیں۔"

اسد سنبھل سنبھل کر دوسرے فوجیوں کی لاشوں کی طرف بڑھا۔

"یہ جھوٹ ہے۔ یہ جھوٹ ہے۔ میرا اسرائیل سے کوئی تعلق نہیں۔" میجر جنرل تقریباً چیخ پڑا۔

اسد نے مسکرا کر طاہرہ کی طرف دیکھا۔ پھر بڑے دوستانہ لہجے میں میجر جنرل سے مخاطب ہوا۔

"میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں اگر . . . . ." اسد نے رک کر میجر جنرل کی طرف دیکھا۔ جو بے صبری سے اسد کی طرف دیکھ رہا تھا۔ قدرے توقف کے بعد اسد نے اپنا فقرہ مکمل کیا۔ "اگر آپ مجھے یہ یقین دلا دیں کہ آپ کرنل محمود سے واقف نہیں۔"

"لیکن کرنل محمود تو میری کمان کا سب سے ذہین افسر ہے۔"

"آپ کرنل محمود کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتے؟"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" میجر جنرل نے مشکوک نظروں سے اسے گھورا۔

"میں آپ کی آنکھیں کھولنا چاہتا ہوں۔ کرنل محمود اتگر کا خاص ایجنٹ ہے۔ اسے متحدہ عرب جمہوریہ کے خلاف ایک بھیانک سازش کو عملی جامہ پہنانے کا کام سونپا گیا ہے۔ اگر آپ اس سازش سے اپنی لاتعلقی ثابت نہ کر سکے تو آپ کو گولی مارنے کے لئے کورٹ مارشل کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

میجر جنرل نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر لڑکھڑاتا ہوا پلنگ کی طرف بڑھا اور بیٹھ کر ہانپنے لگا۔

"میجر جنرل عبدالعزیز عیاش ہو سکتے ہیں، حکومت کے خلاف بغاوت کی سازش کر سکتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اپنا نام ملک کے غداروں کی فہرست میں دیکھنا گوارہ نہیں کریں گے۔" اسد نے اپنے لہجے میں کرختگی پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "میں واحد آدمی ہوں جو آپ کو اس عبرت ناک انجام سے بچا سکتا ہے لیکن اس کے لئے مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔"

میجر جنرل نے آنکھیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں بے قصور ہوں .... مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہو رہا ہے؛ اور .... اور میرا اسرائیل سے کوئی تعلق نہیں .... میں بے قصور ہوں۔"

"پھر آپ مجھے بتائیں کہ آپ نے کرنل محمود کو کیا احکامات دیئے ہیں؟" اسد نے اچانک پوچھا۔

"مجھے معلوم نہیں ..... مجھے معلوم نہیں .... میں صرف دستخط کرتا ہوں۔ کرنل محمود نے مجھے یہاں چھپا رکھا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ میرے دشمن مجھے قتل کرانا چاہتے ہیں اور بہتر یہی ہے کہ میں کچھ عرصے کے لئے پبلک لائف میں نہ آؤں، جب تک قاہرہ میں میرے دشمنوں کا صفایا نہیں کر دیا جاتا میرا یہاں چھپا رہنا ہی بہتر ہے۔"

"آج آپ نے کرنل محمود کو کیا احکامات دیئے ہیں؟" اسد نے کرخت لہجے میں پوچھا۔ "آپ کی زندگی اور موت کا انحصار اس سوال کے جواب پر ہے۔"

میجر جنرل نے خوف زدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر بے جان سی آواز میں بولا۔" اس نے مجھ سے کاغذات پر دستخط کرنے کے لئے کہا، میں نے کر دیئے۔"

"ان کاغذات میں کیا تھا؟" اسد نے قریب آکر پوچھا۔

"دوسری کور کی تین بریگیڈوں کو قاہرہ میں داخل ہو کر فوجی ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کرنے کے احکامات تھے۔" میجر جنرل نے سہمی سہمی سی آواز میں جواب دیا۔

"ان احکامات پر دستخط کئے کتنا وقت ہو چکا ہے؟"

"تقریباً ایک گھنٹہ۔"

"آپ کے خیال میں ان احکامات پر عملدر شروع ہو چکا ہو گا؟"

"یہ میں نہیں کہہ سکتا۔ کرنل محمود کا کہنا تھا کہ صبح چھ بجے سے پہلے فوجی ہیڈ کوارٹر پہ ہمارا قبضہ ہو چکا ہو گا۔ اس مہم میں چوتھی اور پانچویں کور بھی ہمارا ساتھ دے گی ـــ کیوں کہ

فیلڈ مارشل عامر کے معتمد ساتھی ان کورز کے کمانڈر ہیں۔"

"کیا ایئر فورس کے کسی ونگ کا اس بغاوت سے کوئی تعلق ہے؟"

"یہ میں نہیں کہہ سکتا۔"

"آپ کو یقین ہے کہ آپ کی کور کی تینوں بریگیڈز آپ کے احکامات پر عمل کریں گی؟"

"کرنل محمود نے مجھے یہی یقین دلایا تھا۔"

"کیا آپ کی کور کا کوئی ایسا افسر ہے جس پر کرنل محمود کو اعتماد نہیں؟"

"بریگیڈیئر ریاض کے بارے میں کرنل محمود کو یقین نہیں تھا اسی لئے اسے اس قسم کے احکامات جاری نہیں کئے گئے۔ لیکن کرنل محمود بریگیڈیئر ریاض کی معزولی کے حکم نامے پر میرے دستخط کرا چکا ہے۔"

"اس حکم نامے پر فوری طور پر عمل درآمد ہوگا؟"

"کرنل محمود نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" میجر جنرل نے جواب دیا۔

اسد کچھ سوچنے لگا۔ پھر طاہرہ کی طرف دیکھ کر بولا۔ "میجر جنرل کی جان خطرے میں ہے تمہیں یہاں پہرہ دینا ہوگا۔ میں ایک گھنٹے میں واپس آتا ہوں۔" طاہرہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن اسد فوراً بولا۔ "یہ میرا حکم ہے۔"

سرنگ کے راستے اسد واپس کرنل محمود کے تہہ خانے میں پہنچا۔ پھر سیڑھیاں طے کر کے باہر نکلا۔ کوٹھی میں مکمل سناٹا تھا۔ گیٹ کے قریب کرنل محمود کے ڈرائیور کی لاش جوں کی توں پڑی تھی۔ اسد کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ اگر سعد صحیح سلامت قاہرہ نہ پہنچ سکا۔ تو صورت حال بہت خطرناک تھی۔ سعد جس وقت قاہرہ روانہ ہوا تھا اس وقت کیمپ میں کسی قسم کی غیر معمولی نقل و حرکت کے آثار نہیں نظر آئے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میجر جنرل عبدالعزیز کے احکامات یا تو متعلقہ افسروں تک پہنچے نہیں تھے یا پھر ان پر عملدرآمد شروع نہیں ہوا تھا۔

مشین گن تھامے اسد کوٹھی سے باہر نکلا اور کمیونیکیشنز کے دفتر کی طرف چل پڑا۔ کرنل عاصم سے رابطہ قائم کرنا بہت ضروری تھا۔ ان حالات میں جبکہ کیمپ کی کمان عملاً کرنل محمود کے ہاتھ میں تھی، کمیونیکیشنز کے دفتر کی طرف جانا خطرناک ضرور تھا لیکن اس وقت اسد ہر قسم کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار تھا۔

راستے میں اسے ایک فوجی پیٹرولنگ کرتے ملا۔ اس نے اسد کی طرف مشتبہ نظروں سے دیکھا تو اسد اس کے قریب سے گزرتے گزرتے رک گیا اور تحکمانہ انداز میں کہا "تمھیں یہ معلوم نہیں کہ افسر کی تعظیم کس طرح کی جاتی ہے؟"

فوجی نے گھبرا کر فوراً اسے سیلوٹ کیا۔ اسد زیر لب مسکرایا۔

"میں میجر اسد ہوں۔ میرا تعلق مصری سیکریٹ سروس سے ہے۔"

فوجی نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا اور گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں معافی چاہتا ہوں مجھے.... مجھے معلوم نہ تھا۔"

"تم کتنی دیر سے ڈیوٹی پر ہو؟"

"تقریباً ایک گھنٹے سے" فوجی نے جواب دیا۔

"اس دوران تم نے یہاں کوئی غیر معمولی بات دیکھی ہے؟

"نہیں.... نہیں تو....."

"اس کا مطلب ہے تم آنکھیں بند کر کے ڈیوٹی دے رہے ہو" اسد نے کرخت لہجے میں کہا۔

"جی نہیں.... نہیں تو.... کچھ فوجی دستے قاہرہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوئی۔"

"فوجی دستے قاہرہ روانہ ہوئے تھے؟ کتنی دیر ہوئی؟" اسد نے اپنی آواز میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی بیس منٹ ہوئے ہوں گے۔"

اسد سوچ میں پڑ گیا۔ پھر فوراً جیسے اسے کوئی خیال آیا۔ اس آنکھیں چمکنے لگیں۔

"تم بریگیڈیئر ریاض کے متعلق جانتے ہو؟"

"جی ہاں.... جی ہاں۔ وہ آرمرڈ ڈویژن میں ہیں... ان کا کیمپ جنوب میں ہے۔"

"تم مجھے اپنی موٹر سائیکل پر کتنی دیر میں وہاں پہنچا سکتے ہو؟" اسد نے اچانک پوچھا۔

"یہی کوئی بیس منٹ میں۔" فوجی نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں پندرہ منٹ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔" اسد نے تحکمانہ انداز میں کہا اور فوجی بوکھلا کر بولا۔

"لیکن میں ڈیوٹی........"

"یہ بھی ڈیوٹی ہے۔" اسد نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

موٹر سائیکل بریگیڈیئر ریاض کی کوٹھی کے سامنے رکی۔ اسد نے اتر کر فوجی کا شکریہ ادا کیا اور کہا "اب تم جا سکتے ہو۔"

وہ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر مڑا اور آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو اسد نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ کوئی جواب نہ پا کر اس نے پھر بٹن دبایا۔ کوئی پانچ منٹ بعد کوٹھی کا چھوٹا گیٹ کھلا اور ایک بوڑھے نے سر باہر نکالا۔

"میں فوری طور پر بریگیڈیئر ریاض سے ملنا چاہتا ہوں۔" اسد نے قریب جا کر کہا۔

"لیکن وہ بہت دیر ہوئی سو چکے ہیں۔" بوڑھے فوجی نے جواب دیا۔

"میں قاہرہ سے ان کے لئے بہت ضروری ہدایات لے کر آیا ہوں۔ مجھے حکم ہے کہ ایک منٹ ضائع کئے بغیر میں بریگیڈیئر صاحب تک یہ ہدایات پہنچاؤں۔" اسد جھٹ سے بولا۔ بوڑھا فوجی کچھ سوچنے لگا۔ پھر اسد کی طرف گھورتے ہوئے اس نے کہا۔

"میں اندر جاکر دیکھتا ہوں ۔ آپ انتظار کیجیے ۔"

اسد کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ تھوڑی دیر بعد بڑا گیٹ کھلا اور وہی بوڑھا فوجی برآمد ہوا۔

"آپ اندر آسکتے ہیں ۔"

اسد اس کے پیچھے پیچھے پورچ برآمدہ اور کاریڈار طے کرکے ایک خوش نما کمرے میں داخل ہوا۔

"آپ یہاں تشریف رکھیے ، بریگیڈیئر صاحب آرہے ہیں ۔"

اسد نے صوفے پر بیٹھ کر مشین گن ایک طرف رکھی اور ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کمرے کا جائزہ لیا۔ اس کا جسم تھک چکا تھا لیکن اعصاب ابھی تک مضبوط تھے۔ گذشتہ اڑتالیس گھنٹوں میں اس نے زندگی کی سب سے اہم مہم کے مراحل طے کیے تھے۔ پرسوں رات جب وہ قاہرہ سے بن یاسر روانہ ہوا تھا تو اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ مصر کے خلاف ایک بھیانک سازش کچلنے کے لیے جا رہا ہے ۔"

"فرمایئے۔ میں بریگیڈیئر ریاض ہوں ۔" ادھیڑ عمر کا ایک باوقار آدمی شب خوابی کے لباس میں اندر داخل ہوا۔ اسد نے اٹھ کر تعظیماً سلام کیا۔ پھر بولا۔

"میرا تعلق مصری سیکریٹ سروس سے ہے ۔ پرسوں مجھے ایک اہم مشن پر بن یاسر بھیجا گیا تھا۔ اس مشن کے دوران کچھ خطرناک باتیں سامنے آئی ہیں ۔ میں آپ کو تمام صورت حال سے باخبر کرنا ضروری سمجھتا ہوں ۔"

بریگیڈیئر کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہوئی ۔ صوفے پر بیٹھ کر اس نے اسد کی طرف متجسس نظروں سے دیکھا اور کہا ۔ "بیٹھ جایئے ۔"

اسد نے وقت ضائع کیے بغیر پوری صورت حال بیان کردی ۔ جب وہ سب کچھ کہہ چکا تو اس نے دیکھا بریگیڈیئر کی آنکھوں میں شدید غصے کی چمک پیدا ہوئی ۔

"غدار!" اس کے ہونٹوں سے نکلا اور اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ پھر رک کر اس نے اسد کی طرف دیکھا۔

"تمھیں معلوم ہے اگر میں وزارتِ دفاع کو میجر جنرل عبدالعزیز کے بارے میں اپنے شبہات سے آگاہ نہ کرتا تو افگر اپنا وار کر چکی ہوتی۔ مجھے شروع سے ہی خدشہ تھا کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے اور پھر میجر جنرل عبدالعزیز کی طویل علالت نے تو میرے خدشے کو یقین میں بدل دیا تھا۔"

"ہمارے پاس سوچنے کا وقت نہیں ہے۔" اسد نے صوفے پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں فوری طور پر کرنل عاصم سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔"

بریگیڈیئر ریاض کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ وہی بوڑھا فوجی گھبرایا ہوا اندر داخل ہوا۔

"حضور۔۔۔ فوجیوں کا ایک دستہ کوٹھی کو گھیرے میں لے رہا ہے۔ انھوں نے دونوں چوکیداروں کو گولی مار دی ہے۔"

"غدار۔" بریگیڈیئر نے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔ پھر وہ فوراً ٹیلیفون کی طرف لپکا۔ رسیور اٹھا کر وہ ڈائل کرنے ہی والا تھا کہ باہر سے گولیاں چلنے کی آواز آئی۔ پھر بریگیڈ غصے سے کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"انھوں نے ٹیلیفون کے تار کاٹ دیئے ہیں۔"

اسد دم بخود سب کچھ دیکھ اور سن رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اس کا ذہن مفلوج سا ہو گیا۔ پھر ایک دم اس نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"آپ کے پاس دستی بم ہیں؟"

"آپ میرے ساتھ آیئے۔" بریگیڈیئر ریاض نے دروازے کی طرف لپکتے ہوئے کہا۔ اسد اس کے پیچھے پیچھے ایک تنگ و تاریک کمرے میں پہنچا۔ بریگیڈیئر ریاض نے بجلی کا سوئچ آن کیا۔ چاروں طرف رائفلیں اور مشین گنیں بکھری پڑی تھیں۔ بارود کے دو بکس بھی تھے۔

بریگیڈیئر نے جھک کر ایک بکس کھولا اور دو دستی بم نکال کر اسد کی طرف بڑھا دیئے۔ اسد نے جھک کر چند اور دستی بم نکالے اور اپنی جیبیں بھر لیں۔ پھر بڑی پھرتی سے مشین گن کا میگزین لوڈ کیا اور بریگیڈیئر کی طرف مڑ کر کہا۔ "آپ کے بچے محفوظ ہیں؟"

"میری بیوی اور بچے قاہرہ میں ہیں۔" بریگیڈیئر ریاض نے ایک مشین گن اٹھا کر لوڈ کی۔

باہر سے فائرنگ کی آواز مسلسل آرہی تھی۔ پھر یہ آواز رک گئی۔ اور چند لمحوں کے بعد لاؤڈ سپیکر پر ایک بھاری آواز بلند ہوئی۔

"بریگیڈیئر ریاض!...... ہم انقلابی حکومت کے نام پر تمھیں حکم دیتے ہیں کہ فوراً اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ کوٹھی کے تمام محافظ ہماری گولیوں کا نشانہ بن چکے ہیں۔"

بریگیڈیئر ریاض نے گھور کر اسد کی طرف دیکھا۔ اسد نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد آواز پھر بلند ہوئی۔

"اگر تین منٹ کے اندر تم نے خود کو ہمارے سپرد نہ کیا تو ہم تمھیں زندگی کی ضمانت نہیں دے سکیں گے۔"

اسد نے بریگیڈیئر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "معلوم ہوتا ہے وہ زیادہ تعداد میں نہیں۔ ورنہ اب تک وہ اندر داخل ہو چکے ہوتے۔ شاید انھیں مزاحمت کا خدشہ ہے۔"

بوڑھا فوجی جو دُور کھڑا ان کی گفت گو سن رہا تھا۔ فوراً قریب آکر بولا۔ "وہ تین جیپوں میں آئے ہیں۔ میرا خیال ہے ان کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں۔"

"بریگیڈیئر! کوٹھی میں کوئی ایسی جگہ ہے جو مورچے کے طور پر استعمال کی جا سکے؟" اسد نے پوچھا۔

"برآمدے کے ساتھ والا کمرہ قدرے محفوظ ہے۔ وہاں کھڑکیوں کی اوٹ سے باہر نشانہ بھی باندھا جا سکتا ہے۔" بریگیڈیئر نے جواب دیا۔

اسد فوراً بوڑھے فوجی سے مخاطب ہوا۔" تم مشین گن لے کر وہاں مورچہ سنبھال لو اور جب میں سیٹی بجاؤں تو فائرنگ کر دو۔"

فوجی نے اندر آ کر مشین گن اٹھائی اور لوڈ کر کے بڑی پھرتی کے ساتھ باہر چلا گیا۔

" آپ کوٹھی کا کوئی ایسا کونا منتخب کر لیجیے جہاں سے کچھ سپاہیوں کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھ سکیں۔ اس دوران میں عقبی حصے سے ان کو دستی بموں کی زد میں لینے کی کوشش کروں گا۔"

" یہ بہت اچھی تجویز ہے۔" بریگیڈیئر نے فوراً جواب دیا۔ عقبی حصہ سب سے محفوظ ہے۔ کیوں کہ وہاں اونچی چار دیواری ہے اور گیٹ بھی بہت مضبوط ہے۔ میرے خیال میں وہاں انھوں نے گیٹ سے باہر دو ایک سپاہی رکھے ہوں گے تاکہ میں فرار ہونے کی کوشش نہ کروں۔"

" آپ مجھے عقبی برآمدے کی طرف جانے کا راستہ بتا دیجیے۔" اسد نے مشین گن مضبوطی سے تھامتے ہوئے کہا۔

اس دوران وہی آواز پھر بلند ہوئی۔" صرف ایک منٹ باقی ہے۔ تم اپنے آپ کو ہمارے سپرد کر دو۔ ورنہ انقلابی حکومت کی حکم عدولی کے جرم میں تمھیں یہیں گولی مار دی جائے گی۔"

اسد اور بریگیڈیئر دونوں تیزی کے ساتھ کمرے سے باہر نکلے۔" آپ یہ کاریڈار طے کر کے دائیں طرف مڑ جائیے۔ جہاں کاریڈار ختم ہو وہاں عقبی برآمدے کی طرف کھلنے والا دروازہ ہے۔" بریگیڈیئر نے ہاتھ کے اشارے سے اسد کو سمجھایا۔

" مجھے یقین ہے آپ اپنی حفاظت کر سکیں گے۔ خدا حافظ۔" اسد نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

" خدا حافظ!" بریگیڈیئر نے جواب دیا ——— میری رگوں میں خالص

عرب خون ہے۔"

اسد عفتی برآمدے سے بڑی احتیاط کے ساتھ دائیں جانب مڑ رہا تھا کہ اسے پھر وہی آواز سنائی دی۔

"بریگیڈیئر! تم اپنی موت کے ذمہ دار ہو گے۔" اب کی بار آواز میں فیصلہ کن کرختگی تھی۔

اسد کے قدم تیزی سے آگے بڑھے۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ کوٹھی کے کونے تک پہنچا۔ وہاں سے اسے مین گیٹ کے قریب کھڑے تین فوجی صاف نظر آرہے تھے۔ باقی فوجی غالباً حکم کے انتظار میں باہر کھڑے تھے۔ نظر آنے والے فوجیوں میں ایک کیپٹن تھا اور اسی نے لاؤڈ سپیکر اٹھا رکھا تھا۔

اسد نے دیوار کی اوٹ میں چھپ کر اپنے مخصوص انداز میں سیٹی بجائی۔ دوسرے ہی لمحے قریبی کمرے سے گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ یہیں بوڑھا فوجی چھپا ہوا تھا۔ اسد نے گیٹ کے قریب کھڑے تینوں فوجیوں کو گرتے دیکھا اور اس کے ساتھ ہی آٹھ دس فوجی مشین گن سے کوٹھی پر گولیوں کی بارش کرتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ اس اثنا میں اسد دستی بم تیار کر چکا تھا۔ اس نے خدا کا نام لے کر اسے آگے بڑھتے ہوئے فوجیوں کے وسط میں پھینکا۔

دھوئیں کے غبار میں اسے جسم اچھلتے نظر آئے۔ صرف دو فوجی خوش قسمت تھے، وہ بچ کر باہر کی طرف بھاگے۔ اسد نے دوسرا دستی بم نشانہ باندھ کر گیٹ سے باہر پھینکا اور پھر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ دوڑتا ہوا کوٹھی کی چار دیواری کے قریب ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا۔

چند لمحوں تک جب مکمل خاموشی طاری رہی تو اسد نے ایک خطرناک فیصلہ کیا اور دائیں کوٹھی سے ملحق دیوار کی طرف لپکا اور گیند کی طرح دوسری طرف اچھل گیا۔ پھر بجلی کی طرح گیٹ

کی طرف لپکا۔ اس نے گیٹ بڑی احتیاط کے ساتھ کھولا اور آہستہ سے جھانک کر باہر دیکھا۔ چھ فوجی گیٹ کی اوٹ میں کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک دستی بم کی پن ٹھیک کر رہا تھا۔ اسد نے پیچھے ہٹ کر جیب سے دستی بم نکالا اور بڑی پھرتی کے ساتھ اس کی پن ٹھیک کی اور اندازے سے نشانہ باندھ کر باہر کی طرف اچھال دیا۔ بم کے دھماکے کے ساتھ ایک چیخ بھی بلند ہوئی۔ اسد نے فوراً باہر جھانکا۔ دو فوجی جیپ کی طرف بھاگ رہے تھے۔ باقی کی لاشیں اِدھر اُدھر بکھری پڑی تھیں۔ اسد جھٹ سے باہر نکلا اور بھاگتے ہوئے فوجیوں کو مشین گن کی لپیٹ میں لے لیا۔ دو لوں اوندھے منہ گرے۔ اسد سنبھل سنبھل کر دوسرے فوجیوں کی لاشوں کی طرف بڑھا۔ ایک فوجی مشین گن تھام کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسد نے اپنی مشین گن کا رُخ ادھر کر دیا۔

کوئی دس منٹ بعد اسد پوری رفتار سے جیپ چلا رہا تھا اور اس کے ساتھ بریگیڈیئر ریاض بیٹھا تھا۔ بریگیڈیئر ریاض کے دفتر تک پہنچنے میں پانچ منٹ لگے۔ وہاں مکمل سناٹا طاری تھا۔ اسد کو اس بات پر بڑی حیرت ہوئی کہ باغیوں نے بریگیڈیئر کے دفاتر پر قبضہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کچھ فوجی پیٹرولنگ کر رہے تھے۔ ان میں سے سنیئر فوجی بریگیڈیئر کو دیکھ کر بھاگا آیا اور سیلوٹ کر کے کھڑا ہو گیا۔

فوراً میرا دفتر کھلواؤ۔" بریگیڈیئر نے جیپ سے اترتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد بریگیڈیئر وائرلیس ٹرانسمیشن کے ذریعہ قاہرہ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ متعلقہ سگنل ملنے پر اس نے کوڈیڈ (CODED) پیغام دیا۔ دو منٹ کے اندر کوڈیڈ سگنل موصول ہوا اور بریگیڈیئر نے اسد سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کرنل عاصم اور وزیر دفاع تھوڑی ہی دیر میں ہم سے رابطہ قائم کریں گے۔ تم یہاں بیٹھو میں اپنے یونٹوں کو کسی فوری کارروائی کے لیے تیار رہنے کے احکامات جاری کر دوں۔"

بریگیڈیئر دوسرے کمرے میں چلا گیا اور اسد بے چینی سے وائرلیس سگنلز کا انتظار کرنے لگا۔ اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ٹرانسمیٹر سے سگنل موصول ہوا۔ یہ پیغام کرنل عاصم کا تھا۔ اسد کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔ سعد ٹیپ لے کر بروقت کرنل عاصم کے پاس پہنچ گیا تھا اور تمام مشتبہ فوجی اور سول افسر گرفتار کیے جا چکے تھے۔ اسد نے یہاں پیش آنے والے واقعات سے مختصراً کرنل عاصم کو آگاہ کیا۔ کرنل عاصم نے جواباً بتایا کہ وزارت دفاع بریگیڈیئر ریاض کو ترقی دے کر میجر جنرل بنا رہی ہے اور اسے بن یاسر کیمپ کا آفیسر ان کمانڈنگ مقرر کیا جا رہا ہے۔ بریگیڈیئر ریاض کے نام احکامات تھوڑی ہی دیر میں جاری ہو رہے ہیں۔

اسد نے کرنل محمود کی قیادت میں کچھ یونٹوں کی طرف پیش قدمی کا ذکر کیا تو کرنل عاصم نے بتایا کہ تمام حفاظتی انتظامات کیے جا چکے ہیں لیکن کسی جھڑپ کی اطلاع نہیں آئی۔ اسد نے اپنے لیے ہدایات لے کر ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ بریگیڈیئر ریاض چند لمحوں کے بعد واپس آیا تو اس کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھ کر اسد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ بریگیڈیئر کو غالباً اپنی ترقی کے متعلق اطلاع مل چکی تھی۔

کوئی ایک گھنٹہ بعد ایک فوجی دستے کے ہمراہ اسد کرنل محمود کے تہہ خانے کے راستے اس کمرے تک پہنچا جہاں میجر جنرل عبدالعزیز مقید تھا۔ میجر جنرل بستر پر بے سدھ پڑا خراٹے لے رہا تھا اور سامنے کرسی پر پستول مضبوطی سے تھامے طاہرہ نیند پر غلبہ پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

اسد نے طاہرہ کو سازش کے ناکام ہو جانے کی اطلاع دی تو اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ ”لیکن وہ درندہ.... میں اس کا انجام سننے کے لئے بے چین ہوں۔“

”وہ دو ہزار فوج کے ساتھ قاہرہ کی طرف روانہ ہوا تھا اور اس بارے میں ابھی تک کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔“ اسد نے مسکرا کر جواب دیا۔ ”لیکن بن یاسر کیمپ پر ہمارا قبضہ مستحکم ہو چکا ہے اور تمام مشتبہ افراد کو پکڑ لیا گیا ہے۔“

اس کے بعد اسد نے میجر جنرل عبدالعزیز کو جھنجھوڑ کر جگایا اور اس کی برطرفی اور اسے حراست میں لینے کے احکامات اس کے سپرد کئے۔

"میں بے قصور ہوں ... مجھے کچھ معلوم نہیں .... میں بے قصور ہوں۔" میجر جنرل چیخا۔ اس کی آنکھیں خوف سے باہر نکلی آرہی تھیں۔

اسد نے سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ انھوں نے آکر میجر جنرل کو حراست میں لے لیا۔ جب وہ سپاہیوں کے گھیرے میں باہر جارہا تھا تو اسد نے طنز اور نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جنرل! تمھیں فوجی عدالت میں اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنا ہوگا۔ میرے نزدیک تمھارا جرم غداری سے کم نہیں۔"

وہاں سے اسد طاہرہ کے ساتھ کرنل فیاض کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوا۔ حسبِ توقع سمیرہ وہاں موجود نہیں تھی۔ غالباً کرنل محمود اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ انگر کا منصوبہ خاک میں مل چکا تھا لیکن اسد کا ذہن مطمئن نہیں تھا۔ کرنل محمود اور سمیرہ کا پکڑا جانا ضروری تھا۔ کیوں کہ مصر کے خلاف اس خوفناک سازش کے مرکزی کردار یہی دونوں تھے اور ان کے ذریعہ ہی تمام مشتبہ عناصر کا سراغ لگایا جاسکتا تھا۔

اسد واپس بریگیڈیئر ریاض کے دفتر پہنچا۔ بریگیڈیئر ریاض نے اٹھ کر گرمجوشی سے اس کے ساتھ مصافحہ کیا۔

"متحدہ عرب جمہوریہ کو ایک خوفناک سازش سے بچانے کا سہرا تمھارے سر ہے۔ ہیڈکوارٹر سے ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ کرنل محمود کے دستوں نے معمولی جھڑپ کے بعد ہتھیار ڈال دیئے ہیں لیکن کرنل محمود کا کوئی سراغ نہیں مل رہا۔"

اسد کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے مسرت کی لہر دوڑی، لیکن پھر وہ متفکر ہو کر بریگیڈیئر ریاض کی طرف دیکھنے لگا ـــــــ "کرنل محمود وقت ضائع کئے بغیر ملک سے نکلنے کی کوشش کرے گا۔ میرا فوری طور پر قاہرہ پہنچنا ضروری ہے۔" ـــــــــــــ

قاہرہ ائرپورٹ

”جیپ روک دو“
اسد مشین گن سنبھال کر چیخا

دو دن کی ذہنی اور جسمانی تھکن اور رات بھر جاگنے کے بعد اسد کے اعصاب جواب دے رہے تھے۔ لیکن قاہرہ پہنچ کر اس نے آرام کی بجائے غسل کیا اور میک اپ کے ذریعہ اپنا حلیہ بدل کر باہر نکلا۔ اس کی کار بن یاسر کیمپ میں پُراسرار طور پر غائب ہوگئی تھی۔ اس لئے وہ اپنے ساتھ ایک فوجی جیپ لایا تھا۔ مگر اس وقت وہ میجر اسد نہیں، ادھیڑ عمر کا ایک پریشان حال تاجر تھا جس کا کاروبار جنگ کی وجہ سے بُری طرح متاثر ہوا تھا۔ فوجی جیپ کی بجائے اس نے ٹیکسی لی اور سیکریٹ سروس کے دفتر روانہ ہوگیا۔ اس کے ذہن میں کرنل محمود اور سمیرہ کے چہرے اُبھر رہے تھے۔ ”اگر دونوں بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے تو ملک کی بڑی تضحیک ہوگی۔“ اس نے سوچا۔ اسے امید تھی کہ سیکورٹی کے سخت انتظامات کے پیشِ نظر کرنل محمود مصر سے باہر نکلنے میں زبردست احتیاط کرے گا۔ کرنل

محمود کو اپنی سازش کی کامیابی کا جتنا یقین تھا اس کے پیش نظر اس نے اپنے آپ کو غیر متوقع حالات کے لئے تیار نہیں کیا ہوگا. لیکن انگر ایک ایسی تنظیم تھی جو غیر متوقع حالات میں بھی غیر معمولی کامیابیاں حاصل کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتی تھی. اس لیے اسد کا اندازہ تھا کہ کرنل محمود اگلے چوبیس گھنٹوں کے اندر کسی نہ کسی طرح ملک سے فرار ہونے کی کوشش ضرور کرے گا. مصر کے بعض اعلیٰ سرکاری حلقوں تک انگر کی رسائی کے پیش نظر اس کوشش کے کامیاب ہونے کا امکان بھی تھا. اچانک اسے کرنل فیاض کا خیال آیا. کرنل فیاض سمیرہ کا شوہر تھا. اسے قاہرہ میں سمیرہ کے حلقے کا تھوڑا بہت علم ضرور ہوگا. ہو سکتا ہے کہ کرنل فیاض سے کچھ مدد مل سکے. اسد نے سوچا. تھوڑی دیر بعد ٹیکسی سیکریٹ سروس کے دفتر کے سامنے رکی. اسد نے کرایہ ادا کیا اور اندر داخل ہوگیا. چوکیدار اسے شناخت نہ کر سکا لیکن جب اس نے سیکریٹ سروس کا کارڈ اسے دکھایا تو مؤدبانہ انداز میں کھڑے ہو کر اثبات میں سر ہلایا.

کرنل عاصم نے اسد کو دیکھتے ہی پہچان لیا. اس کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی.

"میں تمھارا منتظر تھا. مجھے بن یاسر سے تمھاری روانگی کی اطلاع مل گئی تھی." کرنل عاصم نے کہا.

"کوئی نئی صورت حال؟" اسد نے پوچھا.

"گرفتاریاں جاری ہیں. لیکن کرنل محمود کا کوئی سراغ نہیں مل سکا."

"آپ نے کرنل فیاض سے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"پہلے تم تمام تفصیلات سناؤ. پھر میں کوئی فیصلہ کر سکوں گا."

اسد نے بن یاسر میں پیش آنے والے تمام واقعات بیان کئے اور آخر میں کہا "کیپٹن رالعہ تو بخیریت پہنچ گئی ہوں گی؟"

"مجھے کچھ حالات اس کی زبانی بھی معلوم ہوئے تھے." کرنل عاصم نے مسکراتے ہوئے

جواب دیا۔" میں نے ٹیپ وزارتِ دفاع کے حوالے کردی ہے، کیوں کہ وہی سازشی عناصر کے خلاف ہمارا سب سے ٹھوس ثبوت ہے۔ تمھاری باتوں سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کرنل محمود کی گرفتاری سب سے زیادہ ضروری ہے۔"

"اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ کرنل فیاض سے مدد لی جائے۔" اسد نے جواب دیا۔

"کرنل فیاض زیرِ علاج ہیں۔ ان کی ذہنی حالت نارمل نہیں۔ عجیب بہکی بہکی سی باتیں کر رہے ہیں۔ غالباً انھیں اپنی بیوی کے کردار نے بہت پریشان کیا ہے۔"

"ان ہی سے ہمیں معلوم ہو سکتا ہے کہ سمیرہ کی رسائی قاہرہ میں کن کن گھروں تک ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ یہاں ماتا ہری کا کردار ادا کر رہی تھی۔"

"اسرائیل نے ہر لڑکی کو ماتا ہری بننے کی تربیت دی ہے۔ میں نے حکومت کو رپورٹ بھیجی ہے کہ فوجی اور سول افسروں کی سوشل زندگی پر کڑی نظر رکھی جائے کیوں کہ قاہرہ میں سوسائٹی گرلز کی ایک بہت بڑی تعداد غیر ملکی پس منظر رکھتی ہے۔ کرسٹین کیلر کے ایک سکینڈل نے پورے برطانیہ کو ہلا دیا۔ یہاں مجھے ہر طرف کرسٹین کیلر نظر آتی ہے۔"

"اس وقت ہمیں صرف ایک کرسٹین کیلر کی تلاش ہے، اور اس کا نام سمیرہ ہے۔" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔" میں فوری طور پر کرنل فیاض سے ملنا چاہتا ہوں۔"

کرنل عاصم نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور ڈائل کرنے لگا۔ اسد نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔" اس! مجھے یقین ہے کہ ہوائی سروسوں اور آمد و رفت کے دوسرے ذرائع پر سیکورٹی پولیس کڑی نظر رکھ رہی ہوگی؟"

"مجھے سیکورٹی پولیس کی کارکردگی پر زیادہ اعتماد تو نہیں، پھر بھی میرے خیال میں کرنل محمود کا بچ نکلنا میرے لیے حیرت کا باعث ہوگا۔ وزارتِ دفاع نے اس سلسلے میں اپنے انتظامات کا مجھے یقین دلایا ہے۔" کرنل عاصم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اسد کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کرنل عاصم نے ٹیلی فون پر گفتگو شروع کر دی۔" ہیلو۔۔۔

ملٹری ہاسپٹل ؟ میں کرنل عاصم بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ سپیشل وارڈ سے ملائیے۔۔۔ جی ہاں۔۔۔"

تھوڑے سے وقفے کے بعد کرنل عاصم پھر بولا۔" ہیلو۔۔۔۔ ڈاکٹر! میں کرنل فیاض کے بارے میں۔۔۔۔۔ کیا کہا۔۔۔۔؟"

اسد نے دیکھا کہ کرنل عاصم کا چہرہ ایک دم تاریک ہو گیا۔ اس نے ٹیلیفون کا ریسیور رکھ کر اسد کی طرف دیکھا۔

" وہ پھر اپنا وار کر گئے۔ سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود کرنل فیاض کو پُر اسرار طور پر قتل کر دیا گیا ہے۔ ایک نرس نے ان کی چیخ کی آواز سنی۔ وہ بھاگی بھاگی ان کے کمرے میں پہنچی تو ان کی لاش تڑپ رہی تھی۔ ان کے سینے اور پسلیوں میں چاقو کے چھ وار تھے۔۔۔۔"

اسد ایک دم اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں غصے کی چمک تھی اور وہ اپنی مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔

" باس۔۔۔۔! مجھے بعض اوقات اپنی حکومت کی نااہلی پر غصہ آتا ہے۔ کیا ہم ان حالات میں بھی آنگر کو اتنی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔"

" میں خود پریشان ہوں۔" کرنل عاصم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔" ان کا تانا بانا نہ جانے کہاں تک پہنچا ہوا ہے۔"

اسد چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے کرنل عاصم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" میں قاہرہ کا ایک مشتبہ تاجر ہوں۔ جس کا کاروبار بیروت وغیرہ تک پھیلا ہوا ہے۔ جنگ کے بعد میں قاہرہ سے نکلنے کی متعدد کوششیں کر چکا ہوں لیکن سیکورٹی پولیس ایئرپورٹ پر مجھے روک لیتی ہے۔ میں اگلے چوبیس گھنٹے ایئرپورٹ پر گذاروں گا۔ آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے؟"

" لیکن مجھے امید نہیں کہ وہ اتنی جلدی قاہرہ سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔ خصوصاً ان حالات میں جب کہ ہمارے چیکنگ کے انتظامات اتنے سخت ہیں۔"

"وہ ہمارے انتظامات کا کتنا احترام کرتے ہیں اس کا اندازہ آپ کرنل فیاض کے قتل سے لگا سکتے ہیں۔" اسد نے کہا۔ "میرے خیال میں کرنل محمود فوری طور پر فرار ہونے کی کوشش کرے گا۔ میری دعا صرف یہ ہے کہ کہیں وہ پہلے ہی نہ نکل چکا ہو۔"

اسد ائیر پورٹ کے لاؤنج میں صوفے پر نیم دراز تھا۔ اس کی ہر حرکت سے غصے اور بیزاری کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ بار بار سیکورٹی افسر کو مختلف قسم کی دھمکیاں دے چکا تھا لیکن سیکورٹی افسر ہر بار اس سے یہی کہتا تھا کہ وزارت داخلہ کے خصوصی اجازت نامے کے بغیر کہیں نہیں جا سکتے۔ اسد ائیر پورٹ پر آنے جانے والے ہر فرد کا بغور مشاہدہ کر رہا تھا۔ اب تک دو پروازیں جا چکی تھیں، لیکن چار پروازیں اور تھیں۔ آخری طیارہ کو رات کے دو بجے پرواز کرنا تھا۔ اس وقت تک اسد کو بہرحال چوکنّا رہنا تھا۔ نیند بھی آ رہی تھی۔ رابعہ کا خیال بھی آ رہا تھا۔ اس نے رابعہ سے کاسموپولیٹن کلب میں ملنے کا جو وعدہ کیا تھا وہ آج پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ بہرحال رابعہ سے وہ بعد میں بھی مل سکتا تھا۔ لیکن کرنل محمود ذرا سی غفلت کا فائدہ اٹھا کر بچ کر نکل سکتا تھا۔

شام کے اخبارات میں اسد نے نصیر کی تصویر دیکھی تھی۔ اسے مصر کے لئے شاندار خدمات کے اعتراف کے طور پر حکومت نے پانچ ہزار پونڈ کا انعام دیا تھا۔ اسد حکومت کے اس اقدام پر بڑا خوش تھا۔ ملک میں ایسے لوگ بھی تھے جو انعام کے لالچ میں مشتبہ عناصر کے بارے میں حکومت کو باخبر کر سکتے تھے۔ ایسے لوگوں کے لئے نصیر ایک مثال بن سکتا تھا۔

سوچتے سوچتے اسد کا ذہن بوجھل سا ہونے لگا۔ نیند کو بھگانے کے لئے وہ اٹھا اور لاؤنج میں ٹہلنے لگا۔ اچانک اس کی نظر دروازے پر پڑی۔ لمبے لمبے سنہرے بالوں والی ایک خوبصورت لڑکی اندر داخل ہو رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا اٹیچی کیس تھا۔ اس نے سیاہ چشمہ لگا رکھا تھا لیکن اس کے باوجود اسد کو یوں محسوس ہوا جیسے اس نے اسے پہلے کہیں دیکھا ہو۔ اپنی دلچسپی کا اظہار کئے بغیر اس نے بغور اس کا جائزہ لیا اور اپنے ذہن پر

زور ڈالا. سنہری بالوں والی ایک ہی لڑکی اس کے ذہن میں آرہی تھی اور اس کا نام ایڈنا تھا لیکن ایڈنا کا قد اس لڑکی سے ذرا لمبا تھا. پھر یہ کون تھی؟

وہ تیز تیز چلتی کاؤنٹر پر پہنچی. کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے نوجوان نے اس کا ٹکٹ اور پاسپورٹ چیک کیا اور پھر پاس کھڑے ہوئے سیکورٹی افسر کی طرف بڑھا دیا. اسد لاپروائی سے چلتا ہوا سیکورٹی افسر کے قریب پہنچا اور اپنا پاسپورٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا.

"محترم! میں آپ سے کتنی بار گزارش کر چکا ہوں کہ وزارتِ داخلہ کے خصوصی اجازت نامے کے بغیر نہیں جا سکتے." سیکورٹی افسر نے جھنجھلاتے ہوئے کہا. پھر وہ سنہری بالوں والی لڑکی کا پاسپورٹ چیک کرنے لگا.

لڑکی نے ایک نظر اسد پر ڈالی. پھر منہ دوسری طرف پھیر لیا. اسد نے اپنی بدلی ہوئی آواز میں جھنجھلاہٹ اور غصے کی تمام کیفیات پیدا کرتے ہوئے کہا." جنگ ہارنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم کاروبار بند کر دیں. بے قصور لوگوں سے رشوت لینے کا یہ طریقہ خوب نکالا ہے آپ لوگوں نے."

"محترم اپنی زبان پر قابو رکھیں." سیکورٹی افسر نے لڑکی کا پاسپورٹ غصے سے کاؤنٹر پر اس طرح پٹخا کہ وہ اسد کے قریب نیچے آگرا. اسد نے جھک کر پاسپورٹ اٹھایا اور ایک لمحے کے اندر اندر نام اور دوسرے مندرجات پڑھ لیے.

اس کا نام ناصرہ تھا اور وہ پیرس جا رہی تھی. اسد نے پاسپورٹ لڑکی کی طرف بڑھایا تو سیکورٹی افسر چیخا.

"محترم.... میں نے اپنی چیکنگ مکمل نہیں کی."

اسد نے پاسپورٹ غصے سے سیکورٹی افسر کی طرف بڑھا دیا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا. لڑکی اب کنکھیوں سے اسد کی طرف دیکھ رہی تھی.

"محترمہ!.... آپ کے پاس باہر جانے کا اجازت نامہ ہے؟" سیکورٹی افسر نے

بھنائی ہوئی آواز میں لڑکی سے کہا۔ لڑکی نے اپنے پرس میں سے ایک لفافہ نکالا اور سیکورٹی افسر کی طرف بڑھا دیا۔

سیکورٹی افسر ذرا اونچی آواز میں پڑھنے لگا۔ اجازت نامہ وزارتِ داخلہ کے ایک اعلیٰ افسر کی طرف سے تھا۔ وہ قاہرہ کے ایک تاجر کی لڑکی تھی اور پیرس میں تعلیم پا رہی تھی۔

جب تک سیکورٹی افسر پڑھتا رہا۔ اسد بے زاری سے اپنا سر کھجاتا رہا۔ پھر جب اجازت نامہ اپنے پاس رکھ کر سیکورٹی افسر نے ٹکٹ اور پاسپورٹ دونوں لڑکی کو واپس کیے تو اسد ایک دم بولا۔

"میں نے ایک عرب لڑکی کو سنہری بالوں کے ساتھ پہلے کبھی نہیں دیکھا"

لڑکی ایک دم چونکی اور اسد کی طرف دیکھا۔ پھر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتی ہوئی پسینجرز لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔ قاہرہ سے تیسری پرواز کوئی نصف گھنٹہ بعد جانے والی تھی۔ لڑکی کے جانے کے بعد اسد نے مسکرا کر اپنی جیب سے اپنا شناختی کارڈ نکالا اور سیکورٹی افسر کی طرف بڑھا دیا۔ سیکورٹی افسر کارڈ دیکھ کر مسکرایا۔

تھوڑی دیر بعد اسد بھی پسینجر لاؤنج میں داخل ہو رہا تھا۔ لڑکی سامنے ہی بیٹھی تھی۔ اس نے چشمہ اتار رکھا تھا۔ اسد کو دیکھتے ہی اس نے گھبرا کر چشمہ پہن لیا لیکن اتنی دیر میں اسد اسے شناخت کر چکا تھا۔ اس کی خوبصورت آنکھیں اس کے لئے اجنبی نہ تھیں۔

وہ سمیرہ تھی۔ اسد کا دل زور سے دھڑکا۔ لیکن اپنے چہرے پر وہ کسی قسم کا رد عمل ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے لاپروائی سے چاروں طرف دیکھا اور ایک کونے میں جا بیٹھا۔ لڑکی کا منہ دوسری طرف تھا۔ چند لمحوں کے بعد اس نے مڑ کر اسد کی طرف دیکھا پھر اپنا منہ دوسری طرف موڑ لیا۔

"وہ مجھے پہچان تو نہیں سکتی لیکن شاید اسے شبہ ہو گیا ہے کہ میں سیکورٹی کا آدمی

ہوں۔" اسد نے جیب سے سگریٹ نکالتے ہوئے سوچا۔

وہ سگریٹ سلگا ہی رہا تھا کہ ایک قوی ہیکل آدمی اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک بیرونی فضائی کمپنی کی وردی پہن رکھی تھی۔ وہ ٹہلتا ہوا سمیرہ کی قریب پہنچا۔ اسد نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے چھت کی طرف دیکھا۔ لیکن اس کی اصل توجہ سمیرہ کی جانب تھی۔ قوی ہیکل آدمی نے سمیرہ سے کچھ کہا۔ سمیرہ نے جواباً کوئی بات کی اور قوی ہیکل آدمی نے مڑ کر اسد کی طرف دیکھا۔ پھر وہ مڑا اور ٹہلتا ہوا باہر نکل گیا۔ وہ ڈچ زبان میں کچھ گنگنا رہا تھا۔ پہلے تو اسد نے اس رومانی گیت کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ لیکن آخری مصرعے نے اسے چونکا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"میں آگیا ہوں ...... میری محبوبہ ...... ہم زندگی کے سفر پر ایک ساتھ ہوں گے ......"

اسد نے سیکریٹ سروس میں ٹریننگ کے دوران یورپ کی کئی زبانیں سیکھی تھیں۔ فضائی وردی میں ملبوس اس قوی ہیکل آدمی کے منہ سے یہ رومانی نغمہ اسے کچھ عجیب سا لگا۔ اگر یہ کوئی پیغام تھا تو سمیرہ یقیناً ڈچ زبان جانتی تھی۔ اپنی تسلی کے لیے وہ اٹھا اور سمیرہ کے قریب آ کر ڈچ زبان میں کہا۔ "محترمہ آپ لندن جا رہی ہیں؟"

"جی نہیں ... میں پیرس جا رہی ہوں۔" سمیرہ نے فوراً ڈچ زبان ہی میں جواب دیا۔ لیکن پھر اچانک وہ گھبرا گئی اور ربوکھلاہٹ کے عالم میں چھت کی طرف دیکھنے لگی۔

"تو یہ رومانی نغمہ واقعی خفیہ پیغام تھا۔"

اسد نے دل میں سوچا۔ تھوڑی دیر بعد جو پرواز قاہرہ سے پیرس جانے والی تھی وہ کے ایل ایم کی ہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا یہ آدمی جو ابھی باہر گیا تھا طیارے کے عملے سے تعلق رکھتا تھا۔

چند لمحے ادھر اُدھر ٹہلنے کے بعد اسد لاؤنج سے باہر نکلا۔ اس کے قدم تیزی سے

سیکورٹی آفس کی طرف بڑھے۔ وہاں سے اس نے فوراً کرنل عاصم سے رابطہ قائم کیا۔ کرنل عاصم نے موقع پر موجود سیکورٹی آفیسر کو ضروری ہدایات دیں۔ تھوڑی دیر بعد ہائیک پر ایک بھاری سی آواز گونجی۔

"پیسنجر حضرات متوجہ ہوں... پیسنجر حضرات متوجہ ہوں... قاہرہ سے پیرس جانے والی پرواز بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر دو گھنٹے کے لئے ملتوی کر دی گئی ہے۔ مسافروں سے معذرت کی جاتی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ہی اعلان دوبارہ کیا گیا۔ اسد باہر ویٹنگ لاؤنج میں آ کر ٹہل رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پیسنجر لاؤنج کی طرف سے سمیرہ گھبرائی ہوئی نمودار ہوئی۔ اس نے چشمہ لگا رکھا تھا۔ وہ اسد کی طرف متوجہ ہوئے بغیر سیدھی نکل گئی۔ اسد نے چند لمحوں کے لئے انتظار کیا۔ پھر باہر نکلا۔ سیکورٹی کا ایک آدمی اس کا منتظر ہی تھا۔ اسد نے خفیہ اشارے سے اپنا تعارف کرایا تو وہ فوراً بولا۔

"سنہری بالوں والی ایک لڑکی ایک قوی ہیکل آدمی کے ساتھ نیلے رنگ کی اوپل گاڑی میں گئی ہے۔ آدمی نے کے ایل ایم کی وردی پہن رکھی تھی۔ سیکورٹی کی کار ان کے تعاقب میں ہے۔ آپ کی کار میں وائرلیس ٹرانسمیشن کے آلات لگا دیئے گئے ہیں تاکہ آپ کو سیکورٹی کی کار سے سگنل مل سکیں۔"

اسد تیزی سے اپنی کار کی طرف لپکا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ وائرلیس ٹرانسمیٹر سے اسے برابر سگنل مل رہے تھے۔ جن سے وہ آگے جانے والی کاروں کی سمت کا اندازہ لگا رہا تھا۔

کوئی دس منٹ بعد وہ ایک موڑ طے کر کے دائیں جانب مڑا۔

"آپ فوراً کرنل عاصم سے رابطہ قائم کر کے امداد طلب کریں۔ میں اندر جاتا ہوں۔" اسد نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ اسے اس بات کا مکمل احساس تھا کہ وہ اپنے آپ کو خطرے

میں ڈال رہا ہے لیکن جان پر کھیلنا ہی اس کے فرائض کا تقاضا تھا۔ اور پھر اس نے لباس کے اندر بلیٹ پروف جیکیٹ بھی پہن رکھی تھی۔

گلی میں مڑتے وقت اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنے پستول کو ٹٹولا۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر سامنے کھڑی ہوئی نیلے رنگ کی اوپل کار کی طرف دیکھا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ کار کو یہاں کھڑا کرنا مناسب نہیں۔ اس نے بڑی پھرتی سے کار پچھلی طرف نکالی اور سڑک کے کنارے پر کھڑی کر کے باہر نکلا۔

اس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا لیکن وہ ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ گلی میں کم از کم چار عمارتیں تھیں۔ یہ اندازہ لگانا کہ وہ کس عمارت میں داخل ہوئے تھے بڑا مشکل تھا۔ عین ممکن تھا کہ خطرے کا احساس کر کے وہ چور دروازے سے نکل جائیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ انھیں خطرے کا احساس پہلے ہی ہو چکا ہو اور انھوں نے دھوکہ دینے کے لئے کار اس گلی میں کھڑی کی ہو اور خود کسی عمارت کے عقبی حصے سے باہر نکل گئے ہوں۔

یہی کچھ سوچتا ہوا وہ گلی میں داخل ہوا۔ اوپل کار کے قریب پہنچ کر اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ پھر جھک کر اندر کا جائزہ لیا۔ اس کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہوئی۔ کار کی پچھلی نشست پر ایک فائل کیس پڑا تھا۔ جس پر موٹے حروف میں لکھا ہوا تھا URGENT یہ فائل کیس زیادہ تر فوج کے دفاتر میں استعمال ہوتا تھا۔

"کیا وہ اس قسم کی چیز اس طرح بے احتیاطی سے یہاں چھوڑنے کی غلطی کر سکتے ہیں؟" اسد نے سوچا۔ پھر اس نے ادھر اُدھر دیکھ کر اپنی جیب سے تالہ کھولنے والا آلہ نکالا۔ اسے کار کا دروازہ کھولنے میں صرف نصف منٹ لگا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر فائل کیس نکالنے ہی والا تھا کہ سامنے کی عمارت سے وہی قوی ہیکل آدمی آتا دکھائی دیا۔ وہ ایک دبلے پتلے پستہ قد آدمی سے باتیں کرنے میں مصروف تھا اس لئے اسد کو پھرتی سے کار کی اوٹ میں چھپتے نہ دیکھ سکا۔

اسد کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ وہ دم سادھے بیٹھا رہا۔ پھر اسے قدموں کی آواز قریب سے قریب تر آتی سنائی دی۔ اسد کو یقین تھا کہ کار کا دروازہ کھلا دیکھ کر وہ آدمی ضرور چونکے گا، اور ہوا بھی یہی۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ سوچتا اسد نے چیتے کی سی پھرتی سے اچھل کر دونوں بازوؤں سے اس کی گردن کو شکنجے میں لے لیا۔ اس کے گلے سے مبہم سی مردہ آواز نکلی۔ لیکن جب اسد نے پورے زور سے اس کی گردن دبائی تو اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ یہ اطمینان کر کے کہ کسی نے یہ منظر نہیں دیکھا تھا اسد اس کے نیم مردہ جسم کو تیزی سے گھسیٹتا ہوا گلی سے باہر لے گیا اور ایک طرف ہو کر سیکورٹی کی کار کی طرف اشارہ کیا۔ دو آدمی بھاگے بھاگے آئے۔

"کرنل عاصم خود فوجی دستے کے ہمراہ پہنچ رہے ہیں۔" ایک آدمی نے جلدی سے کہا۔

"یہ آدمی بڑا اہم ہے۔ کرنل عاصم اس سے کافی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔" اسد نے نیم جان جسم ان کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کرنل عاصم کا انتظار کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ کا تنہا اس طرف جانا خطرناک ہے۔" دوسرے آدمی نے کہا۔

"میری فکر نہ کریں۔ فوجی دستے کی آمد پر اس پورے علاقے کا محاصرہ ضروری ہے۔ شاید وہ عقبی دروازے سے نکلنے کی کوشش کریں۔" اسد بولا۔

"وہ کون ہیں؟" پہلے آدمی نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

"یہ آپ کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔" اسد نے مسکرا کر کہا۔ "میں اب عمارت کے اندر داخل ہونے کی کوشش کروں گا، اگر بیس منٹ کے اندر میری طرف سے کوئی سگنل نہ ملے تو آپ لوگ سامنے والی عمارت میں داخل ہو جائیں۔"

اسد نے ابھی اپنا فقرہ مکمل ہی کیا تھا کہ ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ اسد گلی کی طرف لپکا نیلے رنگ کی اوپل سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔

"میرے خدا! مجھے اس فائل کیس پر قبضہ کر لینا چاہیئے تھا۔" اسد نے سوچا۔ اچانک اس کی نظر سامنے والی عمارت کے گیٹ پر پڑی۔ گیٹ کی اوٹ سے دو آنکھیں جھانک رہی تھیں۔ یہ آنکھیں فوراً ہی غائب ہو گئیں۔ ظاہر تھا کہ انھیں خطرے کا احساس ہو گیا تھا۔ غالباً وہ قوی ہیکل آدمی کار سے فائل کیس نکالنے کے لئے ہی باہر آیا تھا اور جب اسد نے اسے اپنی گرفت میں لیا تھا تو عمارت سے کسی نے یہ منظر دیکھ لیا تھا۔ اب اسد کا گلی میں آگے بڑھنا یقیناً خطرناک تھا۔ وہ پیچھے کی طرف مڑا۔ سڑک پر سامنے سے متعدد فوجی گاڑیاں آتی دکھائی دیں۔ سب سے آگے کرنل عاصم کی جیپ تھی۔ اسد فوراً اس طرف لپکا اور مختصراً ساری بات بتا کر کہا۔

"اس علاقے کا فوری طور پر محاصرہ کر لیا جائے تاکہ کوئی کار اس طرف سے یا پچھلی طرف سے نہ نکل سکے۔ میں کچھ فوجی لے کر فوراً اس عمارت کے عقبی حصے کی طرف جاتا ہوں۔"

اس عمارت کے عقبی حصے تک پہنچنے میں اسد کو کوئی تین منٹ لگے لیکن جب وہ اس سڑک پر مڑ رہا تھا تو وہاں سے ایک ویگن سٹارٹ ہوتی نظر آئی۔ اسد صرف سمیرہ کے سنہری بالوں کی جھلک دیکھ سکا۔ اس نے دو فوجیوں کو وہیں اتارا اور جیپ کے ڈرائیور کو ویگن کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔

جیپ کے دونوں طرف فوجی مشین گنیں تانیں بیٹھے تھے۔ اسد کو یقین تھا کہ کرنل محمود اسی ویگن میں ہے۔ ویگن بڑی تیزی سے بھاگ رہی تھی۔ ویگن اور جیپ کے درمیان تقریباً تین سو گز کا فاصلہ تھا۔ یہ سڑک شہر کے عقبی حصے میں تھی۔ اس لئے ٹریفک بہت کم تھی۔ اسد کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرف جا رہے ہیں کیوں کہ یہ سڑک ایئر فورس ہیڈ کوارٹرز کی طرف جاتی تھی۔ اور اس طرف جانا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے ان کے ساتھ ایئر فورس کا کوئی آدمی ہو اور وہ فوجی طیارے کے ذریعے ملک سے باہر نکلنے کی کوشش کریں، انگریز سے کوئی چیز بعید نہیں تھی۔ ان کی پہنچ ایسی ایسی جگہوں پر تھی اور ان کا اندازِ کار اتنا سائنٹیفک تھا کہ وہ سب کی موجودگی میں طیارہ لے کر اڑ سکتے تھے۔

اسد نے فوراً وائرلیس پر ایئر فورس کنٹرول روم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی جواب نہ پاکر اس نے ڈرائیور کو جیپ اور زیادہ تیز دوڑانے کا حکم دیا۔

لیکن ویگن کی رفتار بھی تیز سے تیز تر ہوتی جارہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ ویگن میں کوئی بہت ہی طاقت ور انجن لگا ہوا تھا۔

"اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میں رائفل سے ٹائر کو نشانہ بنانے کی کوشش کروں۔" اسد نے رائفل اٹھاتے ہوئے کہا۔

وہ فٹ بورڈ پر ایک پاؤں رکھ کر کھڑا ہوگیا اور نشانہ باندھا لیکن اسی لمحے سامنے سے گولیوں کی بوچھاڑ آئی اور اسد فوراً جیپ کے اندر ہوگیا۔

غالباً ان کے پاس ٹیلی سکوپ تھا اور وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ اسد کا سب سے بڑا مقصد کرنل محمود کو زندہ پکڑنا تھا۔ اور اس لئے وہ فوجیوں کو مشین گنیں استعمال کرنے کا حکم نہیں دے رہا تھا۔

"بس ایک اور کوشش کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اسد نے بڑی احتیاط سے پاؤں باہر نکالا اور فٹ بورڈ پر کھڑے ہوکر نشانہ باندھا۔ گولیوں کی بوچھاڑ پھر آئی۔ لیکن اب کی بار اسد جان کی بازی لگانے پر تیار تھا۔ اس نے تیز چلتی ویگن کے پہئے کو نالی کی زد میں لینے کی کوشش کی۔ اس دوران ایک گولی اس کے سینے سے ٹکرائی۔ لیکن خوش قسمتی سے اس نے بلیٹ پروف جیکٹ پہن رکھی تھی۔

اسد نے دم سادھ کر گولی چلادی اور خوشی سے اچھل کر اندر آگیا۔ گولی ٹھیک ویگن کے پہئے میں لگی تھی اور ٹائر پھٹ کر بیٹھ گیا تھا۔

"جیپ روک دو" اسد چیخا۔

ڈرائیور نے جلدی سے بریک پر پاؤں دبایا۔ جیپ سڑک کے ایک کنارے رک گئی۔ ویگن بھی رک گئی تھی۔ اور اب ان کے درمیان صرف دو سو یا ڈھائی سو گز کا فاصلہ تھا۔

فوجی جلدی سے نکل کر جیپ کی اوٹ میں آ گئے لیکن ایک فوجی سامنے سے آنے والی گولیوں کی بوچھاڑ سے نہ بچ سکا اور اوندھے منہ گرا۔

اسد نے جیپ کی اوٹ سے دوسرے ٹائر پر فائر کیا اور اس دفعہ بھی نشانہ ٹھیک بیٹھا۔ پھر اس نے مائیک پر اونچی آواز میں کہا۔

"کرنل محمود! ..... مزاحمت بے کار ہے۔ تم ہتھیار ڈال کر اپنی جان بچا سکتے ہو۔"

جواباً سامنے سے گولیوں کی بوچھاڑ آئی۔

چند منٹ بعد اسد کو مجبوراً جوابی فائر کرنے کا حکم دینا پڑا۔ گولیوں کا تبادلہ کوئی دس منٹ تک جاری رہا۔ پھر اسد نے محسوس کیا کہ سامنے سے اب گولیاں رک رک کر آ رہی تھیں۔ یا تو ان کے پاس بارود ختم ہو رہا تھا یا پھر ان کے کچھ آدمی گولیوں کا نشانہ بن چکے تھے۔

اسد نے پھر مائیک اٹھایا اور کہا۔

"کرنل محمود! ..... مقابلہ بے سود ہے۔ تم بچ کر نہیں جا سکتے۔"

دوسری طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ اچانک رک گئی۔ اسد نے فوراً اپنے فوجیوں کو فائر بند کرنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سمیرہ کو نمودار ہوتے دیکھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا رکھے تھے۔ اس کے پیچھے دو آدمی تھے۔ انھوں نے بھی ہاتھ اوپر اٹھا رکھے تھے۔

اسد نے مائیک پر کہا۔ "جیپ کی طرف آ جاؤ ہم فائر نہیں کریں گے۔"

وہ آہستہ آہستہ قریب آ رہے تھے۔ سمیرہ قریب پہنچی تو اسد نے دیکھا کہ اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔

اسد رائفل ہاتھ میں لیے جیپ کی اوٹ سے نکلا۔

"کرنل محمود کے پیٹ اور سینے میں تین گولیاں لگی ہیں میجر!" سمیرہ نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"تم نے مجھے پہچان لیا؟" اسد مسکرایا۔

"مجھے ایئر پورٹ پر ہی شبہ ہو گیا تھا۔ پھر بھی مجھ سے حماقت ہو گئی۔"

"ہر مجرم کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی حماقت ضرور کرتا ہے۔" اسد نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

اسی شام کو تقریباً بیس فوجی اور کئی سول افسروں اور بارسوخ شہریوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ سب گرفتاریاں سمیرہ کے بیانات کی روشنی میں عمل میں آئیں۔

اسد گہری نیند سے رات کے تقریباً گیارہ بجے بیدار ہوا تو ریڈیو پر اسے ان گرفتاریوں کا علم ہوا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے انگر کے مقابلے میں جو زبردست کامیابی حاصل کی تھی اس کی اسے بڑی خوشی تھی۔ لیکن اس کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ اٹھ کر اس نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا اور کپڑے وغیرہ پہن کر باہر جانے کے لئے تیار ہی ہو رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

اس کا ہاتھ ایک دم پستول کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھولتے وقت اس نے بڑی پھرتی سے پستول جیب سے نکال لیا۔ اس کے سامنے کیپٹن رابعہ کھڑی مسکرا رہی تھی۔

"میں تین دفعہ آپ سے ملنے آچکی ہوں۔ لیکن غالباً آپ بہت گہری نیند میں تھے۔ کوئی دستک نہیں سنی۔"

"میں نیند میں بڑا حسین خواب دیکھ رہا تھا۔ اور اس خواب کو ادھورا چھوڑنے کے لئے کسی قیمت پر تیار نہ تھا۔" اسد نے مسکرا کر کہا۔

"کیسا خواب؟" رابعہ کی نگاہیں اس سے ملیں۔ اسد نے اسے اپنی طرف کھینچا اور جواب دیا۔

"خواب کی تعبیر میرے سامنے کھڑی ہے۔"
